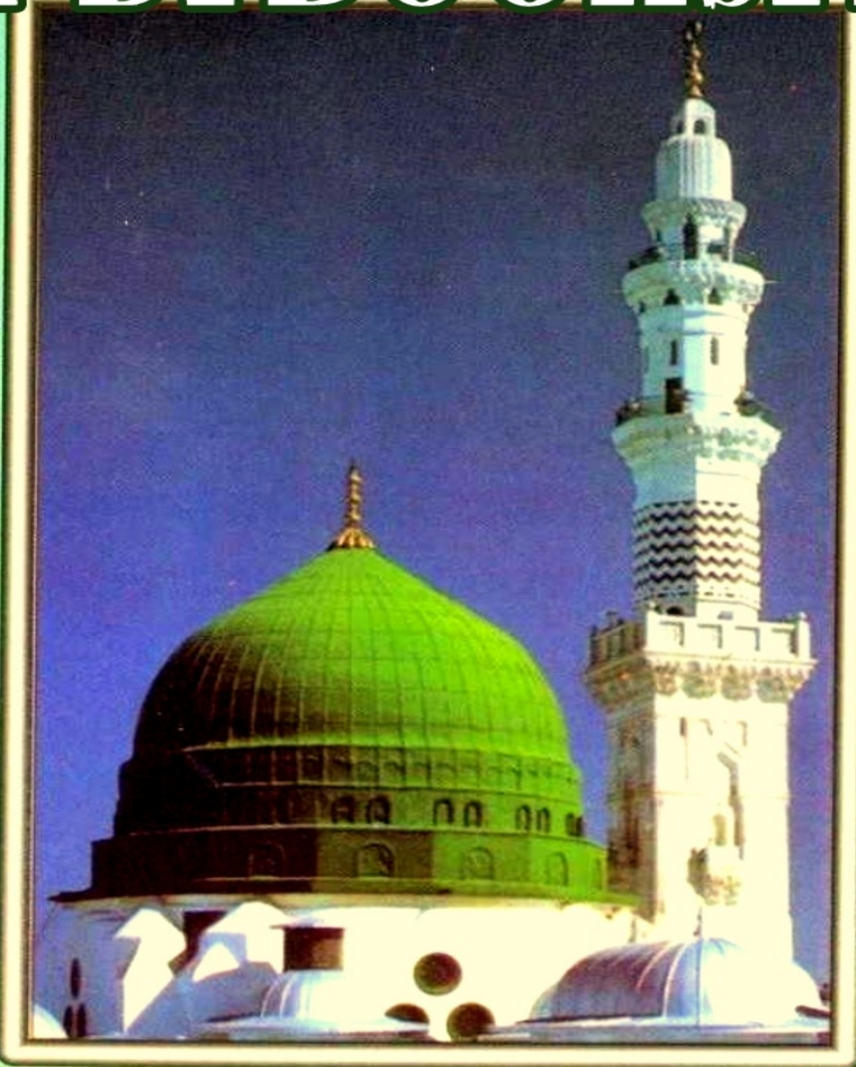
فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

(اہل نظر کے لئے سبق آموز مضامین)

مدینہ منورہ کے تاریخی مقامات



مرتب

امتیاز احمد

ماسٹر آف فلاسفی (لندن)

مدینہ منورہ

مصنف :.. امتیاز احمد

شہریت :.. امریکی

تعلیم :.. ماسٹر آف فلاسفی (لندن)

۱ ۔ ہیڈ آف فزکس ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ ڈگری کالج اسلام آباد ۔ پاکستان

۲ ۔ پرنسپل اسلامک اسکولز ۔ امریکہ

۳ ۔ جنرل مینیجر مرسی انٹرنیشنل (Mercy International) رفاہی ادارہ امریکہ

۴ ۔ بانی توحید مسجد آف فارمنگٹن ہل میشیگن (Farmington Hill Michigan)

اینڈ توحید مسجد آف ڈیٹرائٹ میشیگن امریکہ (Detroit Michigan)

۵ ۔ مشیر عریبین ایڈوانس سسٹمز (Arabian Advanced Systems)

مصنف کا پتہ : ص ۔ب: 4321 ۔ مدینہ منورۃ ۔ سعودی عرب

ای میل : Email: mezaan22@hotmail.com

ویب سائٹ : Website: www.imtiazahmad.com

For URDU visit ; www.QuranoSunnah.com

امتیاز احمد (مقیم مدینہ منورۃ) کی کتابیں مندرجہ ذیل مقامات سے مناسب قیمت پر حاصل کی جاسکتی ہیں ۔

1 - BOOKS AND BOOKS store in Commercial Center,
Satellite Town, Rawalpindi in PAKISTAN,
00-92-51-4420495, 4420248, Fax 4423025
KHALID ZAMAN 00-92-3335111722

2 - DARUL HUDA , CHENNAI, TAMILNADU, INDIA
91-44-25247866, 9840174121, 9840891551
Email. muftiomar@yahoo.com

3 - FOR LAHORE PAKISTAN, CONTACT :
Ammar - ul - Islam 0300- 8464042
email. mrammar@hotmail.com

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

أحمد ، امتياز

وذكر فإن الذكرى تنفع المؤمنين /امتياز أحمد . المدينة المنورة ١٤٢٤ هـ

١٥٢ ص ، ٢١ سم

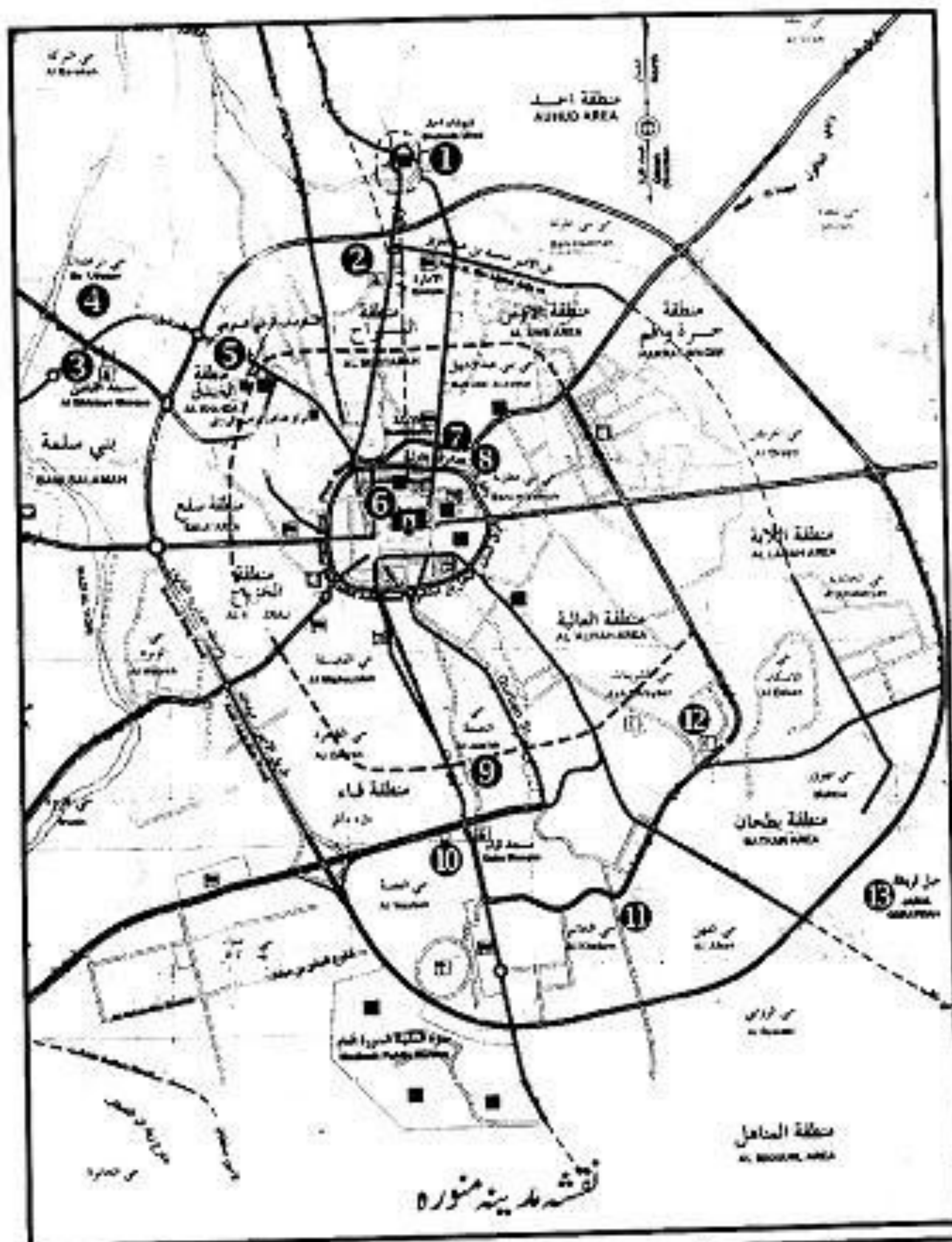
١ . خطبات

ديوى : ١٤٢٤/٣٩٦٨

رقم الإيداع : ١٤٢٤/٣٩٦٨ ردمک : ٠ـ ٤٤٦ ـ ١٠ ـ ٩٩٦٠

مطابع الرشيد : المدينة المنورة ، ص ب ١١٠١ ، فون : ٨٣٦٨٣٨٢

فہرست



۱- شہداء احد	۲- مسجد مستراح	۳- مسجد قبلتین
۴- بئر عثمانؓ	۵- جنگ خندق	۶- مسجد نبوی شریف
۷- مسجد ابوذرؓ	۸- مسجد اجابہ	۹- مسجد جمعہ
۱۰- مسجد قباء	۱۱- بنو نضیر	۱۲- مدینہ ہسپتال
۱۳- جبل قریظہ		

تعارف

زائرین مدینہ منورہ بہت خوش قسمت لوگ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت کاملہ سے نوازا۔ اور انکی زندگی بھر کی دلی خواہش کو پورا کردیا۔ یہاں پہنچنے کیلئے ہر شخص کو بہت مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ بالآخران کا خواب حقیقت بن جاتا ہے۔اور وہ اپنے آپ کو اس روحانی فضا میں پاتے ہیں۔ مدینہ منورہ پہنچ کر تین امور کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ مسجد نبوی میں باجماعت نماز قرآن کریم کی مسلسل تلاوت اور رسول اکرم (ﷺ)، آپکے صحابہ کرام، آپکی ازواج مطہرات اور انکی آل پر صلوٰۃ وسلام۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان سب عبادات کو قبول فرمائیں۔آمین!

اس کے علاوہ زائرین چند تاریخی اور مذہبی مقامات پر بھی حاضری دیتے ہیں۔مثلاً جب وہ غزوہ احد کے مقام پر جاتے ہیں تو سید الشہدا ؓ اور دیگر شہدا ؓ کیلئے دعا کرتے ہیں۔اسی طرح غزوہ احزاب (خندق) کے مقام پر تعمیر شدہ مساجد میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرتے ہیں۔اسکے علاوہ مسجد قباء اور مسجد قبلتین میں بھی حاضری دیتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ ان مقامات پر حاضری دینے سے پہلے ان کے بارے میں انہیں کچھ مطالعہ کرنا چاہیئے۔مثلاً غزوۃ احزاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک پوری سورۃ نازل فرمادی۔تاکہ ہم اس سے سبق سیکھیں۔اسی طرح غزوۃ احد کی تفصیل سورۃ آل عمران میں دی گئی ہے۔اگر ہم ان مقامات اور واقعات کے بارے میں دلجمعی سے مطالعہ کرلیں گے تو وہاں پر حاضری کے دوران اسکی اہمیت اور فوقیت سے پوری طرح مستفید ہوسکیں گے۔ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ تاریخی کتابوں میں واقعات نہایت تفصیل سے درج ہوتے ہیں۔اور زائرین کے پاس مدینہ منورہ میں قیام کے دوران اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ تفصیلی مطالعہ کرسکیں اور اس تعلیم کو اپنے اندر جذب کرسکیں اسی طرح حج وعمرہ کی گائیڈ میں ان مقامات کا سرسری ذکر ہوتا ہے اور یہ کتابیں ان مقامات سے متعلق اہم نکات ونتائج سے خالی ہوتی ہیں۔

اس کتابچہ کا مقصد یہ ہے۔کہ ان واقعات سے جو جو اہم سبق ہم سیکھ سکتے ہیں اُن کو نہایت اختصار کے ساتھ زائرین کی خدمت میں پیش کردیا جائے تاکہ انکے اس کتابچہ کو پڑھنے اور اس سے سبق سیکھنے کے ارادہ کو تقویت ملے۔اس مطالعہ سے زائرین اپنے آباواجداد کی قربانیوں اور انکے روحانی مقام کو زیادہ اچھی طرح جان اور پہچان سکیں گے۔اور اُن کا ایمان بڑھے گا اور جب وہ

روحانیت سے سرشار ہوکر گھر لوٹیں گے تو ان کی زندگیوں میں انشاءاللہ خود بخود انقلاب آجائے گا۔

زائرین کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ خلفاء الراشدین کی زندگیوں کو ہر لحہ ملحوظ خاطر رکھیں کیونکہ ان کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ اس لئے ان کی زندگیوں کا سرسری جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مدینہ منورہ کے پُرانے یہودی قبائل کا حال اور رویہ بھی درج ہے۔ نیز رسول اکرم (ﷺ) اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے خلاف انکی چند سازشوں کا بھی اختصار کے ساتھ ذکر ہے۔ اس کتابچہ سے زائرین کو مدینہ منورہ کے حالات واقعات اور مشکلات کا کافی حد تک اندازہ ہو جائے گا۔

اگر ہر شخص اِن حالات کا اپنی موجودہ زندگی سے مقابلہ کرے تو غالباً یہ سمجھنا مشکل نہ ہوگا کہ فی زمانہ اسلامی احکام پر کاربند ہونا نسبتاً آسان ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالٰی ہمارے ایمان کو پختگی عطا فرمادیں اور رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ لیکن اللہ تعالٰی اُن لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو اپنی مدد آپ کریں۔ مثلاً ہر مرد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی حاضری کے بعد اپنے وطن میں باجماعت نماز کی ادائیگی کو ترجیح دے۔ اور ہر عورت جسطرح مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حجاب کا خیال رکھتی ہے اسی طرح اپنے وطن میں بھی اس پر کاربند رہے تو ایسی عورت نہایت خاموشی سے اپنے معاشرے کو سنوار دے گی۔ جو کہ بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔

یہاں اس بات کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا کہ ایک بار میں نے اپنی اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر صوفیہ کو یہ کہا کہ آپ مبارک باد کی مستحق ہیں۔ کیونکہ آپ نے حجاب کا اہتمام نہ صرف اسلامی ممالک میں بلکہ امریکہ میں بھی کیا۔ انہوں نے جواباً ایک بہت کام کی بات کہی۔ ڈاکٹر صاحبہ نے فرمایا۔ کہ حجاب سے ہم نہ صرف اپنی حفاظت کرتی ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر مردوں کو شر سے بچاتی ہیں۔ یہ نکتہ پہلی بار میری سمجھ میں آیا۔ کہ عورتوں کا حجاب دراصل ہم مردوں کی مدد اور اصلاح کیلئے ہے۔ اور عورتوں کا مردوں پر یہ بہت بڑا احسان ہے۔

روحانیت کی ترقی کو پرکھنے کا ایک سادہ ٹیسٹ بھی ہے۔ اگر ہر مرد باجماعت نماز کا اور ہر عورت اسلامی پردہ کا پہلے سے زیادہ اہتمام کرتی ہے تو واضح ہے کہ اُن پر اللہ کے فضل وکرم کا اضافہ ہوا ہے۔ اور اگر اللہ تعالٰی کی ان ہدایات پر کاربند نہیں تو وہ شخص جان بوجھ کر اپنے آپ کو اللہ تعالٰی کی رحمت سے محروم کررہا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گذار ہوں کہ اس نے مجھے اس ضروری کتابچہ کو تحریر کرنے کی سوچ اور توفیق عطا فرمائی۔ مدینہ منورہ میں مجھے اپنے سابقہ اسکول یعنی ائیر فورس پبلک اسکول سرگودھا پاکستان کے نوجوان بھائی محمد صدیق شیخ صاحب سے مل کر دلی خوشی ہوئی۔ انہوں نے نہ صرف اس کتابچہ کو آپ تک پہنچانے میں مدد دی بلکہ اس کا مقدمہ لکھنا بھی قبول فرمایا۔

میں جناب ڈاکٹر اصغر علی شیخ صاحب کا بھی شکر گذار ہوں۔ کیونکہ انہوں نے اس کتابچہ کی تیاری میں بہت معونت فرمائی۔

میں اپنی اہلیہ ڈاکٹر صوفیہ صاحبہ کا بھی بے حد ممنون ہوں کیونکہ میری سب کتابوں کی اشاعت وطباعت انکی امریکہ میں میڈیکل پریکٹس کی آمدن سے ہوئی۔ قارئین سے درخواست ہے کہ میرے کنبے اور آباؤ اجداد کو اپنی نیک دعاؤں میں شامل فرمائیں۔

احقر
امتیاز احمد

اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
(اقبال)

مقدمہ

الحمدللہ ہر سال لاکھوں مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔اور مدینہ منورہ میں بھی حاضری دیتے ہیں چونکہ نقل وحرکت کی سہولتیں اور حاجیوں کی رہائش دن بدن جدید تر ہورہی ہیں۔اس لئے اکثر زائرین مدینہ منورہ کے تاریخی مقامات کی زیارت بھی کرتے ہیں۔دیکھنے میں آیا ہے کہ زائرین کے لیڈروں کے پاس نہ تو اتنی تعلیم ہے اور نہ ہی وقت کہ وہ حجاج کرام کو تاریخی مقامات کی تفصیل بتا سکیں۔اگرچہ تاریخ مدینہ کی کئی کتب بھی بازار میں ملتی ہیں۔لیکن اکثر حاجی صاحبان اس سہولت سے ناآشنا ہیں۔اور جو اِن کتب کو حاصل کرتے ہیں اُنہیں بھی مدینہ منورہ کے مختصر قیام کے دوران انہیں پڑھنے اور سمجھنے کا موقع نہیں ملتا۔اس کے برعکس حج وعمرہ گائیڈز میں تاریخی مقامات کا محض تعارف ہوتا ہے تفصیل نہیں ہوتی۔

لہذا سالہا سال سے ایک ایسے کتابچے کی ضرورت محسوس ہورہی تھی جو اختصار کے ساتھ مدینہ منورہ کے اہم تاریخی مقامات وحالات کو بیان کرے اور قرآن پاک کی روشنی میں ان پر تبصرہ بھی پیش کرے۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ''اہل نظر کیلئے سبق آموز مضامین'' نے اس خلا کو پُر کردیا ہے۔

اس کتابچے کے پڑھنے سے نہ صرف آباواجداد کی غیر معمولی قربانیوں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے بلکہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اسلام نے کفار اور منافقین کی سرتوڑ سازشوں کے باوجود کیسے ترقی کی اور اللہ کی مدد اور رحمت کاملہ کے باعث ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست نے کیسے استحکام اور فروغ حاصل کیا۔یقیناً اس کا تمام تر سہرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے سر ہے۔پس ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر چلنا ضروری ہے۔

الحمدللہ اس کتابچے میں تمام تاریخی حالات اور واقعات مستند اور مدلل انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔مزید براں اِن حالات اور واقعات سے اخذ شدہ نتائج کو اختصار اور آسان زبان میں درج کر دیا گیا ہے۔مجھے یقین ہے کہ انشاءاللہ اس کتابچے کے مطالعہ سے قارئین کی روحانی ترقی ہوگی اور وہ تاریخی مقامات کی زیارتوں سے صحیح معنوں میں مستفید ہوں گے۔

میں ''اہلِ نظر کیلئے سبق آموز مضامین'' کے مصنف امتیاز احمد صاحب کو اس قدر معیاری کتاب کی تصنیف پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے اور انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

محمد صدیق شیخ ڈپٹی ڈائریکٹر حج ، مدینہ منورہ

ستمبر 2004

مدینہ منورہ کے فضائل

جب رسول اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی۔ یااللہ آپ کے محبوب ترین شہر سے نکلا ہوں اب مجھے اپنے سب سے پسندیدہ شہر لے چلیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور اپنے فضل وکرم سے آپ کو مدینہ منورہ لے آئے۔ پس مدینہ منورہ اللہ تعالیٰ کا سب سے پسندیدہ شہر ٹھہرا۔ اسی وجہ سے فتح مکہ کے بعد بھی رسول اکرم ﷺ نے اپنی باقی زندگی مدینہ منورہ میں ہی گزارنا پسند فرمائی۔ یاد رہے کہ سب شہر تلوار کے زور سے فتح ہوئے۔ لیکن مدینہ منورہ ایک ایسا شہر ہے جو قرآن پاک کی تعلیمات سے سر ہوا۔

جب رسول اکرم ﷺ کسی سفر سے واپس مدینہ آتے تو شہر کے قریب پہنچتے ہی مدینہ کے اشتیاق کی وجہ سے سواری کو تیز کر دیتے اور اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا دیتے۔ تاکہ مدینہ منورہ کی ہوا سے لطف اندوز ہوسکیں۔ اگر راستے میں گرد وغبار بھی ہوتو بھی چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹاتے۔ کیونکہ مدینہ کی خاک میں بھی شفا کی تاثیر ہے۔ اسی وجہ سے اس شہر کو مدینۃ الشفاء بھی کہتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو تلقین فرمائی کہ مدینہ منورہ میں ہی موت کی دعا کیا کریں۔ آپ نے فرمایا جس کو مدینہ منورہ میں موت آئے گی میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیع ہونگا۔

علماء کا کہنا ہے کہ جو فرمانبردار ہونگے آپ انکی گواہی دیں گے اور گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ اکثر دعا فرماتے۔ اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرمایئے اور رسول اکرم ﷺ کے شہر میں موت نصیب فرمایئے۔ (بخاری) اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔ امام مالکؒ صرف ایک بار حج کیلئے مکہ مکرمہ گئے۔ باقی سب زندگی اس آس پر مدینہ منورہ میں گزاری کہ یہاں ہی موت نصیب ہو۔

رسول اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی یا اللہ ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے تیرے دوست اور تیرے نبی تھے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ کیلئے دعا کی۔ میں بھی تیرا بندہ اور رسول ہوں۔ میں وہی دعا مدینہ منورہ کیلئے کرتا ہوں۔ اے اللہ مدینہ والوں کو مکہ والوں کی نسبت دوگنی برکت عطا فرما اور انکے مد وصاع (ناپ اور تول کے پیمانے) میں بھی برکت عطا فرما۔ (بخاری)

مدینہ منورہ ہر شخص کو اس کے گناہوں کو دور کرنے میں ایسے ہی مدد دیتا ہے جیسے بھٹی چاندی کو

صاف وشفاف کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ناشتے میں مدینہ منورہ کی سات عدد عجوہ کھجوریں کھائے تو اس پر اُس دن کسی زہر یا جادو کا اثر نہیں ہوتا۔ (بخاری) جبکہ مسلم میں درج ہے کہ مدینہ منورہ کی ناشتے میں سات کھجوریں کھانے سے اس دن زہر یا جادو کا اثر نہ ہوگا۔

مسجد نبوی شریف اور مسجد قبا جن کی بنیاد خالصتاً تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی پر ہے۔ مدینہ منورہ میں ہی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا منبر قیامت کے دن جنت میں داخلے کیلئے سیڑھی ہوگا۔ اور آپ ﷺ کے منبر اور آپکے روضہ مبارک کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ دجال مدینہ منورہ کے حرم کی حدود میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ (بخاری)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ والوں کی عزت کرو۔ کیونکہ میں نے نہ صرف مدینہ منورہ کے لئے ہجرت کی۔ بلکہ میری قبر بھی مدینہ منورہ میں ہوگی اور میں قیامت کے دن مدینہ منورہ سے ہی اُٹھوں گا۔ پس اہل مدینہ کے حقوق کا خاص خیال رکھو کیونکہ وہ میرے پڑوسی ہیں۔ تم پر واجب ہے کہ میرے پڑوسیوں کی غلطیوں اور لغزشوں کو نظر انداز کرو۔ اگر کوئی شخص میرے پڑوسیوں کو عزت کی نظر سے دیکھے گا تو میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیع ہونگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مدینہ منورہ میں رکھے اور قبولیت کے ساتھ یہاں سے ہی اپنے پاس بُلا لے۔ آمین.

اہم یاددہانی

واضح ہو کہ بغیر صحیح وضو کے نماز قبول نہیں ہوتی۔ لہٰذا بطور خاص وضو کے دوران مندرجہ ذیل امور کی احتیاط فرماویں۔

۱۔ کہنیاں خشک نہ رہیں۔ ۲۔ ٹخنے خشک نہ رہیں۔

نماز کے دوران مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھیں:

۱۔ امام صاحب کی کسی حرکت سے پہلے آپ وہ حرکت نہ کریں۔
۲۔ رکوع کے بعد بالکل سیدھے کھڑے ہوں۔
۳۔ دو سجدوں کے درمیان ٹھیک طرح سے بیٹھیں۔
۴۔ سجدے کے دوران پاؤں زمین پر جمے رہیں۔
۵۔ سجدے کے دوران ناک کو بھی زمین سے لگائے رکھیں۔
۶۔ مردوں کو سجدے کے دوران کہنیاں زمین سے بلند رکھنی چاہئیں۔
۷۔ دوڑ کر جماعت میں شامل نہ ہوں بلکہ طبعی چال سے چل کر شامل ہوں۔

خلفاءراشدین کی زندگیوں کا سرسری جائزہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ (11H - 13H)

مدینہ منورہ پہنچ کر زائرین کو خلفاء راشدین سے بہت قربت ہو جاتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ وہ ان برگزیدہ ہستیوں کی زندگیوں سے سبق سیکھیں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں: سورۃ النساء 69

وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ رَفِيقًا ﴿69﴾

(ترجمہ) اور جو لوگ خدا اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) اُن لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔

صدیق اس کو بھی کہتے ہیں جو سچائی کی تصدیق کرے۔ چونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور ﷺ کے واقعہ معراج شریف کی سب سے پہلے اور فوری تصدیق کی۔ اس لئے حضور ﷺ نے انہیں صدیق کا لقب عطا فرمایا۔ جو ان کے نام کا حصہ بن گیا۔

علماء کے قول کے مطابق صدیق اس کو بھی کہتے ہیں۔ جو اسلام کے بارے میں سنتے ہی فوراً بلا تمل اور پورے اخلاص سے اسلام قبول کر لے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایسے ہی کیا۔ اسی وجہ سے انہیں صدیق کا خطاب ملا۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ مندرجہ بالا آیت کریمہ سے یہ واضح ہے کہ ایک صدیق کا مقام ایک شہید سے بھی بلند ہے۔ پس صدیق ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔

طلوع اسلام سے پہلے بھی حضرت ابوبکرؓ کو محمد ﷺ سے بہت اُنس تھا اور ان کے جگری دوستوں میں سے تھے۔ سچ ہے کہ ایک شخص اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے۔ دونوں کو ایک دوسرے پر اتنا گہرا اعتماد تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسلام متعارف ہوتے ہی فوراً اسلام قبول کرلیا۔ اور اپنا تن من دھن اسلام کے فروغ میں لگا دیا۔ کئی جلیل القدر صحابہ نے آپ کی تعلیم و تبلیغ سے اسلام قبول کیا۔

اللہ تعالیٰ کو رسول اکرم ﷺ سے حضرت ابوبکرؓ کی رفاقت بہت پسند آئی۔ یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے دوران بھی حضرت ابوبکرؓ ہی آپ کے رفیق تھے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۴۰ میں ارشاد فرماتے ہیں:

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (40)

(ترجمہ) اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو خدا اُن کا مددگار ہے (وہ وقت تم کو یاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا (اُسوقت) دو ہی شخص تھے جن میں (ایک حضرت ابو بکرؓ تھے دوسرے (خود رسول اللہ ﷺ) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اُس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تو خدا نے اُن پر تسکین نازل فرمائی اور اُن کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا۔ اور بات تو خدا ہی کی بلند ہے اور خدا زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

مشرکین نئے مسلمانوں کو ایسی ایذائیں پہنچاتے کہ اُن کے لکھنے پڑھنے اور سُننے سے دل تڑپ اٹھتا ہے۔ مثلاً حضرت خباب بن ارتؓ ایک عورت کے غلام تھے۔ آپ کے اسلام قبول کرنے کے بعد مشرکین ان کو آگ کے شعلوں پر ڈال دیتے اور اُن کے اوپر بھاری پتھر رکھ دیتے۔ تاکہ حضرت خبابؓ حرکت نہ کر سکیں۔ کئی بار آپ کے زخموں سے بہتا ہوا خون ان شعلوں کی تمازت کو کم کر دیتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خبابؓ۔ حضرت بلالؓ اور حضرت عامر بن فُہیرہؓ کو اپنے پیسوں سے خرید کر آزاد کر دیا۔

اسی طرح زنّیرہؓ۔ نہدیہؓ اور اُم عمیسؓ بھی غلام عورتیں تھیں جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو مشرکین نے انہیں بہت اذیتیں پہنچائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اِن سب کو خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت ابوبکرؓ قرآن پاک کی تعلیمات کو بہت گہرائی سے سمجھتے تھے۔ مثلاً رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جب کئی جلیل القدر صحابہ کرامؓ (جن میں حضرت عمرؓ بھی شامل ہیں) اپنے حواس کھو

بیٹھے تو حضرت ابوبکرؓ نے آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۴ کی تلاوت کر کے سب کے شکوک کو رفع کر دیا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ ٱللَّهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى ٱللَّهُ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿144﴾

(ترجمہ) اور محمد ﷺ تو صرف (خدا کے) پیغمبر ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گذرے ہیں۔ بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ؟) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو خدا کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا۔ اور خدا شکر گذاروں کو (بڑا) ثواب دے گا۔

جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے تو بعض لوگوں نے زکوۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے اُن سے جہاد کرنا چاہا تو بعض صحابہ کرامؓ نے آپ سے کہا۔ کیا آپ اُن کو قتل کرنا چاہتے ہیں جو صوم وصلوۃ کے پابند ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ کہ جو لوگ زکوۃ ادا کرنے سے منکر ہیں وہ یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ زکوۃ ادا کئے بغیر نماز بھی معلق رہتی ہے پس آپ نے منکرین زکوۃ سے قتال کیا۔ اور ایسے غیر اسلامی رجحانات کا قلع قمع کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کا یہ عمل ان سب کیلئے بہت بڑی یاددہانی ہے جو زکوۃ کی ادائیگی سے منحرف ہیں۔

ایک ایسا وقت تھا کہ کئی صحابہ کرامؓ کے گھروں کے دروازے مسجد نبوی میں کھلتے تھے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں درج ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ سب صحابہ کرامؓ کے گھروں کے مسجد میں کھلنے والے دروازے بند کر دیئے جائیں سوائے حضرت ابوبکرؓ کے گھر کے۔ یہ ایک طرح کی پیشن گوئی تھی کہ حضرت ابوبکرؓ پہلے خلیفہ بنیں گے۔

اگر آپ منبر نبوی سے مغرب کیطرف چلیں تو پانچویں ستون کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا یہ گھر تھا۔ اور یہ موجودہ باب صدیق کی سیدھ میں تھا۔ مندرجہ بالا سنت کو قائم کرنے کیلئے مسجد نبوی شریف کی ہر توسیع کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کے گھر کے دروازے کو قدرے مغرب کیطرف دکھایا گیا ہے۔ باب صدیق اسی سنت کی اتباع میں ہے۔ اور اس پر خوخہ حضرت ابوبکر لکھا ہے (خوخہ کے معنی چھوٹا دروازہ)۔

رسول اکرم ﷺ کی بیماری کے دوران حضرت ابوبکرؓ کو ہی امام مقرر کیا گیا یہ بھی آپ کے پہلا خلیفہ بننے کی پیشین گوئی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ایک تاریخی مقام میں ہوئی جو سقیفہ بنی ساعدہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ جگہ ابھی بھی موجود ہے۔ اگر آپ مسجد نبوی کے نئے باب سعود سے سعودی بس اسٹاپ SAPTCO یا سعودی پبلک ٹرانسپورٹیشن کمپنی کی طرف چلیں تو سقیفہ بنو ساعدہ باب سعود اور اس کمپنی کے درمیان میں واقع ہے۔ اس جگہ اس وقت ایک باغیچہ اور الیکٹرک پاور ہاؤس ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں جہاد میں کئی حفاظ شہید ہو رہے تھے۔ اس لئے آپ نے قرآن پاک کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کروا دیا۔ جو کہ بہت دور اندیشی اور غیر معمولی کارنامہ تھا۔

حضرت ابوبکرؓ اسلام کی مالی اعانت میں ہمیشہ سرفہرست رہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ راہ حق میں صحابہ کرامؓ سے مالی اعانت کا اعلان فرمایا تو آپ نے گھر کی ایک ایک چیز حضور ﷺ کے سامنے لا کر ڈھیر کر دی اور جب حضور نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ تو آپ نے فرمایا کہ صرف اللہ اور اس کا رسول ﷺ۔ اسی بات کو علامہ اقبالؒ نے یوں بیان کیا ہے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے خدا اور اس کا رسول بس

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کئی صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا اور اس کی روشنی میں حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ اس سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ اور صحابہ کرامؓ کے مکالمات بہت دلچسپ ہیں۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے پوچھا۔ اگر میرے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا جائے تو اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا۔ وہ اس منصب کیلئے سب سے موزوں ہیں۔ لیکن سخت مزاج ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ وہ سخت مزاج اس لئے ہیں کیونکہ وہ مجھے نرم مزاج پاتے ہیں۔ جب وہ خلیفہ بنیں گے تو خود بخود سختی کو چھوڑ دیں گے۔

جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمانؓ کی رائے دریافت کی تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ کا باطن انکے ظاہر سے بھی اچھا ہے۔ درحقیقت ہم میں سے کوئی بھی انکا ہمسر نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اُسید بن حضیرؓ سے بھی انکی رائے پوچھی۔ تو انہوں نے جواب دیا میرا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ آپکے بہترین جانشین ہونگے۔ کیونکہ وہ خوش ہونے والی باتوں پر خوش ہوتے

ہیں اور ناراض ہونے والی باتوں پر ناراض۔ اُن کا باطن انکے ظاہر سے بھی بہتر ہے۔ وہ خلافت کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہیں۔ اسی طرح کئی اور مہاجرین اور انصار سے بھی مشورہ کیا۔

ابن اُثیر فرماتے ہیں کہ جب حضرت طلحہ بن عبداللہؓ کو پتہ چلا کہ حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کرنے کے لئے نہایت سنجیدگی سے غور و خوض ہو رہا ہے تو آپ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور فرمایا۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ نہایت سخت مزاج ہیں۔ اس کے باوجود بھی آپ اُن کو اپنا جانشین بنانا چاہتے ہیں۔ آپ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس کا جواب کیسے دیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ یا اللہ میں نے تیرے بندوں پر ایک بہترین بندہ کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔

ابن اُثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے وفات سے پہلے پوچھا۔ جب سے میں خلیفہ بنا ہوں کونسی نئی اشیاء میری ملکیت میں آئی ہیں۔ انہیں بتایا گیا کہ مندرجہ ذیل تین اشیاء کا اضافہ ہوا ہے۔

۱۔ ایک اونٹ جو کہ پانی لانے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ ایک غلام جو کہ نہ صرف بچوں کی دیکھ بھال کرتا ہے بلکہ مجاہدین کی تلواروں کو بھی تیز کرتا ہے۔

۳۔ کپڑے کا ایک ٹکڑا جس کی قیمت ایک درہم سے بھی کم ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے حکم دیا کہ میری وفات کے بعد یہ تینوں اشیاء نئے خلیفہ کے حوالے کر دی جائیں۔ جب حضرت عمرؓ کو یہ اشیاء موصول ہوئیں تو وہ زار و قطار رونے لگے۔ اور یہ کہتے جاتے تھے۔ یا حضرت ابو بکرؓ آپ نے ایسی بے نظیر مثال قائم کر کے اپنے جانشین کا کام بہت مشکل کر دیا ہے۔

اس واقعہ میں ان سب کیلئے سبق ہے جو اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کے بعد غیر قانونی طور پر دولت جمع کر لیتے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر ایک وسیع و بلیغ خطبہ دیا۔ جس کی چند سطور یہاں درج ہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

اے حضرت ابو بکرؓ اللہ آپ پر رحم فرمائیں۔ آپ رسول اللہ کے محبوب معتمد محرم راز اور مشیر تھے۔ آپ نہ صرف سب سے پہلے اسلام لائے۔ بلکہ سب سے مخلص مومن تھے... آپ رفیق غار تھے... جب لوگ مرتد ہوئے آپ نے خلافت کا حق ادا کیا اور مرتد عاجز آ گئے... پس اللہ آپ کو آپ کے نبیؐ سے ملا دے...

جونہی حضرت علیؓ نے خطبہ ختم کیا تو لوگ زار و قطار رونے لگے اور سب نے بیک زبان کہا۔

''ہاں بیشک اے رسول اللہ کے داماد آپ نے سچ فرمایا''۔

حضرت عمر فاروقؓ (13H - 23H)

ابن ہشام فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ کو خبر ملی کہ ان کے خاندان بنی عدی کی ایک غلام عورت نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ آپ نے اسوقت تک ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ انہیں بہت غصہ آیا۔ آپ کا معمول تھا کہ روزانہ اس عورت کو اتنا مارتے کہ تھک جاتے۔ بالآ خر اس مسلمان عورت سے کہتے کہ میں آج تمہیں مزید مارنا بند کررہا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ تم پر ترس کھا رہا ہوں بلکہ اس لئے کہ میں تمہیں مار مار کر تھک گیا ہوں۔ اس عورت کو روزانہ ایسی اذیت دی جاتی حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے خرید کر آزاد کردیا۔

الجوزی نے اپنی کتاب تاریخ عمر بن خطاب میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ خانہ کعبہ کے غلاف کے پیچھے چھپ گئے۔ اس وقت رسول اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں نماز ادا کررہے تھے۔ آپ ﷺ نے سورۃ الحاقہ کی تلاوت کی حضرت عمرؓ قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت سے بہت متاثر ہوئے۔ اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ یقیناً یہ کسی بڑے شاعر کا کلام ہے۔ اس وقت رسول اکرم نے الحاقہ آیات نمبر 41 کی تلاوت فرمائی۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ ﴿41﴾

(ترجمہ) اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں لیکن تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو۔

اس پر حضرت عمرؓ نے دل ہی دل میں کہا۔ پھر یہ ضرور کسی کاہن کا کلام ہے اس پر رسول اکرم ﷺ نے آیت نمبر ۴۲ اور اس سورت کی باقی آیات کی تلاوت فرمائی۔ الحاقہ: 42-52

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴿42﴾ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿43﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿44﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿45﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿46﴾ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿47﴾ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿48﴾ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ ﴿49﴾ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿50﴾ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ﴿51﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿52﴾

(ترجمہ) اور نہ کسی کاہن کا کلام ہے۔ لیکن تم لوگ بہت کم فکر کرتے ہو۔ (یہ تو) پروردگار عالم کا

اُتارا (ہوا) ہے۔ اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے تو ہم اُن کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر اُن کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ اور یہ (کتاب) تو پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اس کو جھٹلاتے ہیں۔ نیز یہ کافروں کے لئے (موجب) حسرت ہے۔ اور بیشک کہ یہ قابل یقین ہے۔ سو تم اپنے پروردگار عزّ وجل کے نام کی تسبیح کرتے رہو۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن سے میرا دل اتنا متاثر ہوا کہ اس دن مجھے یقین ہو گیا اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ لیکن میں آباؤ اجداد کے مذہب کو چھوڑنے کیلئے تیار نہ تھا۔ اور حسبِ معمول اسلام کی بڑھ چڑھ کر مخالف کرتا رہا۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

حضرت عمرؓ سے اسلام کی دن بدن ترقی دیکھی نہ گئی۔ ایک دن ننگی تلوار لیکر اپنے گھر سے نکلے تاکہ توبہ نعوذ باللہ بانی اسلام محمد ﷺ کا کام تمام کردیں اور اس طرح اس نئے مذہب کا قلع قمع ہو۔ راستے میں انکا ایک دوست سے ٹکراؤ ہوا۔ دوست نے پوچھا کہاں کی ٹھانی ہے۔ حضرت عمرؓ نے بتایا کہ محمد ﷺ کا کام تمام کرنا چاہتا ہوں۔ دوست نے کہا۔ پہلے اپنے گھر کو سنبھالو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی بھی مشرف با اسلام ہو چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ غصہ سے بھڑک اٹھے اور اپنا رخ بہن کے گھر کیطرف کرلیا۔ مکان کے پاس کچھ تلاوت کی آواز سنی۔ سرعت سے مکان میں داخل ہو گئے اور بہنوئی کو خوب پیٹا۔ بہن آڑے آئی تو اسے بھی مار مار کر زخمی کر دیا۔ بہن کے چہرے سے خون بہنے لگا۔ بہن پھر بھی کہتی جاتی تھی۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت عمرؓ اپنی بہن کے چہرے پر خون دیکھ کر تھوڑے سے کھسیانے ہو گئے۔ اور کہا اچھا وہ دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ بہن نے کہا۔ تم ناپاک ہو۔ پہلے غسل کرو۔ پھر اس کو ہاتھ لگا سکتے ہو۔ غسل کے بعد حضرت عمرؓ نے طٰہٰ کی آیات 1 تا 14 تلاوت کی۔

طٰهٰ ﴿١﴾ مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ ﴿٢﴾ إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ﴿٣﴾ تَنزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ ٱلْأَرْضَ وَٱلسَّمَـٰوَٰتِ ٱلْعُلَى ﴿٤﴾ ٱلرَّحْمَـٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ

ٱسْتَوَىٰ ﴿٥﴾ لَهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ ٱلثَّرَىٰ ﴿٦﴾ وَإِن تَجْهَرْ بِٱلْقَوْلِ فَإِنَّهُۥ يَعْلَمُ ٱلسِّرَّ وَأَخْفَى ﴿٧﴾ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ ﴿٨﴾ وَهَلْ أَتَىٰكَ حَدِيثُ مُوسَىٰٓ ﴿٩﴾ إِذْ رَءَا نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ ٱمْكُثُوٓا۟ إِنِّىٓ ءَانَسْتُ نَارًا لَّعَلِّىٓ ءَاتِيكُم مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى ٱلنَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾ فَلَمَّآ أَتَىٰهَا نُودِىَ يَٰمُوسَىٰٓ ﴿١١﴾ إِنِّىٓ أَنَا۠ رَبُّكَ فَٱخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِٱلْوَادِ ٱلْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾ وَأَنَا ٱخْتَرْتُكَ فَٱسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰٓ ﴿١٣﴾ إِنَّنِىٓ أَنَا ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدْنِى وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكْرِىٓ ﴿١٤﴾

(ترجمہ) طٰہٰ۔ (اے محمد) ہم نے تم پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ بلکہ اس شخص کو نصیحت دینے کیلئے (نازل کیا ہے) جو خوف رکھتا ہے۔ یہ اُس (ذات برتر) کا اُتارا ہوا ہے۔ جس نے زمین اور اُونچے اُونچے آسمان بنائے۔ (یعنی خدائے) رحمٰن۔ جس نے عرش پر قرار پکڑا۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اور جو کچھ زمین کی مٹی کے نیچے ہے سب اسی کا ہے۔ اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔ (وہ معبود برحق ہے کہ) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُس کے (سب) نام اچھے ہیں۔ اور کیا تمہیں موسیٰ (کے حال) کی خبر ملی ہے۔ جب انہوں نے آگ دیکھی تو اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ تم (یہاں) ٹھیرو میں نے آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید اس میں سے مَیں تمہارے پاس انگاری لاؤں یا آگ (کے مقام) کا رستہ معلوم کر سکوں۔ جب وہاں پہنچے تو آواز آئی کہ موسیٰ۔ مَیں تو تمہارا پروردگار ہوں تو اپنی جوتیاں اتار دو۔ تم (یہاں) پاک میدان (یعنی) طُویٰ میں ہو۔ اور میں نے تم کو منتخب کر لیا ہے تو جو حکم دیا جائے اُسے سُنو۔ بے شک میں ہی خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کرو۔ اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔

تلاوت کے بعد حضرت عمرؓ بے ساختہ کہنے لگے۔ یہ کتنی پیاری اور اعلیٰ کتاب ہے مجھے بھی محمد ﷺ کے گھر کی طرف رہبری کرو۔ پس حضرت عمرؓ سیدھے محمد ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور صدقِ دل سے اسلام قبول کر لیا۔

بخاری میں درج ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ مشرکین نے حضرت عمرؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تاکہ انہیں آبائی مذہب سے منحرف ہونے پر قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ کے ایک دوست نے اس گروہ کو بڑی مشکل سے منتشر کیا۔

الجوزی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے رسول اکرم ﷺ سے یہ سوال کیا۔ کیا ہم حق پر نہیں خواہ ہم جئیں یا مریں۔ رسول اکرم ﷺ نے جواب دیا۔ یقیناً ہم حق پر ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اور اب ہم اسلام کی تبلیغ اور نماز کی ادائیگی چھپ کر نہیں بلکہ مشرکوں کی موجودگی میں کریں گے۔

اتفاق کی بات ہے کہ حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ تین دن پہلے مشرف با اسلام ہوئے تھے۔ اُن کا بھی بہت رعب تھا۔ اب سب مسلمان حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کی قیادت میں دو قطاروں میں باہر نکلے اور کھلم کھلا نماز پڑھنے اور تبلیغ کرنے لگے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کی قیادت دیکھ کر مشرکوں کے دل جل گئے۔ لیکن انہیں مداخلت کی ہمت نہ ہوئی۔ اسی روز رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔

بخاری شریف میں درج ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو بہت تقویت اور عزت ملی۔

حضرت عمرؓ کی دور اندیشی

حضرت عمرؓ بہت ذہین اور دور اندیش تھے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی کئی تجاویز پسند آئیں اور اُن کو قرآنی تعلیمات کے ذریعے آئندہ نسلوں کیلئے فرض کر دیا۔ چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

جیسا کہ بخاری شریف میں درج ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ سب قسم کے لوگ آپ سے ملنے آتے ہیں۔ اُن میں سے بعض اچھے ہیں اور بعض اچھے ذہن کے حامل نہیں ہوتے۔ میری درخواست ہے کہ آپ اپنی بیویوں کو پردہ میں رہنے کی تلقین فرما دیں۔ تاکہ وہ بُرے لوگوں کی شر سے بچ جائیں۔

حضرت عمرؓ کے اس قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کیلئے یہ آیت نازل فرما دی۔ الاحزاب:53

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ

(ترجمہ) اور جب پیغمبر کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو یہ تمہارے اور اُن کے دونوں کے دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔

اس کے بعد سب مسلمان عورتوں کیلئے بھی آیت نازل فرمائی۔ الاحزاب: 59

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾

(ترجمہ) اے پیغمبر اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنی (مونہوں) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں۔ یہ امر اُن کے لئے موجب شناخت (وامتیاز) ہوگا تو کوئی اُنکو ایذا نہ دیگا۔ اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

اسی طرح بخاری اور مسلم میں درج ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ رب العزت نے تین معاملات میں میری تائید فرمائی:

اولاً: میں نے رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی: البقرۃ : 125

وَٱتَّخِذُوا۟ مِن مَّقَامِ إِبْرَٰهِـۧمَ مُصَلًّى

(ترجمہ) اور (حکم دیا کہ) جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اُسکو نماز کی جگہ بنالو۔

دوسری بات یہ کہ جیسا کہ اُوپر ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پردے کے بارے میں حکم صادر فرمایا۔

تیسرے یہ کہ جب رسول اکرم ﷺ کی بیویوں میں رشک اور قدرے حسد پیدا ہوا جس سے قدرتی طور پر رسول اکرم ﷺ کو تکلیف ہوئی۔ حضرت عمرؓ کو رسول اکرم ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ آپ کی تکلیف برداشت نہ کر سکے اور امہات مومنین کو اور خاص کر اپنی بیٹی حفصہؓ کو کہا کہ اگر تم باز نہ آؤ گی تو اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ کو تم سے بہتر بیویاں عطا فرمادیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کی آیت نازل فرمادی۔ التحریم: 5

عَسَىٰ رَبُّهُۥٓ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن يُبْدِلَهُۥٓ أَزْوَٰجًا خَيْرًا مِّنكُنَّ مُسْلِمَٰتٍ مُّؤْمِنَٰتٍ قَٰنِتَٰتٍ تَٰٓئِبَٰتٍ عَٰبِدَٰتٍ سَٰٓئِحَٰتٍ ثَيِّبَٰتٍ وَأَبْكَارًا ﴿٥﴾

(ترجمہ) اگر پیغمبر تم کو طلاق دیدیں تو عجب نہیں۔اُن کا پروردگار تمہارے بدلے اُن کو تم سے بہتر بیبیاں دیدے مسلمان صاحبِ ایمان فرمانبردار توبہ کرنیوالیاں عبادت گزار روزہ رکھنے والیاں بن شوہر اور کنواریاں۔

حضرت عمرؓ کی فراست

حضرت عمرؓ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے ہر معاملہ کی تہ تک پہنچ جاتے تھے۔اور اپنے فیصلہ کا نہایت جرأت سے اعلان فرماتے۔مثلاً بدر کی جنگ کے بعد مشرکین کے ستر سردار قید ہوئے۔ اس وقت تک اسیران جنگ اور مال غنیمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیطرف سے کوئی ہدایات نازل نہ ہوئی تھیں۔جیسا کہ ترمذی شریف میں ذکر ہے۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو فرمایا کہ اسیران جنگ کا معاملہ دو طرح سے نمٹایا جاسکتا ہے۔ایک یہ کہ سب اسیران جنگ کو قتل کر دیا جائے تاکہ طاقتور دشمن کی کمر ٹوٹ جائے۔یا یہ کہ اسیران جنگ سے مالی تاوان لیکر انہیں رہا کر دیا جائے۔آپ نے صحابہ کرامؓ کو اپنی اپنی رائے پیش کرنے کی دعوت دی۔حضرت عمرؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ نے پہلی رائے سے اتفاق کیا۔جب کہ باقی سب صحابہ کرامؓ نے دوسری رائے کو بہتر سمجھا۔رسول اکرم ﷺ چونکہ رحمۃ العالمین ہیں۔انہوں نے بھی دوسری رائے پر عمل درآمد کیا۔

اسی دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔جس میں دوسری رائے کی ترغیب دینے والے صحابہ کرامؓ کو تنبیہ کی گئی: الانفال: 67-68

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُۥٓ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِى ٱلْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ ٱلدُّنْيَا وَٱللَّهُ يُرِيدُ ٱلْـَٔاخِرَةَ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿67﴾ لَّوْلَا كِتَـٰبٌ مِّنَ ٱللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَآ أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿68﴾

(ترجمہ) پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اُس کے قبضے میں قیدی رہیں۔جب تک (کافروں کو قتل کرکے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہادے تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو۔اور خدا آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے۔اور خدا غالب حکمت والا ہے۔ اگر خدا کا حکم پہلے نہ آچکا ہوتا۔تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اُس کے بدلے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔

بعدازاں اللہ تعالیٰ نے اسیران جنگ اور مال غنیمت کے بارے میں مزید ہدایات نازل فرمائیں۔

اور امتِ محمدیہ پر بہت بڑا احسان کیا۔ ان ہدایات کی رو سے اسیران جنگ کا تاوان اور مالِ غنیمت امتِ محمدیہ کیلئے حلال کر دیئے گئے۔ بلکہ صحابہ کرامؓ وان کی گذشتہ لغزش معاف کر دی۔ الانفال: 69

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿69﴾

(ترجمہ) تو جو مالِ غنیمت تم کو ملا ہے اُسے کھاؤ (کہ وہ تمہارے لئے) حلال طیّب ہے۔ اور خدا سے ڈرتے رہو۔ بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت عمرؓ کی رشتہ داری

رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کی بیٹی حفصہؓ سے شادی کی۔ اس طرح حفصہؓ امہات المؤمنین میں سے ہیں۔ علاوہ ازیں جیسا کہ ابن عبدالبر القرطبی (363-463H) نے اپنی کتاب الاستیعاب میں اور حافظ ابن حجر العسقلانی (773-852H) نے اپنی کتاب الاصابہ میں لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثومؓ سے شادی کی۔ اس شادی کے بعد حضرت عمرؓ فخر سے کہتے تھے کہ اب میں رسول اکرم ﷺ کے کنبہ کا خونی رشتہ دار بن گیا ہوں۔

حضرت عمرؓ کا دورِ حکومت

حضرت عمرؓ کا دورِ حکومت اسلامی طرزِ حکومت کا بہترین نمونہ تھا۔ آپ نے ایران۔ شام۔ روم۔ فلسطین اور ترکی کے بعض حصے فتح کیے آپ نہایت ذہین اور مدبر تھے آپ کا نظامِ حکومت اصلاحات اور خدمتِ خلق کا جذبہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ آپ ہی نے اسلامی کیلنڈر بھی رائج کیا۔

فتح یروشلم

فتح یروشلم نہایت دلچسپ واقعہ ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے یروشلم کا محاصرہ کیا۔ بالآخر اہل یروشلم مسلمانوں سے صلح نامہ کرنے کیلئے اس شرط پر تیار ہوئے۔ کہ خلیفہ وقت اس صلح نامہ پر دستخط کرنے یروشلم آئیں۔

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور اپنے ایک غلام سالم نامی کے ہمراہ یروشلم کیلئے روانہ ہوگئے۔ ان دونوں کے پاس ایک اونٹ تھا۔ جس پر غلام اور آقا باری باری سواری کرتے جبکہ دوسرا ساتھی پیدل چلتا۔ یاد رہے کہ ان کے ساتھ کوئی اور سیکیورٹی یا پروٹوکول نہیں تھا کئی دنوں کے سفر کے بعد جب یروشلم شہر میں داخل ہونے لگے تو سالم کی سواری کرنے کی باری تھی۔ اور حضرت عمرؓ اونٹ کی نکیل پکڑے پیدل چل رہے تھے۔ سالم نے اپنی باری حضرت عمرؓ کو پیش کی۔ لیکن

حضرت عمرؓ نے انکار کیا اور فرمایا۔ کہ اسلام کی دی ہوئی عزت ہمارے لئے کافی ہے۔ بڑے بڑے لوگوں نے حضرت عمرؓ کو اونٹ کی نکیل تھامے پیدل چلتے یروشلم میں داخل ہوتے دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے باہمی صلح نامہ پر دستخط کئے۔ اور اہل یروشلم کو ہر طرح سے ذاتی اور مالی تحفظ اور امان عطا فرمائی۔ آپ نے ان کو اپنے مذہب پر قائم رہنے اور بغیر کسی روک ٹوک کے عبادت کرنے کی بھی اجازت دی۔

آپ کی شہادت

۲۶ ذی الحجہ سنہ ۲۳ھ کو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے نصرانی غلام ابولؤلؤ فیروز نے فجر کی نماز کے دوران حضرت عمرؓ پر اپنے خنجر سے حملہ کر دیا۔ آپ شدید زخمی ہوئے اور فرش پر گر پڑے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے نماز مکمل کرائی۔ ابولؤلؤ نے اپنے آپ کو بھی خنجر سے ہلاک کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے جانشین کے لئے ایک مجلس شوریٰ مقرر کر دی۔

آپ کی صاحبزادی حفصہؓ ماتمی الفاظ کہتی ہوئی اپنے والد کے پاس پہنچی۔ حضرت عمرؓ نے انہیں کہا میں تمہاری آنکھوں پر قابو نہیں پا سکتا لیکن یاد رکھو جس میت پر بین کیا جاتا ہے۔ فرشتے اس سے نفرت کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت صہیبؓ آپ کے زخم دیکھ کر چیخ اٹھے۔ ہائے عمر۔ ہائے عمر۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بھائی صبر سے کام لو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جس پر ماتم کیا جاتا ہے اس پر عذاب ہوتا ہے۔

وفات کے وقت حضرت عمرؓ کا سر انکے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے زانو پر تھا اور وہ وصیت سن رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرا سر زمین پر رکھ دے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ میرے زانو اور زمین میں کیا فرق ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرا چہرہ زمین پر رکھ دے۔ شاید خدا مجھ پر مہربان ہو جائے اور رحم کرے۔ کاش اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی عاجزی اور خدا کا خوف عطا کر دیں۔ آمین!

بخاری میں درج ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عمرؓ کی وفات کے بعد علیؓ عمرؓ کے گھر تشریف لائے اور علیؓ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے یہ فرمایا۔ اے عمرؓ اللہ تم پر رحم کرے تم نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے اعمال پر میں رشک کر کے ویسا ہی بننے کی کوشش کروں۔ خدا کی قسم مجھے یہی گمان غالب ہے کہ اللہ تمہیں تمہارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ (بہشت اور قبر) میں رکھے گا۔ کیونکہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو اکثر یہ فرماتے سنا۔ میں گیا اور ابوبکرؓ و عمرؓ (ساتھ تھے)۔ میں اندر داخل ہوا اور ابوبکرؓ و عمرؓ (بھی اندر داخل ہوئے) میں باہر نکلا اور ابوبکرؓ و عمرؓ (بھی میرے ساتھ باہر نکلے)۔ اس سے واضح ہے کہ نہ صرف رسول اکرم ﷺ بلکہ علیؓ بھی اپنے بھائیوں ابوبکرؓ اور عمرؓ کا کتنا احترام کرتے تھے۔

حضرت عثمانؓ (24H - 35H)

حضرت عثمانؓ نے طلوع اسلام کے فوراً بعد حضرت ابوبکرؓ کی تعلیم و تبلیغ سے اسلام قبول کیا آپ نے رسول اکرم ﷺ کی بیٹی رقیہؓ سے شادی کی۔ قریش کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر دونوں نے حبشہ ہجرت کی۔ امت محمدیہ میں آپ پہلا جوڑا تھے جنہوں نے اسلام کی راہ میں ہجرت فرمائی۔ کچھ عرصہ کے بعد انہیں یہ خبر ملی کہ اب مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے حالات بہتر ہیں۔ اس لئے آپ دونوں واپس مکہ مکرمہ آ گئے۔ بعد ازاں آپ دونوں نے مدینہ منورہ ہجرت کی۔ مدینہ منورہ میں رقیہؓ بیمار ہو گئیں۔ اور جب رسول اکرم ﷺ بدر کی جنگ میں مشغول تھے۔ رقیہؓ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

حضرت عثمانؓ نے رسول اکرم ﷺ کی دوسری بیٹی ام کلثومؓ سے شادی کی۔ اور اس طرح آپ نے ذوالنورین کا لقب حاصل کیا۔ (یعنی دو نوروں والے)۔

حضرت عثمانؓ کی فیاضی

مدینہ منورہ کے بعض مسلمانوں کو روز مرہ استعمال کیلئے پانی دستیاب نہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے بئر رومہ ایک یہودی سے خریدا اور مسلمانوں کو مفت پانی مہیا کیا۔ یہ اسلامی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا ٹرسٹ تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اس غیر معمولی عمل صالح کی وجہ سے جنت کی بشارت دی۔ سات ہجری کے دوران رسول اکرم ﷺ مسجد نبوی شریف کی توسیع کرنا چاہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ہی اس توسیع کیلئے مسجد نبوی شریف سے ملحقہ زمین خرید کر مسجد کی ملک کر دی۔ حضرت عثمانؓ نے کئی معرکوں میں دل کھول کر پیسہ دیا۔ مثلاً تبوک کی جنگ کیلئے آپ نے نوسو اونٹ۔ ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار دیئے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی شریف کی مزید توسیع کی۔ اسے نہایت خوب صورت پتھروں سے تعمیر کیا اور سب کام اپنی نگرانی میں کرایا۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ کہ مسجد نبوی شریف کی جنوبی دیوار وہی ہے جو حضرت عثمانؓ نے تعمیر کرائی تھی اور آجکل بھی امام صاحب اسی جگہ کھڑے ہوتے ہیں جہاں سے حضرت عثمانؓ نے نماز کی امامت کی۔ اسی لئے اسے محراب عثمانی کہا جاتا ہے۔

حضرت عثمانؓ کا دور خلافت

آپ کا ابتدائی دور خلافت نہایت پرسکون تھا۔ اور آپ نے ہر حکومتی شعبے کو ترقی دی۔ تاہم وسیع وعریض اسلامی سلطنت کو سنبھالنا قدرے مشکل ہو گیا۔ ابن سبا نے جو ایک یہودی منافق تھا۔ سازشوں کا جال بچھا دیا۔ بالآخر آپ کو اپنے گھر میں قرآن پاک کی تلاوت کے دوران شہید کر دیا

گیا۔ آپ کی شہادت کی داستان نہایت المناک اور طویل ہے۔ آپ کا یہ گھر موجودہ باب بقیع کے سامنے تھا۔ آپ نے دشمنوں کے خلاف لڑائی نہ کی۔ بلکہ اپنی زندگی اس بات پر قربان کردی کہ مسلمانوں کے درمیان خونریزی نہ ہو۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۸۲ برس تھی۔

یہ سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ مندرجہ بالا مشکل حالات کے دوران حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو نہایت مخلصانہ رائے دیتے رہے اور وہ حضرت عثمانؓ کے قریبی مشیر تھے۔ ان میں حد درجہ باہمی اعتماد اور احترام تھا۔ جب منافقین نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرلیا تو حضرت علیؓ نے اپنے دونوں بیٹوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو حضرت عثمانؓ کے گھر کے دروازے پر بطور سیکورٹی گارڈ یا پاسبان مقرر کیا۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے تقریباً ایک ماہ تک یہ اہم اور خطرناک ڈیوٹی دی۔ تاہم مجرمین حضرت عثمانؓ کے مکان کے عقب سے دیوار پھاند کر اندر داخل ہوگئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کردیا۔

رسول اکرم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کی پیشنگوئی کی تھی۔ ایک بار رسول اکرم ﷺ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ احد پہاڑ پر موجود تھے۔ پہاڑ اچانک تھرتھرانے لگا۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنا قدم مبارک پہاڑ پر آہستہ آہستہ مارا اور ساتھ ہی فرمایا۔ اے پہاڑ رک جا۔ کیونکہ تجھ پر ایک رسول۔ ایک صدیق اور دو شہداء ہیں۔ احد کا تھرتھرانا یکدم بند ہوگیا۔

یہ دلچسپ بات ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اپنے جانشین کیلئے ایک مجلس شوریٰ مقرر فرمائی۔ اس میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے۔ اس مجلس شوری کی میٹنگ کے دوران حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے کیلئے ووٹ دیا۔ جبکہ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنانے کیلئے ووٹ دیا۔ بالآخر حضرت عثمانؓ اتفاق رائے سے خلیفہ منتخب ہوئے۔ اس سے صاف واضح ہے کہ ہر دو کو ایک دوسرے کا کتنا احترام تھا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثوم سے شادی کی اور حضرت عمرؓ فخر سے یہ کہتے تھے کہ اس شادی کے بعد میں بھی رسول اکرم ﷺ کے کنبہ کا خونی رشتہ دار بن گیا ہوں۔

اگر ان سب امور کو سامنے رکھا جائے۔ تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ میں کسی قسم کی اَن بَن کا شائبہ تک نہ تھا۔ بلکہ وہ سب ایک دوسرے کے مداح اور مشیر خاص تھے۔ بدقسمتی سے بعض لوگ غلط بیانی سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور حقائق کی روشنی میں اپنی اصلاح کر کے دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران کرے۔ آمین!

حضرت علیؓ (35H - 40H)

حضرت علیؓ کی پرورش رسول اکرم ﷺ کے زیر سایہ ہوئی۔ پس حضرت علیؓ نے رسول اکرم ﷺ سے براہ راست تعلیم وتربیت حاصل کی۔ اور رسول اکرم ﷺ کے سب اوصاف حمیدہ کو دیکھا سمجھا اور اُن پر عمل پیرا ہوئے۔ حضرت علیؓ نے بچپن میں ہی اسلام قبول کر لیا اور بچپن سے ہی پختہ ایمان آپ کے دل میں پیوست ہو گیا تھا۔ آپ نے زندگی بھر اپنا چہرہ کسی بُت کے سامنے نہیں جھکایا۔ اسی لئے ہم آپ کے نام کے ساتھ تعظیماً کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ پر تعلیم وتبلیغ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل پہلی آیت نازل ہوئی۔ سورۃ الشعراء: 214

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾

(ترجمہ) اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنا دو۔

یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہدایت اور تعلیم وتبلیغ پہنچایئے۔ پس رسول اکرم ﷺ نے ایک روز اپنے سب قریبی رشتہ داروں کو کھانے پر مدعو کیا۔ اور کھانے کے دوران اسلام سے متعارف کرایا۔ لیکن حضرت علیؓ کے سوا کسی نے بھی آپکی بات کی طرف توجہ تک نہ دی اس وقت حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر نہایت جراتمندانہ انداز سے کہا گو میری آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ میری ٹانگیں بھی لاغر ہیں اور میں سب سے چھوٹا ہوں۔ پھر بھی میں رسول اکرم ﷺ کا ساتھی اور معاون رہوں گا۔ قریش کے سرداروں نے حضرت علیؓ کی یہ بات سن کر بہت زور سے قہقہہ لگایا۔

رسول اکرم ﷺ حضرت علیؓ کو بہت چاہتے تھے۔ حضرت علیؓ نے آپ کی چہیتی بیٹی فاطمہؓ سے شادی کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے عطا فرمائے جن کا نام حسنؓ حسینؓ اور محسنؓ (جو کہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے) تھے۔ اس کے علاوہ زینبؓ اور کلثومؓ آپکی دو بیٹیاں تھیں۔

یہ امر قابل غور ہے کہ گو مکہ کے قریش رسول اکرم ﷺ کے جانی دشمن تھے۔ لیکن وہ بخوبی جانتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ سب سے زیادہ قابل اعتماد اور ایماندار شخص ہیں۔ اس لئے آپ کے بدترین دشمن بھی اپنی قیمتی اشیاء اور زیورات رسول اکرم ﷺ کے پاس بطور امانت رکھا کرتے تھے۔ اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت علیؓ اپنی عمر سے زیادہ سمجھدار اور جرأت مند تھے۔ اسی لئے رسول

اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے وقت حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لیٹنے کو کہا اور ہدایت فرمائی کہ سب مالکوں کی امانتیں اُن کو واپس کریں۔ ایسے مشکل وقت میں ایسی ذمہ داری صرف حضرت علیؓ کو سونپی۔ جو کہ حضرت علیؓ کی اعلیٰ صلاحیتوں پر دلالت کرتی ہے۔

اللہ کا شیر

حضرت علیؓ نے سب لڑائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بے مثال جوانمردی کا مظاہرہ کیا۔ مثلاً بدر کی جنگ کی ابتداء ہی میں ولید بن عتبہ نے مسلمانوں کو للکارا۔ حضرت علیؓ نے اس کا سامنا کیا اور تھوڑی ہی دیر میں اسے واصل بہ جہنم کیا۔ اس سے مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ اسی طرح احزاب کی لڑائی میں عمرو بن عبدود جو ایک نہایت تجربہ کار جنگجو مشرک تھا۔ وہ اور اسکا گھوڑا خندق کو پھاند کر مسلمانوں کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ نے اسکا مقابلہ کرنا چاہا تو اُس نے آپ سے لڑنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ تم تو طفل مکتب ہو۔ میرے پائے کے کسی آدمی کو بھیجو۔ حضرت علیؓ اس کا مقابلہ کرنے پر مصر ہوئے اور اس مشرک کو بھی آناً فاناً قتل کر دیا۔

خیبر کی جنگ کے دوران مسلمانوں کی ان تھک کوششوں کے باوجود جب قماس نامی قلعہ فتح نہ ہو سکا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ ہر مسلمان کی خواہش تھی کہ یہ عزت افزائی اسے ملے اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اگلی صبح رسول اکرم ﷺ نے جھنڈا حضرت علیؓ کو عنایت فرمایا۔ اس وقت حضرت علیؓ قدرے علیل تھے اور انکی آنکھیں بُری طرح دُکھ رہی تھیں۔ اس وجہ سے لوگوں کو حیرت ہوئی۔ لیکن رسول اکرم نے اپنا لعاب اپنے ہاتھوں پر ڈالا اور اِن ہاتھوں سے حضرت علیؓ کی آنکھوں کو چھوا۔ اللہ کے فضل سے حضرت علیؓ کی آنکھیں صحت یاب ہو گئیں۔ اور حضرت علیؓ نے اس یہودی قلعے کو فتح کر لیا۔ اسی وجہ سے حضرت علیؓ کو فاتح خیبر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین ووطن
اس زمانے میں کوئی حیدر کرار بھی ہے

حضرت علیؓ کی غیر معمولی جنگی صلاحیتوں کیوجہ سے آپ کو اسد اللہ یا اللہ کے شیر کا خطاب ملا۔
رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف حضرت علیؓ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت لوگوں کی امانتیں

واپس کرنے پر مامور کیا۔ بلکہ وقتاً فوقتاً غیر معمولی ذمہ داری کے کام بھی آپ ہی کو سونپتے۔ مثلاً سن ۹ھ میں حضرت ابو بکرؓ امیر حج تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کی مکہ مکرمہ روانگی کے بعد رسول اکرم ﷺ پر سورہ برأت نازل ہوئی۔ اس وحی کے احکام کے اعلان کیلئے حضرت علیؓ کو مکہ مکرمہ بھیجا۔ پس حضرت علیؓ نے حج کے موقع پر اعلان کیا کہ آئندہ کسی غیر مسلم کو اور کسی شخص کو ننگے جسم سے طواف کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس طرح حرم شریف کو غیر مسلموں سے پاک کر دیا گیا۔

حضرت علیؓ کا دور خلافت

حضرت علیؓ ۲۱ ذوالحجہ سنہ ۳۵ھ کو خلیفہ بنے۔ اکثر مسلمانوں نے آپ کی بیعت کی۔ یہاں تک کہ منافق ابن سبا گروپ نے بھی آپ کی بیعت کی چند ممتاز صحابہ کرامؓ نے سیاسی مجبوریوں کی وجہ سے آپ کی بیعت نہ کی۔ حضرت علیؓ کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مثلاً آپ نے اپنی خلافت کے تیسرے دن ابن سبا گروپ کو مدینہ منورہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ ابن سبا گروپ نے صاف انکار کر دیا۔ اُن کا مقصد تھا کہ مدینہ منورہ میں رہ کر حالات کے مطابق ریشہ دوانیاں کرتے رہیں گے۔

حضرت علیؓ کا خیال تھا کہ پہلے حکومت کو مستحکم بنایا جائے اور پھر حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا کھوج لگا کر اُن کو سزا دی جائے۔ لیکن بعض ممتاز صحابہ کرامؓ کا خیال تھا۔ کہ خلیفہ وقت کو سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا کھوج لگانا چاہیے۔ ان دونوں انداز فکر میں فاصلہ بڑھتا گیا۔ اور اختلافات نے شدت اختیار کر لی۔

علاوہ ازیں ایک اور خطرناک گروپ کی تشکیل بھی ہوئی۔ اس کا نام خوارج تھا۔ انہوں نے حضرت علیؓ کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ اب یہ گروپ خفیہ سازشوں کے ذریعے مسلمان اکابرین کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جب حضرت علیؓ حضرت عمر بن عاصؓ اور حضرت معاویہؓ صبح کی نماز کو آئیں تو تینوں کو ایک ہی دن قتل کر دیا جائے۔ خوارج گروپ نے تین افراد کو اس کام کیلئے نامزد کیا۔ تینوں اپنی اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے کیلئے متعلقہ مقامات پر پہنچ گئے۔ تاکہ ۱۷ رمضان سنہ ۴۱ھ کی صبح کو اسے عملی جامہ پہنائیں۔ اتفاقاً حضرت عمر بن عاصؓ اس روز فجر کی نماز میں حاضر نہ ہوئے، امیر معاویہؓ معمولی زخموں کے بعد دشمنوں کے نرغے سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے، جبکہ عبداللہ بن ملجم نے حضرت علیؓ کو شدید زخمی کر دیا، اور آپ نے ان زخموں کی تاب نہ لا کر ۲۰ رمضان کو اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ حضرت علیؓ کا یہ اعزاز ہے کہ آپ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی اور شہادت کا

مرتبہ بھی ایک مسجد میں ہی ملا۔ کسی فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کسے را میسر نہ شد ایں مقام

بہ کعبہ ولادت، بہ مسجد شہادت

اس وقت آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ اور آپ کا دور خلافت چار سال اور نو ماہ تھا۔

مسند حسن میں درج ہے کہ حضرت علیؓ کو دفن کے بعد دوسرے روز امام حسنؓ نے مسجد میں خطبہ دیا۔ لوگو کل تم سے ایک ایسا شخص رخصت ہو گیا جس سے نہ اگلے علم میں پیش قدمی کر سکے اور نہ پچھلے اسکی برابری کر سکیں گے۔ رسول اللہ ﷺ اسے جھنڈا دیتے تھے۔ اور اسکے ہاتھ پر فتح ہو جاتی تھی۔ اس نے چاندی سونا کچھ نہیں چھوڑا۔ صرف اپنے روز ینے (یومیہ الاؤنس) میں سے کاٹ کر سات سو درہم گھر کے لئے جمع کیے (ایک درہم تقریباً چار آنے کا ہوتا تھا)۔

رسول اکرم ﷺ نے تبوک کی جنگ کے دوران علیؓ کو مدینہ منورہ میں انچارج بنایا۔ علیؓ نے قدرے ناخوشی کا اظہار کیا۔ کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ وہ بھی عملی طور پر جنگ میں حصہ لیں اور نہ کہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ مدینہ میں قیام کریں۔ جیسا کہ بخاری میں درج ہے سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے علیؓ سے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تمہارا درجہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسا ہارون علیہ السلام کا درجہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔ اس سے واضح ہے کہ رسول اکرم ﷺ علیؓ کی بہادری کے علاوہ اُن کی دیگر اعلیٰ صلاحیتوں کو کتنی قدر و منزلت سے دیکھتے تھے۔

غزوۂ احد

جنگ کا سرسری جائزہ

سید الشہدا امیر حمزہؓ کے مقبرہ اور احد پہاڑ کی زیارت سے پہلے غزوہ احد کا سرسری جائزہ لینا بہت سود مند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ کا سورہ آل عمران میں کئی جگہ ذکر فرمایا ہے۔ تاکہ امت محمدی اس سے ضروری ہدایت پا سکے۔

بدر کی جنگ میں مشرکین کے ستر لیڈر قتل ہوئے اور ستر ہی قید۔ جبکہ صرف چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ مشرکین اس کا بدلہ لینے کیلئے تین ہزار سپاہی۔ تین ہزار اونٹ۔ دو سو گھوڑے اور دیگر جنگی سامان کے ساتھ احد پہاڑ کے قریب پہنچ گئے۔ اس کے علاوہ اُن کے ہمراہ پندرہ عورتیں بھی تھیں جو کہ گیت گاتیں اور لڑائی کیلئے جذبات اُبھارتیں تھیں۔

شروع میں اسلامی فوج میں ایک ہزار افراد تھے۔ راستے میں منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ واپس مدینہ منورہ چلا گیا۔ حضرت جابرؓ کے والد صاحب نے انہیں یاد دہانی کے طور پر اللہ کے راستے میں جہاد کی ترغیب دی لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔ آل عمران: 167

وَلِيَعْلَمَ ٱلَّذِينَ نَافَقُوا۟ ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ قَٰتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَوِ ٱدْفَعُوا۟ ۖ قَالُوا۟ لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّٱتَّبَعْنَٰكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَٰنِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَٰهِهِم مَّا لَيْسَ فِى قُلُوبِهِمْ ۗ وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾

(ترجمہ) اور منافقوں کو بھی معلوم کر لے۔ اور (جب) اُن سے کہا گیا کہ آؤ خدا کے راستے میں جنگ کرو (کافروں کے) حملوں کو روکو۔ تو کہنے لگے کہ اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ رہتے یہ اس دن ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں ہیں۔ اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں خدا اس سے خوب واقف ہے۔

بالآخر صرف سات سو مسلمان تین ہزار مشرکوں کے مقابلے میں احد پہاڑ کے دامن میں ڈٹ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے لشکر کی ترتیب و تنظیم نہایت فراست سے کی۔ تیر اندازوں کے ایک گروہ کو

ایک پہاڑی پر متعین فرمایا۔ اور صحیح بخاری شریف کے الفاظ کے مطابق انہیں تلقین کی کہ اگر ہمیں چڑیاں اچک رہی ہوں۔ تب بھی اس جگہ کو نہ چھوڑنا حتیٰ کہ میں بلا بھیجوں۔

جنگ کا آغاز ہوا۔ تو شروع میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اکثر تیرانداز نیچے آکر مال غنیمت اکٹھا کرنے لگے۔ دشمن نے ان کی غیر حاضری کا فائدہ اُٹھایا اور یک بارحملہ کر کے فتح کو شکست میں بدل دیا۔ اس طرح بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور رسول اکرم ﷺ بھی زخمی ہوئے۔ مشرکوں نے شہداء کا مثلہ کیا۔ اور فتح کے نشے میں واپس مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔

چند واقعات کی قدرے تفصیل

جنگ کا آغاز ہوا۔ تو حضرت زبیر بن عوامؓ ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ۔ حضرت عاصم بن ثابت۔ حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے انفرادی طور پر مشرکوں کے سورماؤں کا مقابلہ کیا۔ ہر ایک صحابیؓ کو باذن اللہ فتح نصیب ہوئی اور انہوں نے ایک ہی خاندان کے دس افراد کو واصل جہنم کیا۔ یہاں تک کہ اس خاندان کا کوئی مرد باقی نہ بچا جو مشرکوں کا پرچم اٹھا سکے۔

تیراندازوں نے بھی شروع شروع میں نہایت اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ اور دشمن کے دستے کو تین بار پسپا کیا۔ اسی دوران ایک غلام ایک بڑی چٹان کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس کا نام وحشی تھا۔ جب حضرت حمزہؓ اس کی زد میں آئے تو ان پر اچانک وار کر کے انہیں شہید کر دیا۔ اس بڑے نقصان کے باوجود مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا۔ اور مشرکین میدان جنگ سے بھاگ رہے تھے۔ بخاری شریف میں حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ دشمن کی عورتیں میدان جنگ سے بے تحاشہ بھاگ رہی تھیں یہاں تک کہ اُن کی ٹانگوں کے نچلے حصے ننگے نظر آ رہے تھے۔

جب تیراندازوں نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا۔ تو فتح سے سرشار مال غنیمت اکٹھا کرنے لپک پڑے۔ ان کے لیڈر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی یاددہانی کے باوجود چالیس تیراندازوں نے اپنے مورچے چھوڑ دیئے اور باقی صرف نو افراد رہ گئے۔ دشمن نے مسلمانوں کی اس کمزوری کو بھانپ لیا۔ اور خالد بن ولید کی سرکردگی میں گھوڑسواروں نے ایک بار پھر تیراندازوں پر حملہ کیا۔ اور سب کو شہید کر دیا۔ دشمن کے گھوڑسواروں نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمان حیران و ششدر رہ گئے اور اِن کی تنظیم ٹوٹ گئی۔ کئی مسلمان جان بچانے کیلئے میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ پس آناً

﴿إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿153﴾ ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِّنكُمْ ۖ ....

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿155﴾

(ترجمہ) (وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب تم لوگ دُور بھاگے جاتے تھے اور کسی کو پیچھے پھر کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ تمکو تمہارے پیچھے کھڑے بُلا رہے تھے۔ تو خدا نے تم کو غم پر غم کی صورت میں بدلہ دیا تا کہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی یا جو مصیبت تم پر واقع ہوئی ہے تم اس سے ملال نہ کرو اور خدا تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔ پھر خدا نے غم و رنج کے بعد تم پر اطمینان کی کیفیت نازل فرمائی (یعنی) نیند کہ تم میں سے ایک جماعت پر طاری ہوگئی۔

(ترجمہ) جو لوگ تم میں سے (اُحد کے دن) جب کہ (مومنوں اور کافروں کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اُن کے بعض افعال کے سبب شیطان نے اُن کو پھسلا دیا مگر خدا نے اُن کا قصور معاف کر دیا۔ بیشک خدا بخشنے والا (اور) بُردبار ہے۔

اس مشکل وقت میں بھی کئی مسلمانوں نے دشمن کا بہت دلیری سے مقابلہ کیا۔ مثلاً حضرت انس بن النضرؓ کی شہادت کے بعد اُن کے جسم پر ستر زخم تھے ان کی بہن اُن کی لاش کو صرف اُن کی انگلیوں سے شناخت کر سکی۔

اس وقت رسول اکرم ﷺ کے گرد صرف نو صحابہ تھے دشمن نے اور پیش قدمی کی اور رسول اکرم ﷺ کے گرد خونریز جنگ ہونے لگی۔ آپ کی حفاظت کرنے والے سات صحابہ ایک ایک کر کے شہید

ہو گئے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں درج ہے۔ کہ اب صرف حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ پورے مشرکین کا مقابلہ کر کے رسول اکرم ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے زخم

دشمن نے آپ پر ایک پتھر پھینکا۔ رسول اکرم ﷺ گر پڑے۔ آپ کا ایک نچلا دانت ٹوٹ گیا اور نیچے کا ہونٹ بھی زخمی ہو گیا۔ ایک اور دشمن نے آپ کے ماتھے کو زخمی کر دیا۔ ایک تیسرے دشمن نے آپ پر اتنے زور سے تلوار کا وار کیا۔ کہ آپکی خود کی دو کڑیاں آپکے چہرے کے اندر دھنس گئیں۔ اب آپ کے چہرے سے مسلسل خون بہنے لگا۔

رسول اکرم ﷺ کی حفاظت

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مشرکوں پر تیر پر تیر چلا رہے تھے۔ رسول اکرم ﷺ آپ سے بہت خوش تھے۔ اور فرماتے تھے چلاؤ تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔

حضرت طلحہ بھی دشمن کا سر توڑ مقابلہ کر رہے تھے۔ اور اس دوران اپنے جسم کو رسول اکرم ﷺ کیلئے ڈھال بنا رکھا تھا۔ حضرت طلحہؓ کا اس دوران ایک ہاتھ زخمی ہو گیا اور آپکی انگلیاں کٹ گئیں جیسا کہ ترمذی شریف میں درج ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص چلتے پھرتے شہید کو دیکھنا چاہے تو طلحہ بن عبید اللہؓ کو دیکھ لے۔

بخاری شریف میں درج ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا کہ میں نے احد کی جنگ کے دوران دو ایسے افراد کو دیکھا جو کہ سفید کپڑوں میں ملبوس تھے اور رسول اکرم ﷺ کے گرد انکی حفاظت کیلئے بہت زور شور سے جنگ کر رہے تھے۔ میں نے ان دونوں کو نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ ہی بعد میں۔

ایک روایت کے مطابق وہ حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام فرشتے تھے۔

اب دوسرے صحابہ کرامؓ بھی نہایت سرعت سے آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔ ان کی تعداد تقریباً تیس ہو گئی اور ان میں سے ہر ایک نے نہایت جوانمردی کا مظاہرہ کیا جو کہ تاریخ کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

جوانمردی اور قربانی کی چند مثالیں

حضرت ابو دجانہؓ آپ کے سامنے بطور ڈھال ایسے کھڑے ہو گئے کہ حضرت ابو دجانہؓ کی پشت دشمن کی طرف تھی۔ پس دشمن کے تیروں کی بارش حضرت ابو دجانہؓ کی پشت پر ہو رہی تھی اور وہ ذرا بھی نہ ہلتے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے اپنے دانتوں سے رسول اکرم ﷺ کی خود کی ایک کڑی انکے چہرے سے نکالی تو حضرت ابوعبیدہؓ کا ایک نچلا دانت گر گیا۔ پھر دوسری کڑی نکالی تو ایک اور نچلا دانت گر گیا۔

دشمن نے کچھ گڑھے بھی کھود رکھے تھے۔ رسول اکرم ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے۔ اور آپ کے گھٹنے میں موچ آ گئی۔ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ نے آپ کو باہر نکالا۔

اسلامی فوج کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا اور آپ نہایت جوانمردی سے لڑ بھی رہے تھے۔ لڑائی کے دوران آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا آپ نے جھنڈے کو بائیں ہاتھ سے تھام لیا۔ بعد ازاں آپ کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو آپ نے اسلامی جھنڈے کو سینے اور گردن سے تھامے رکھا۔ اور آپ اسی حالت میں شہید ہوئے۔ حضرت مصعبؓ شکل و شباہت میں رسول اکرم ﷺ سے بہت ملتے تھے۔ اس لئے مشرکین نے یہ افواہ پھیلا دی کہ توبہ نعوذ باللہ محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ اس خبر سے کئی مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے۔

ام عمارہؓ۔ اُن کے خاوند اور دو بیٹے بھی رسول اکرم ﷺ کی حفاظت کے طور پر نہایت جانبازی سے لڑ رہے تھے۔ ام عمارہؓ اپنی ننگی تلوار لئے دشمنوں پر وار کر رہی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اس پورے کنبے کی بہادری اور قربانی سے بہت متاثر ہو کر فرمایا۔ یا اللہ اس پورے کنبے پر رحم فرما۔ اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی دعا فرمائی۔ یا اللہ اس سب کنبے کو جنت میں میرا ساتھی بنا دے۔

مسلمان عورتیں میدان جنگ میں

بخاری شریف میں درج ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ مسلمان عورتیں جنگ ختم ہونے کے بعد میدان جنگ میں زخمیوں کو پانی پلانے کیلئے آئیں ان میں عائشہؓ۔ ام سلیمؓ۔ ام سلیطؓ اور ام ایمنؓ تھیں۔

لاشوں کا مثلہ

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ حضرت مصعبؓ کی شہادت کے بعد مشرکوں کا خیال تھا کہ حضرت محمد ﷺ قتل ہو گئے ہیں۔ اس سے اُن کا اصل مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اب وہ شہداء کیطرف بڑھے اور اُن کے مثلہ میں مشغول ہو گئے شہداء کے ناک۔ کان اور شرمگاہیں کاٹ کر ہار بنائے۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کیا اور کلیجہ نکال کر چبانے لگی۔

صحابہ کا مقام

مسلمانوں کی فتح کے شکست میں بدل جانے کی تین وجوہات تھیں:

۱۔ تیراندازوں کا رسول اکرم ﷺ کی ہدایات سے انحراف۔

۲۔ رسول اکرم ﷺ کی شہادت کی افواہ۔

۳۔ میدان جنگ میں رسول اکرم ﷺ کی ہدایات کے متعلق نااتفاقی۔

امت مسلمہ کیلئے یہ بڑے سبق ہیں۔ آل عمران : 152

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ ٱللَّهُ وَعْدَهُۥٓ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِۦ ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَـٰزَعْتُمْ فِى ٱلْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّنۢ بَعْدِ مَآ أَرَىٰكُم مَّا تُحِبُّونَ ۚ مِنكُم مَّن يُرِيدُ ٱلدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ ٱلْـَٔاخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۖ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ ۗ وَٱللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿152﴾

(ترجمہ) اور خدا نے اپنا وعدہ سچا کر دیا (یعنی) اس وقت جبکہ تم کافروں کو اُسکے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جو تم چاہتے تھے خدا نے تم کو دکھا دیا۔ اس کے بعد تم نے ہمت ہار دی اور حکم (پیغمبر) میں جھگڑا کرنے لگے اور اس کی نافرمانی کی۔ بعض تو تم میں سے دُنیا کے خواستگار تھے اور بعض آخرت کے طالب۔ اس وقت خدا نے تم کو اُن (کے مقابلے) سے پھیر (کر بھگا) دیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے اور اُس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور خدا مومنوں پر بڑا فضل کرنیوالا ہے۔

اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی بعض لغزشوں کے باوجود اللہ تعالیٰ اُن کی حوصلہ افزائی فرمارہے ہیں۔ اور یقیناً معاف فرمارہے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر بہت فضل کرنے والے ہیں۔ پس صحابہ کرامؓ سے ان لغزشوں کا آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا۔

غزوہ احد کے مشکل ترین لمحات کی تفصیل آل عمران کی آیات 153-155 میں دی گئی ہے۔ تاکہ ہم ان سے سبق سیکھیں۔ ان آیات اور اسکا ترجمہ پچھلے صفحوں میں دیکھیں۔

واضح رہے کہ آیت نمبر 155 کے اخیر میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ سے جو لغزش ہوئی وہ شیطان کے اثر سے ہوئی۔ لیکن یقیناً اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو معاف فرمادیا۔ واقعی اللہ تعالیٰ نے بڑی مغفرت کرنے والے حلم والے ہیں۔ یہاں تک کہ خطا کے وقت بھی سزا نہیں دیتے۔

آیت نمبر 154 میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی لغزش کے باوجود اُن کو رحمت سے نوازا۔ اور وہ یوں کہ صحابہ کرامؓ پر لڑائی کے میدان میں اونگھ طاری کر دی۔ اس سے اُن کی تھکاوٹ وغیرہ غائب ہوگئی۔ پس میدان جنگ میں نیند اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جبکہ نماز کے دوران نیند زحمت ہے۔

یاد رہے کہ بدر کی جنگ کے دوران بھی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو ایسی ہی رحمت عطا فرمائی۔
سورۃ الانفال: 11

إِذْ يُغَشِّيكُمُ ٱلنُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ

(ترجمہ) جب اُس نے (تمہاری) تسکین کیلئے اپنی طرف سے تمہیں نیند (کی چادر) اُڑھادی۔

صحابہ کرامؓ کی ایک اور لغزش کا جائزہ لیجئے۔ جب منافق عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو ساتھیوں سمیت اسلامی فوج سے علیحدہ ہو کر واپس مدینہ منورہ چلا گیا۔ تو اس کا اثر دوسرے قبیلوں پر بھی ہوا۔ مثلاً بنی حارثہ اور بنی سلمہ نے چاہا کہ وہ بھی منافقوں کی روش اختیار کریں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صحابہ کرامؓ پر عنایات کے باعث دونوں قبیلوں کو نامردی کا شکار نہ ہونے دیا۔ اور اُن کے اس خیال کو تقویت نہ ملی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کے مددگار تھے۔ آل عمران : 122

إِذْ هَمَّت طَّآئِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَٱللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

(ترجمہ) اس وقت تم میں سے دو جماعتوں نے جی چھوڑ دینا چاہا مگر خدا اُن کا مددگار تھا اور مومنوں کو خدا ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

یہ دونوں قبیلے فخر سے کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حامی اور مددگار ہیں۔ سوچئے جب صحابہ کرامؓ کی بعض امور میں لغزش کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کے مددگار بنتے ہیں اور اُن پر رحمت کرتے ہیں تو اس کے برعکس جب صحابہ کرامؓ دن رات اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ امور سرانجام پاتے تھے تو اُن سے اللہ تعالیٰ کتنے زیادہ خوش ہوتے تھے۔

یہاں ایک اور بات قابل ذکر ہے وہ یہ کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی لغزشوں کو معاف فرمایا بلکہ رسول اکرم ﷺ کو بھی یہی حکم دیا۔ آل عمران: 155

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ

(ترجمہ) آپ اُن کو معاف کردو اور اُن کے لئے (خدا سے) مغفرت مانگو۔ اور اپنے کاموں میں ان سے مشاورت کیا کرو۔

رسول اکرم ﷺ کو دی گئی ان چار ہدایات پر آپ غور فرمادیں:

۱۔ صحابہ کرامؓ کی لغزشوں کے باوجود اُن کو بالکل معاف کردیں۔
۲۔ آپ اُن کے حق میں دعا فرمائیں۔
۳۔ آپ اللہ تعالیٰ سے التجا کریں کہ وہ انکو معاف فرمادیں۔
۴۔ ضروری امور میں اُن سے مشورہ کریں۔ پس عملی طور پر اُن کی عزت افزائی فرمائیں۔

یقیناً کسی اور مذہب میں ایسی اعلیٰ اقدار اور وسیع القلبی نہیں۔ مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ان نکات کے سمجھنے کے بعد کیسے کوئی شخص صحابہ کرامؓ کے بارے میں الزام تراشی کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک اور تحفہ

جیسا کہ واضح ہے۔ کہ اس جنگ کے آخری لمحات میں مشرکین کو فتح نصیب ہوئی۔ وہ بہت آسانی سے مدینہ منورہ پر دھاوا بول سکتے تھے۔ اور مسلمان عورتوں اور بچوں کو بے پناہ نقصان پہنچا سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں ایک خوف سا طاری کردیا اور وہ اس خوف کے

زیراثر واپس مکہ مکرمہ چلے گئے ۔آل عمران: 151

سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ﴿151﴾

(ترجمہ) ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھادیں گے ۔ کیونکہ یہ خدا کے ساتھ شرک کرتے ہیں جس کی اُس نے کوئی بھی دلیل نازل نہیں کی ۔ اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے ۔ وہ ظالموں کا بہت بُرا ٹھکانا ہے ۔

مجھے امید ہے کہ احد کی زیارت کرنے والے احباب مندرجہ بالا حقائق کو ذہن میں رکھیں گے ۔ تا کہ اُن کی روحانی سوچ میں فروغ ہو ۔

مدینہ کو واپس

رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے احد سے مدینہ کو واپسی کے دوران مسجد مستراح کی جگہ آرام فرمایا ۔ یہ مسجد سید الشہداء روڈ پر واقع ہے ۔ اس مسجد کی زیارت کے دوران ہمیں نہ صرف غزوہ احد کے شرکاء کیلئے دعا گو ہونا چاہیئے ۔ بلکہ اپنی آرام دہ زندگی کا رسول اکرم ﷺ اور زخمی صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے موازنہ بھی کرنا چاہیئے ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائیں ۔ آمین

غزوہ احزاب

اس غزوہ کا میدان جنگ مدینہ منورہ سے تقریباً تین کلو میٹر ہے۔ کفار مدینہ منورہ کے بالکل قریب پہنچ کر مسلمانوں کو روئے زمین سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کرنا چاہتے تھے۔ مکہ مکرمہ کے مشرکین مدینہ منورہ کے یہود اور کئی دوسرے قبائل نے اتفاق اور اتحاد کر کے ۱۵۔۱۲ ہزار کی نفری جمع کر لی۔ اس لئے اسے غزوہ احزاب کہتے ہیں (احزاب کے معنی ہیں گروپ یا گروہ)۔

دشمنوں کی سودہ بازی

مدینہ منورہ سے بیس یہودیوں کا وفد مکہ مکرمہ گیا اور قریش کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔
ان یہودیوں نے ایک اور جنگجو قبیلہ بنو غطفان کو بھی مسلمانوں سے جنگ کرنے کیلئے اس شرط پر تیار کرلیا۔ کہ اس سال خیبر کے علاقے کی آدھی (ایک اور روایت کے مطابق ساری) کھجوریں بنو غطفان کو عطیہ کے طور پر دیں گے۔ بنو نضیر کا سردار حیئ بن اخطب تھا۔ وہ یہودی قبیلہ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا۔ کعب بن اسد بھی کچھ تامل کے بعد احزاب میں شمولیت کیلئے تیار ہو گیا۔ یہ مسلمانوں اور یہودیوں کے باہمی سمجھوتہ کی سراسر خلاف ورزی تھی۔ اس طرح ایک کثیر تعداد دشمن مدینہ منورہ کے پاس پہنچ گئے۔ مسلمانوں کیلئے یہ ایک نہایت ہی کٹھن وقت تھا۔ سورۃ الاحزاب: 10-11

إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ ٱلْأَبْصَـٰرُ وَبَلَغَتِ ٱلْقُلُوبُ ٱلْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِٱللَّهِ ٱلظُّنُونَا۠ ﴿١٠﴾ هُنَالِكَ ٱبْتُلِىَ ٱلْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا۟ زِلْزَالًا شَدِيدًا

(ترجمہ) جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے) دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔

رسول اکرم ﷺ کی جنگی حکمت عملی

شوریٰ اسلامی تعلیمات کا ایک اہم جز ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک مجلس شوریٰ قائم کر دی جس میں حضرت سلمان فارسیؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت سعد بن معاذؓ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوبکرؓ تھے۔

احزاب کے میدان جنگ میں مساجد بعض انہیں اکابرین کے نام سے موسوم ہیں۔
سلمان فارسیؓ نے رائے دی کہ ہمارے اور دشمن کے درمیان ایک خندق کھودی جائے تا کہ دشمن

مسلمانوں کیطرف پیش قدمی نہ کرسکیں۔ رسول اکرم ﷺ کو یہ رائے پسند آئی۔ آپ نے مسلمانوں کے کئی گروپ بنا دیئے۔ ہر گروپ میں دس افراد تھے۔ اور ہر گروپ کو چالیس گز لمبی اور پانچ گز گہری خندق کھودنی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے خود بھی باقی مسلمانوں کیطرح اپنے حصے کی خندق کھودی۔ سوچیئے کہ کوئی بھی کمانڈران چیف اس طرح جنگی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لیتا۔

رسول اکرم ﷺ کی جنگی حکمت عملی کے مطابق اب خندق دشمنوں اور مسلمانوں کے درمیان حائل تھی۔ اور مسلمانوں کی پشت میں سلع پہاڑ تھا اس لئے دشمن سامنے اور پشت سے حملہ آور نہ ہوسکتا تھا۔

خندق کی کھدائی بہت مشکل کام تھا۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں درج ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے رسول اکرم ﷺ سے شدید بھوک کا تذکرہ کیا اور اپنے پیٹ پر باندھا ہوا پتھر دکھایا۔ اس پر رسول اکرم ﷺ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا۔ تو آپ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

چند معجزے

جنگ کے دوران ہی کئی معجزے رونما ہوئے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں درج ہے۔ حضرت جابرؓ نے رسول اکرم ﷺ کے چہرے مبارک پر شدید بھوک اور کمزوری کے آثار دیکھے۔ انہوں نے گھر جا کر ایک چھوٹا بکرا ذبح کیا اور ان کی اہلیہ صاحبہ نے تقریباً اڑھائی کلو آٹے کی روٹیاں پکائیں۔ حضرت جابرؓ نے رسول اکرم ﷺ کو کھانے کی دعوت دی اور درخواست کی کہ اپنے ساتھ چند صحابہ کرامؓ کو بھی لائیے۔ رسول اکرم ﷺ حضرت جابرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور آپکے ساتھ تقریباً ایک ہزار صحابہ کرامؓ بھی تھے۔ حضرت جابرؓ اور انکی اہلیہ صاحبہ اتنے مہمانوں کو دیکھ کر فکر مند ہوگئے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے صحابہ کرامؓ کو کھانا تقسیم کیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ سب صحابہ کرامؓ نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پھر بھی کچھ کھانا بچ گیا جو کہ پڑوسیوں میں تقسیم کردیا گیا۔ حضرت جابرؓ قبیلہ بنوحرام سے تھے۔ سلع پہاڑ کے مغربی دامن میں اب بھی مسجد بنوحرام موجود ہے۔ جابرؓ کا گھر اس مسجد کی جگہ یا اسکے پاس تھا۔

ابن ہشام فرماتے ہیں۔ کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی بہن مٹھی بھر کھجوریں لیکر میدان جنگ میں آئی۔ رسول اکرم ﷺ نے ان سے کھجوریں مانگیں۔ اور زمین پر ایک کپڑا بچھا کر اس پر یہ کھجوریں ڈال دیں۔ پھر سب مجاہدین کو دعوت دی۔ بفضل خدا سب مسلمانوں نے دل بھر کر کھجوریں کھائیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ کپڑے پر بکھری ہوئی کھجوریں بجائے کم ہونے کے بڑھتی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ کپڑے کے کنارے سے باہر گرنے لگیں۔

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آگئی۔ یہ بات رسول

اکرم ﷺ کے نوٹس میں لائی گئی۔ آپ وہاں تشریف لے گئے اور مندرجہ ذیل آیت پڑھ کر اپنے کھدائی کے آلہ سے اس چٹان پر ضرب لگائی۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا

(ترجمہ) اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔

اس چٹان سے ایک چنگاری نکلی اور اس کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ نے دوبارہ مندرجہ ذیل آیت پڑھی اور دوسری ضرب لگائی۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ

(ترجمہ) اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔

پھر ایک چنگاری نکلی اور ایک تہائی حصہ اور ٹوٹ گیا۔ آپ نے تیسری بار پھر مندرجہ ذیل آیت پڑھ کر ضرب لگائی۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

(ترجمہ) اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور وہ سنتا جانتا ہے۔

تیسری بار پھر چنگاری نکلی اور باقی ماندہ چٹان بالکل چکنا چُور ہو گئی۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے دیکھا کہ آپ کی ہر ضرب کے ساتھ چٹان سے ایک چنگاری نکلی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ پہلی چنگاری میں مَیں نے شام کے سرخ محل دیکھے اور جبریل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ آپ کی قوم اِن کو فتح کرے گی۔ دوسری چنگاری میں میں نے ایران کے سفید محل دیکھے اور جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی قوم ایران کو بھی فتح کرے گی۔ تیسری چنگاری کے دوران مجھے یمن کی چابیاں دی گئیں۔ اور مجھے بتایا گیا کہ آپ کی قوم یمن کو بھی فتح کرے گی۔

مسلمان یہ خبریں سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کے حوصلے بڑھ گئے اُن کے دلوں میں ذرا بھر شک وشبہ نہ ہوا۔ جبکہ اسی جنگ مین موجود منافقین مذاق اُڑانے لگے۔ ایک دوسرے سے کہتے کہ اِن کو اور انکے رسول ﷺ کو کیا ہو گیا ہے۔ کھانے کو روٹی نہیں۔ پیٹوں پر پتھر باندھے ہیں جبکہ عظیم الشان سلطنتوں کو فتح کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

منافقین کی ذہنیت

منافق وہ لوگ ہیں جو کہ ظاہری طور پر اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہیں لیکن اسلام کی صحیح روح اُن کے دلوں میں داخل نہیں ہونے پاتی۔ پس وہ صوم وصلوۃ کے پابند نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ جہاد وقتال میں بھی شامل ہوتے ہیں لیکن اُن کی موجودگی بُرے سے بُرے دشمن سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ غزوہ احزاب کے دوران بھی ایسے منافق موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ سب کے دلوں کے حالات جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں اِن منافقوں کے اقوال واعمال کو ظاہر کر دیا۔ چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

جب منافقوں نے کثیر التعداد دشمن کو دیکھا تو چلا اُٹھے کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے فی الحقیقت ہمیں دھوکا دیا ہے۔ سورۃ الاحزاب: 12

وَإِذْ يَقُولُ ٱلْمُنَـٰفِقُونَ وَٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ إِلَّا غُرُورًا

(ترجمہ) اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی کہنے لگے کہ خدا اور اُس کے رسول نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔

اسی طرح منافقوں نے مسلمانوں سے کہا کہ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سورۃ الاحزاب:13

وَإِذْ قَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَـٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَٱرْجِعُوا۟

(ترجمہ) اور جب اُن میں سے ایک جماعت کہتی تھی کہ اے اہل مدینہ (یہاں) تمہارے لئے (ٹھیرنے کا) مقام نہیں تم لوٹ چلو۔

بعض منافقوں نے رسول اکرم ﷺ سے یہ کہا کہ ہمارے گھر اور بیوی بچے خطرے میں ہیں۔ اس لئے ہمیں واپس مدینہ منورہ جانے کی اجازت دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے بہانے اور فریب کو کھول دیا۔ سورۃ الاحزاب : 13

وَيَسْتَـْٔذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ ٱلنَّبِىَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِىَ بِعَوْرَةٍ ۖ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾

(ترجمہ) اور ایک گروہ اُن میں سے پیغمبر سے اجازت مانگنے اور کہنے لگا کہ ہمارے گھر کھلے

پڑے ہیں۔حالانکہ کُھلے نہیں تھے۔وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔

بعض منافق نہ صرف خود جنگ میں شامل نہ ہوئے بلکہ انہوں نے دوسرے رشتہ داروں کو بھی اس کی ترغیب دی۔سورۃ الاحزاب: 18

❁ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۖ وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٨﴾

(ترجمہ) خدا تم میں سے اُن لوگوں کو بھی جانتا ہے جو (لوگوں کو) منع کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ۔اور لڑائی میں نہیں آتے مگر کم۔

اللہ تعالیٰ نے اِن منافقوں کی نشان دہی کر دی۔فرمایا کہ جب اُن پر کوئی خوف طاری ہوتا ہے تو اُن کی آنکھوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے جیسے کہ موت طاری ہونے کے وقت آنکھیں پتھرا سی جاتی ہیں۔اور جب خوف ختم ہوتا ہے تو آپ سے تیز زبان اور گستاخی سے مخاطب ہوتے ہیں۔سورۃ الاحزاب: 19

فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُم بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٩﴾

(ترجمہ) پھر جب ڈر (کا وقت) آئے تو تم اُن کو دیکھو کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں (اور) اُنکی آنکھیں (اسی طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آرہی ہو۔پھر جب خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں کے ساتھ تمہارے بارے میں زبان درازی کریں اور مال میں بخل کریں یہ لوگ (حقیقت میں) ایمان لائے ہی نہ تھے تو خدا نے اُن کے اعمال برباد کر دیے۔اور یہ خدا کو آسان تھا۔

سورۃ الاحزاب میں اس جنگ کے دوران منافقوں کی کئی اور ذلیل حرکتوں کا بھی ذکر ہے۔

مخلصین مومنین کا رویہ

بخلاف اس کے جب مخلصین مؤمنین نے اتنے بڑے جنگجو لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے۔ سورۃ الاحزاب: 22

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾

(ترجمہ) اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا۔ تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا خدا اور اُس کے پیغمبر ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور خدا اور اُس کے پیغمبر ﷺ نے سچ کہا تھا۔ اور اس سے اُن کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہو گئی۔

کیونکہ مومنین قرآن پاک کی تعلیمات پر پختہ ایمان رکھتے تھے۔ البقرة: 214

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ﴿214﴾

(ترجمہ) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یُونہیں) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔ اُن کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو اُن کے ساتھ تھے سب پکار اُٹھے کہ کب خدا کی مدد آئیگی۔ دیکھو خدا کی مدد عنقریب (آیا چاہتی) ہے۔

مومنین کا صرف زبانی کلامی ایمان نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے وعدوں پر پورے اترے۔ یعنی بعض شہید ہو گئے۔ اور باقی بے تابی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان ہونے کیلئے منتظر ہیں۔ اُن کے ارادوں میں ذرا بھر فرق نمودار نہیں ہوا۔ سورۃ الاحزاب: 23

مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿23﴾

(ترجمہ) مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار اُنہوں نے خدا سے کیا تھا اُس کو سچ کر دکھایا۔ تو اُن میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور اُنہوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد

دونوں فوجیں تقریباً ایک ماہ ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ ڈالے پڑی رہیں۔ اس دوران دو بڑی اہم تبدیلیاں ہوئیں۔ ایک یہ کہ مشرکوں اور یہودیوں کے درمیان معجزانہ طریقہ سے نا اتفاقی پڑ گئی اور وہ ایک دوسرے کا اعتماد کھو بیٹھے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت سرد ہوا کا طوفان بھیجا

جس کا اثر دونوں فوجوں پر ہوا۔ مشرکوں کے خیمے اُڑ گئے اور وہ اس سردی کی تاب نہ لا سکے۔ پس مشرک مایوس ہو کر غصے سے بھرے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

دراصل اس سے مشرکوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور انہیں آئندہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

بخاری شریف میں درج ہے۔ حضرت سلیمان بن صردؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ اب مشرک ہم پر کبھی بھی حملہ کرنے کی جرأت نہ کریں گے۔ بلکہ ہم اُن پر حملہ آور ہونگے اور ہماری فوجیں اُن کی طرف پیش قدمی کریں گی۔

دیگر نکات

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو شام ایران اور یمن کی طاقتور سلطنتوں کی تسخیر کی خوش خبری دی منافقین نے اس کا خوب مذاق اڑایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مذاق کے جواب میں ایک بہت اہم آیت نازل فرمائی: سورۃ آل عمران: 26

قُلِ ٱللَّهُمَّ مَٰلِكَ ٱلْمُلْكِ تُؤْتِى ٱلْمُلْكَ مَن تَشَآءُ وَتَنزِعُ ٱلْمُلْكَ مِمَّن تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَآءُ ۖ بِيَدِكَ ٱلْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿26﴾

(ترجمہ) کہو کہ اے خدا (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔ اور جس کو چاہے عزت دے۔ اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے۔ اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

جیسے کہ تاریخ شاہد ہے۔ کہ مسلمانوں نے شام ایران اور یمن کی عالی شان سلطنتوں کو فتح کیا۔

یہ سوال بار بار پوچھا جاتا ہے کہ مسلمان آجکل کی غیر مسلم بڑی طاقتوں کو کیسے مسخر کر سکتے ہیں۔

جواب واضح ہے کہ اگر مسلمان قرآن وسنت پر عمل پیرا ہوں اور رسول اکرم ﷺ کے صحابۂ کرامؓ کے نقش قدم پر گامزن ہوں تو یقیناً کامیابی ان کے قدم چومے گی۔ جیسا کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

لیکن افسوس کہ ہمارا حال تو بالکل اس کے برعکس ہے اسی لئے علامہ اقبال نے آجکل کے مسلمانوں پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

مدینہ منورہ کے قدیم یہودی قبائل

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ہدایت عطا فرمائی اور وہ تورات سے رسول اکرم ﷺ کی بعثت اور قرآنی ہدایات کے بارے میں واضح طور پر جانتے تھے۔ یہاں تک کہ وقت اور مقام کا تعین بھی کر دیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے یہودی قبیلے شام سے نقل مکانی کر کے مدینہ منورہ کے گردنواح میں آباد ہو گئے تھے۔ سورۃ البقرۃ: 146

ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَعْرِفُونَهُۥ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَآءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ ٱلْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿146﴾

(ترجمہ) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان (پیغمبر آخرالزماں اور قرآن) کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں۔ مگر ایک فریق ان میں سے سچی بات کو جان بُوجھ کر چُھپا رہا ہے۔

ان قبائل کی دلی خواہش تھی کہ وہ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد سے اپنے سب دشمنوں کو زیر کر لیں گے۔ یہ بات فخریہ طور پر علی الاعلان کہتے تھے۔ سورۃ البقرۃ: 89

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَٰبٌ مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا۟ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا۟ كَفَرُوا۟ بِهِۦ ۚ فَلَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿89﴾

(ترجمہ) اور جب خدا کے ہاں سے اُن کے پاس کتاب آئی جو اُن کی (آسمانی) کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے۔ اور وہ پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے تو جس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے جب اُن کے پاس آ پہنچی تو اُس سے کافر ہو گئے پس کافروں پر خدا کی لعنت۔

جب رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو یہودی قبائل نے جاننے پہچاننے کے باوجود آپ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ انکی ایک دلیل یہ پیش کی کہ محمد ﷺ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ جبکہ یہودیوں کے سب نبی اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔

رسول اکرم ﷺ نے بدمزگی پیدا کرنے کے بجائے ان قبائل سے ایک باہمی سمجھوتہ کر لیا۔ تا کہ

سب گروپ سکون سے زندگی بسر کر سکیں۔ رسول اکرم ﷺ کی یہ بہت بڑی دوراندیشی تھی۔ Live and let live والی پالیسی تھی۔ یعنی خود سکون سے زندگی بسر کریں اور دوسروں کو بھی سکون سے زندگی بسر کرنے دیں۔ اس سمجھوتے کی چند شرائط مندرجہ ذیل تھیں۔

ا۔ یہودی مسلمانوں کے خلاف نہ لڑیں گے۔

۲۔ اگر کوئی مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو یہودی انکی مدد نہ کریں گے۔

۳۔ اگر کوئی گروپ یہودیوں پر حملہ کرے گا تو مسلمان یہودیوں کی مدد کریں گے۔

مدینہ منورہ کی ننھی منّھی اسلامی ریاست کا یہ پہلا اور بہت اہم تاریخی سمجھوتہ تھا۔

مذکورہ بالا یہودی قبائل مدینہ منورہ سے تقریباً اڑھائی میل جنوب کیطرف آباد تھے۔ یہ بہت امیر تھے اور انکے بڑے بڑے باغات تھے ان کے نہ صرف رہائش کیلئے عالی شان مکان ہوتے تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنی حفاظت کیلئے نہایت مضبوط قلعے بھی تعمیر کئے ہوئے تھے۔ اُن کے محلات اور قلعوں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔

کھنڈرات تک پہنچنے کا راستہ

آپ مسجد نبوی سے قربان روڈ (جو کہ امیر عبدالمحسن روڈ بھی کہلاتی ہے) پر جنوب کیطرف جایئے۔ پہلی ٹریفک لائٹ کی دائیں طرف جمعہ مسجد ہے قربان روڈ پر آگے بڑھیئے۔ دوسری ٹریفک لائٹ پر الہجرہ روڈ ہے جو کہ مسجد قباء کیطرف لے جاتی ہی۔ آپ اس لائٹ پر بھی آگے بڑھ جایئے حتیٰ کہ قربان روڈ پر تیسری ٹریفک لائٹ آ جائے۔ یہ مدینہ منورہ کی وسطی دوری روڈ ہے۔ اگر آپ اس ٹریفک لائٹ پر دائیں کو مڑیں گے تو آپ کے گرد ونواح میں یہودی قبیلہ بنونضیر کے کھنڈرات نظر آئیں گے۔

اگر آپ تیسری ٹریفک لائٹ پر اور آگے بڑھیں یعنی قربان روڈ پر اور جنوب میں جائیں تو آپ مدینہ منورہ کی دوسری دوری روڈ پر پہنچ جائیں گے۔ آپ دوسری دوری روڈ کے باہر کی طرف نظر دوڑائیں تو ایک سیاہ پہاڑ نظر آئے گا۔ اس کا نام بنو قریظہ پہاڑ ہے۔ یہیں پر یہودی قبیلہ بنو قریظہ آباد تھا۔ دراصل مستشفیٰ وطنی اور بنو قریظہ پہاڑ کے درمیانی حصہ میں اس قبیلہ کے باغات اور بستیاں تھیں اور قلعہ اس پہاڑ کے قریب تھا۔ اب میں ان دو قبیلوں کے حالات باری باری لکھوں گا۔

بنو نضیر

بنو نضیر کا سردار کعب بن اشرف تھا۔ وہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کو اکسانے اور انکی مدد کرنے میں مشغول رہتا تھا۔ مثلاً ایک بار کعب بن اشرف چالیس افراد کے ہمراہ ایک وفد کی صورت میں مشرکین مکہ کے پاس پہنچا۔ اور ان کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ مشرکین نے کعب بن اشرف سے پوچھا۔ کہ اس کی نظر میں ہمارا مذہب اچھا ہے یا کہ مسلمانوں کا مذہب۔ کعب بن اشرف گو اہل کتاب تھا۔ لیکن دنیاوی مفاد کے پیش نظر مذہب کو بھی بیچ دیا۔ اس نے مشرکوں سے کہا کہ یقیناً ان کا مذہب مسلمانوں سے بہتر ہے۔ سورۃ النساء: 51

أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ نَصِيبًا مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ يُؤْمِنُونَ بِٱلْجِبْتِ وَٱلطَّٰغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا۟ هَٰٓؤُلَآءِ أَهْدَىٰ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ سَبِيلًا ﴿51﴾

(ترجمہ) بھلا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ دیا گیا ہے۔ کہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کفار کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں کی نسبت سیدھے رستے پر ہیں۔

ایسی بات چیت کے بعد دونوں فریقوں میں یہ معاہدہ طے ہوا کہ وہ مل کر مسلمانوں سے لڑائی کریں گے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ کو اس معاہدے سے مطلع فرمایا۔ کعب بن اشرف کی خیانت آشکار ہوگئی۔ یہ مسلمانوں اور یہودیوں کے باہمی معاہدہ کی سراسر خلاف ورزی تھی۔

پس رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ کعب بن اشرف کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے یہ کام سرانجام دیا۔

بنو نضیر کی دوسری حرکت اس سے بھی زیادہ معیوب اور غیر مہذب تھی۔ ایک بار رسول اکرم ﷺ بنو نضیر کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس قبیلہ نے آپ کو قتل کرنے کا یہ سنہری موقع سمجھا۔ پس آپ کو ایک دیوار کے سائے میں بٹھایا اور انکی سازش کے مطابق دیوار سے ایک بڑا پتھر گرا کر آپ کو ہلاک کرنا مقصود تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس ذلیل سازش سے مطلع فرمایا۔ آپ فی الفور اُٹھ کر مدینہ منورہ واپس آگئے۔

اب رسول اکرم ﷺ بنو نضیر کو یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ تم نے باہمی سمجھوتے کی کھلی خلاف ورزی کی ہے۔ پس میں تم کو دس دن کی مہلت دیتا ہوں کہ اس علاقہ سے نکل کر کہیں اور چلے جاؤ۔

منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبَی نے بنونضیر کو تھپکی دی اور کہا۔تم اپنے گھروں میں ڈٹ جاؤ اور کسی دوسری جگہ کوچ کرنے کا ارادہ ترک کردو۔میں اپنے دو ہزار ساتھیوں کے ساتھ تمہاری مدد کروں گا۔

یہ سنتے ہی بنونضیر نے نقل مکانی کرنے سے صاف انکار کردیا اور اپنے مضبوط قلعے میں بیٹھ گئے

مسلمانوں نے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔بنونضیر نے قلعے کے اندر سے مسلمانوں پر خوب تیر برسائے۔

مسلمانوں نے ان کے قیمتی باغات کے درختوں کو کاٹنا اور جلانا شروع کردیا منافقین کا ایک شخص بھی بنونضیر کی مدد کو نہ پہنچا۔اللہ تعالٰی نے منافقین کا رویہ بیان فرمایا۔الحشر: 16

كَمَثَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَٰنِ ٱكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّى بَرِىٓءٌ مِّنكَ إِنِّىٓ أَخَافُ ٱللَّهَ رَبَّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿16﴾

(ترجمہ) (منافقوں کی) مثال شیطان کی سی ہے کہ انسان سے کہتا رہا کہ کافر ہوجا جب وہ کافر ہوگیا تو کہنے لگا کہ مجھے تجھ سے کچھ سروکار نہیں۔مجھ کو تو خدائے رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔

اللہ کی مدد

اس دوران اللہ تعالٰی نے بنونضیر کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔اور وہ شہر بدر ہونے کو تیار ہوگئے۔رسول اکرم ﷺ نے پھر بھی اُن سے یہ رعایت کی کہ جو کچھ ساتھ لے جاسکتے ہو۔لے جاؤ۔کوئی روک ٹوک نہ ہوگی۔بنونضیر ہر طرح کا گھریلو سامان اور دروازے اور کھڑکیاں تک ساتھ لے گئے۔تاکہ اُن کی دنیاوی حرص پوری ہو۔بنونضیر کی بربادی کا نقشہ سورہ حشر میں دیا ہے۔الحشر: 2

هُوَ ٱلَّذِىٓ أَخْرَجَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ مِن دِيَٰرِهِمْ لِأَوَّلِ ٱلْحَشْرِ ۚ مَا ظَنَنتُمْ أَن يَخْرُجُوا۟ ۖ وَظَنُّوٓا۟ أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ ٱللَّهِ فَأَتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا۟ ۖ وَقَذَفَ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلرُّعْبَ ۚ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِى ٱلْمُؤْمِنِينَ فَٱعْتَبِرُوا۟ يَٰٓأُو۟لِى ٱلْأَبْصَٰرِ ﴿2﴾

(ترجمہ) وہی تو ہے جس نے کفار اہل کتاب کو حشرِ اوّل کے وقت اُن کے گھروں سے نکال دیا۔تمہارے خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے۔اور وہ لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اُن کے قلعے اُنکو خدا (کے عذاب) سے بچالیں گے۔مگر خدا نے اُن کو وہاں سے آلیا جہاں سے اُنکو گمان بھی نہ

تھا۔ اور اُن کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔ کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں سے اُجاڑنے لگے۔ تو اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو عبرت پکڑو۔

ضروری نکات

۱۔ جب بنو نضیر نے بار بار باہمی سمجھوتہ کی خلاف ورزی کی تو رسول اکرم ﷺ نے اُن سب کو قتل کرنے کا حکم صادر نہ فرمایا۔ بلکہ صرف دوسرے علاقے میں نقل مکانی کا حکم دیا تا کہ اِن کی روزمرہ کی شرارتوں سے نجات حاصل کر سکیں۔

۲۔ رسول اکرم ﷺ نے اُن کو دس دن کی مہلت دی۔ تا کہ وہ بخوبی اس سفر کی تیاری کر سکیں۔

۳۔ رسول اکرم ﷺ نے اُن سے یہ بھی رعایت کی کہ اپنے ساتھ ہر طرح کا ساز و سامان لے جا سکتے ہیں۔ کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہوگی۔

۴۔ مسلمانوں نے بنو نضیر کو تنگ کرنے کیلئے چند درخت کاٹے اور چند ہی جلائے۔ تا کہ بنو نضیر مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیں۔ البتہ مسلمانوں نے قلعے کو آگ نہ لگائی۔ بخلاف اس کے آج کل کی مہذب قومیں قلعوں اور گھروں کو آگ لگا دیتی ہیں یا بھاری مشنری سے مسمار کرتی ہیں جس سے جانی نقصان بھی ہوتا ہے۔

ان نکات سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ انسانی حقوق کا کیسے اور کتنا خیال کرتے تھے۔ ظاہر ہے یہ آج کل کی مہذب قوموں کے حقوق انسانی کے تحفظ سے بالکل مختلف ہے۔

بنوقریظہ

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ بنو نضیر کے سردار کعب بن اشرف نے مکہ مکرمہ کے مشرکوں سے مسلمانوں کے خلاف سازش کی۔ پھر بنو نضیر نے رسول اکرم ﷺ کو ایک بڑے پتھر سے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ اور مسلمانوں اور یہودیوں کے باہمی سمجھوتہ کی کھلی خلاف ورزیاں کیں۔ اس کے نتیجے کے طور پر انہیں شہر بدر ہونا پڑا۔ کچھ شام چلے گئے اور کچھ خیبر میں منتقل ہو گئے۔ لیکن اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے۔

مثلاً بنو نضیر کا ایک وفد پہلے مکہ مکرمہ پہنچا اور قریش مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ پھر بنو غطفان کو ساتھ ملایا اور اسکے بعد یہودی قبیلہ بنو قریظہ نے بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ احزاب میں مدد کرنے کی حامی بھر لی۔ رسول اکرم ﷺ کو اس کا بہت صدمہ ہوا۔ کیونکہ عین ممکن تھا کہ بنو قریظہ مسلمان عورتوں اور بچوں پر حملہ کر دیں جبکہ مسلمان مرد باہر جنگ میں مشغول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے کہ جب دشمن تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر وارد ہو گئے۔ اوپر سے مراد بنو قریظہ اور نیچے سے مراد باقی احزاب ہیں۔ سورۃ الاحزاب: 10

إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ

(ترجمہ) جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے۔

ان مشکل حالات میں بھی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور مسلمان فتح یاب ہوئے۔

غزوہ بنوقریظہ

جیسا کہ بخاری شریف میں درج ہے عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ غزوہ احزاب کے بعد ابھی گھر پہنچے ہی تھے اور غسل سے فارغ ہوئے تھے کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اکرم ﷺ سے کہا۔ آپ نے جنگی لباس اتار دیا ہے جبکہ ہم (یعنی فرشتے) ابھی تک جنگی لباس میں ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ آیئے تاکہ ہم بنو قریظہ کو انکی خیانت کی سزا دیں۔

شاید یہ بات قابل ذکر ہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور رسول اکرم ﷺ کی ملاقات کی جگہ مسجد نبوی کی مشرقی دیوار میں ایک کھڑکی ہے جس پر مندرجہ ذیل آیت لکھی ہے۔ سورۃ الاحزاب: 56

إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيمًا ﴿56﴾

(ترجمہ) خدااور اسکے فرشتے پیغمبر پر دُرود بھیجتے ہیں۔ مومنوتم بھی اُن پر دُرود اور سلام بھیجا کرو۔
یاد رہے کہ مسجد نبوی کی مختلف توسیعات کے ساتھ مشرقی دیوار اور یہ کھڑکی قدرے مشرق کی جانب بڑھادی گئی ہیں۔

بہر حال رسول اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ سب مسلمان عصر کی نماز سے قبل بنوقریظہ کے علاقہ میں پہنچ جائیں۔ تھکے ماندے صحابہ نے لبیک کہتے ہوئے بنوقریظہ کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ جو کہ پچیس دن جاری رہا۔

سردار کی تقریر

بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اپنے قبیلے کو مندرجہ ذیل تین تجاویز پیش کیں۔ اس نے کہا کہ سب سے اول بات یہ ہے کہ اگر تم ٹھنڈے دل سے سوچو تو تمہارے دل اس بات کی تصدیق کریں گے کہ محمد ﷺ صراط مستقیم پر ہیں۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ یہ تورات میں مذکور ہے۔ اگر تم یہ بات مان لو تو تمہاری جانیں اور مال بچ جائیں گے اور تم دنیا اور آخرت میں فلاح پاؤ گے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تم خود ہی اپنے بیوی بچوں کو قتل کرو۔ اور پھر پورے زور سے مسلمانوں کا مقابلہ کرو۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر بروز ہفتہ (یوم السبت) حملہ کردو۔ کیونکہ مسلمانوں کے خیال کے مطابق ہم بروز ہفتہ لڑائی نہیں کرتے اسطرح اچانک حملہ سے مسلمانوں کو شکست دینے کی کوشش کرو۔

یہودیوں نے اپنے سردار سے کہا۔ کہ پہلی تجویز نامنظور ہے کیونکہ ہم توریت کے علاوہ کسی اور کتاب کی اتباع کرنے کیلیے راضی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے بیوی بچوں کا کیا قصور ہے ہم اُن کو ناحق کیوں قتل کریں۔ اس لئے دوسری تجویز بھی رد کرتے ہیں۔

تیسری تجویز ہمارے مذہب اور توریت کے خلاف ہے۔ اس لئے یہ بھی منظور نہیں۔

اللہ کی مدد

اس دوران اللہ تعالیٰ نے اس مغرور قبیلہ کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ سورۃ الاحزاب : 26-27

وَأَنزَلَ ٱلَّذِينَ ظَـٰهَرُوهُم مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَـٰبِ مِن صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿26﴾ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَـٰرَهُمْ وَأَمْوَٰلَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوهَا ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرًا ﴿27﴾

(ترجمہ) اور اہل کتاب میں سے جنہوں نے اُن کی مدد کی تھی اُن کو اُن کے قلعوں سے اُتار دیا۔ اور اُن کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔ تو کتنوں کو تم قتل کر دیتے تھے اور کتنوں کو قید کر لیتے تھے۔ اور اُن کی زمین اور اُن کے گھروں اور اُن کے مال کا اور اُس زمین کا جس میں تم نے پاؤں بھی نہیں رکھا تھا تم کو وارث بنا دیا۔

اس ڈر کے زیرِ اثر انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ غور فرمایئے کہ اوپر کی دو آیات میں نہ صرف اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کی یاد دہانی کرائی بلکہ مسلمانوں کو آئندہ فتوحات کی خوشخبری بھی دے دی (سبحان اللہ)۔

رسول اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ کو بنو قریظہ کے بارے میں فیصلہ کرنے کی اجازت دی۔ یہودی ہمیشہ بہت چالاک ہوتے ہیں۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ حضرت سعد بن معاذؓ کی جگہ حضرت ابولبابہؓ کو مقرر فرما دیں۔ رسول اکرمؐ نے منظوری دے دی۔ یہودیوں کو حضرت ابولبابہؓ سے زیادہ ہمدردی کی توقع تھی کیونکہ حضرت ابولبابہؓ کی کچھ جائداد ان کے علاقہ میں تھی۔

جب حضرت ابولبابہؓ بنو قریظہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت ابولبابہؓ سے یہ سوال کیا کہ اگر ہم قلعہ سے باہر آ جائیں تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ حضرت ابولبابہؓ نے اپنی انگلی اپنی گردن پر رکھی یعنی کہ وہ قتل کر دیے جائیں گے۔ اس عمل کے فوراً بعد حضرت ابولبابہؓ کو احساس ہوا کہ یہ تو رسول اکرم ﷺ کا راز تھا۔ جو میں نے فاش کر دیا۔ اس شرمندگی کے باعث حضرت ابولبابہؓ مسجد نبوی پہنچے اور اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ دیا۔ اور یہ عہد کیا کہ جب تک میری توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اسی حالت میں رہوں گا۔ جب رسول اکرم ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو فرمایا۔ کہ اگر پہلے ہی سیدھا میرے پاس آ جاتا تو میں اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتا۔ اب پورا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

حضرت ابولبابہؓ اس طرح سات دن اور سات رات بندھے رہے سوائے نماز اور رفع حاجت

کیلئے عارضی طور پر ستون سے علیحدہ ہوتے۔ سات دن کے بعد آپ کی توبہ قبول ہوئی۔ یہ ستون ابھی بھی مسجد نبوی میں موجود ہے۔ اس پر استوانہ ابولبابہ لکھا ہوا ہے۔ یہ واقعہ الانفال: 28-27 میں درج ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَخُونُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ وَتَخُونُوٓا۟ أَمَٰنَٰتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿27﴾ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَٰدُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿28﴾

(ترجمہ) اے ایمان والو! نہ تو خدا اور رسول ﷺ کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو۔ اور جان رکھو کہ تمہارا مال اور اولاد بڑی آزمائش ہے اور یہ کہ خدا کے پاس (نیکیوں) کا بڑا ثواب ہے۔

بالآخر حضرت سعد بن معاذؓ نے بنو قریظہ کے بارے میں اپنا فیصلہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔

بنو قریظہ اپنی عہد شکنیوں اور خیانت کے باعث اس کے مستحق تھے کیونکہ وہ ہر وقت مسلمانوں کے دشمنوں سے ریشہ دوانیاں کرتے اور اُن کی ہر طرح مدد کرتے تھے۔

اس غزوہ سے مسلمانوں کو بہت قیمتی مال غنیمت ہاتھ آیا۔ رسول اکرم ﷺ نے یہ مال غنیمت غزوہ کے شرکاء میں تقسیم کر دیا۔

مدینہ منورہ کے گرد و جوار میں اور بھی یہودی قبیلے تھے۔ جن کا چال چلن ان قبیلوں سے مختلف نہ تھا۔ لیکن مثال کے طور پر صرف دو کا ذکر کافی ہے۔

مسجد قباء و مسجد ضرار

جب رسول اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی تو پہلے قبا میں قیام فرمایا جو کہ مدینہ منورہ سے تقریباً تین کیلومیٹر جنوب میں ہے۔ آپ اس بستی میں چند دن ٹھہرے اور وہاں ایک مسجد تعمیر کی جس کا نام مسجد قبا ہے۔ آپ نے یہ مسجد خاص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کیلئے بنائی۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کا یہ عمل بہت پسند آیا۔ سورۃ التوبہ: 109

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَـٰنَهُۥ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَـٰنَهُۥ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَٱنْهَارَ بِهِۦ فِى نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴿109﴾

(ترجمہ) بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اُسکی رضا مندی پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانیوالی کھائی کے کنارے پر رکھی وہ اُس کو دوزخ کی آگ میں لے گری اور خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

قبا کے علاقہ میں قبیلہ عمرو بن عوف مقیم تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: سورہ التوبہ:108

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا۟ ۚ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُطَّهِّرِينَ

(ترجمہ) اسمیں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور خدا پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔

اس آیات کریمہ کی نازل ہونے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے قبیلہ بنو عمرو سے پوچھا۔ آپ کی کونسی خاص عادت ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی ہے۔ جس کی وجہ سے آپکی اس آیت میں تعریف کی ہے۔ بنو عمرو نے کہا کہ ہم کسی خاص چیز پر عمل پیرا نہیں ہوتے سوائے اس کے کہ ہم رفع حاجت کے بعد صفائی کیلئے نہ صرف پتھر استعمال کرتے ہیں بلکہ پانی سے جسم کی صفائی کرتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ یقیناً آپ کو یہ عزت افزائی آپ کے اسی عمل کی وجہ سے ملی ہے۔ آپ اپنے اس عمل کو ایک مستقل عادت بنالیں۔

جب رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں بھی اسی جذبے کے تحت مسجد نبوی تعمیر

کی۔اس لئے سورۃ التوبہ کی آیات نمبر ۱۰۹ کا اطلاق مسجد نبوی پر بھی ہوتا ہے۔

ترمذی شریف میں درج ہے کہ مسجد قبا میں نماز ادا کرنے کا ثواب عمرہ کے ثواب کے برابر ہے اور مسجد نبوی میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب کسی دوسری مسجد کے مقابلے میں میں ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے سوائے بیت اللہ شریف کے۔

بخاری شریف میں درج ہے کہ رسول اکرم ﷺ ہفتہ میں ایک بار مسجد قبا پیدل یا سواری پر جاتے تھے۔اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اس سنت پر کاربند تھے۔

بخلاف اسکے منافق لوگ ہر وقت خفیہ سرگرمیوں میں مصروف رہتے۔تاکہ مسلمانوں کو نیچا دکھایا جائے۔مثلاً قرطبی نے ایک عیسائی عالم کا تفصیلی قصہ بیان کیا ہے۔اس شخص کا نام ابوعامر تھا۔اس نے مدینہ منورہ میں رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کی۔لیکن اسلامی تعلیمات سے اتفاق نہ کیا بالآخر اس نے رسول اکرم ﷺ کو چیلنج کیا اور بولا۔ہم دونوں میں سے جو بھی جھوٹا ہے وہ اپنے رشتہ داروں سے دور کسی دوسرے علاقے میں فوت ہوگا۔اس نے اسلام کے دشمنوں کی حنین تک کی ہر لڑائی میں مدد کی لیکن ناکام اور رسوا ہُوا۔بالآخر مایوس ہو کر شام کو بھاگ گیا۔کیونکہ اُن دنوں شام ہی عیسائی سرگرمیوں کا گہوارہ تھا۔وہ شام میں اپنے رشتہ داروں سے دور فوت ہوا۔

شام میں قیام کے دوران ابوعامر نے مسلمانوں کے خلاف ایک سازش کی اس نے روم کے شہنشاہ کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔اس کے علاوہ اس نے مدینہ منورہ کے منافقوں کو ایک خط لکھا۔جس میں انہیں مدینہ منورہ میں ایک مسجد نما عمارت تعمیر کرنے کو کہا۔تاکہ اس عمارت کو منافقوں کے اتحاد اور سرگرمیوں کیلئے استعمال کیا جا سکے۔اور جب روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرے تو یہ منافق متحد ہو کر اسکی مدد کریں۔

پس مدینہ منورہ کے نو منافقوں نے قباء کی مسجد کے قریب ایک مسجد بنائی۔جس کا نام مسجد ضرار رکھا۔اُن کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ نئی مسجد بوڑھے اور بیمار لوگوں کی سہولت کیلئے اور مسجد قبا میں نمازیوں کی بھیڑ کو کم کرنے کیلئے ہے۔اِن منافقوں نے رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ وہ اس نئی مسجد میں نماز پڑھائیں (تاکہ لوگوں کے دلوں میں منافقین کی سرگرمیوں کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہ رہے)۔رسول اکرم ﷺ نے اُن سے کہا۔کہ فی الحال میں تبوک کی جنگ کی تیاری میں مشغول ہوں جنگ سے واپسی کے بعد تمہاری خواہش پوری کروں گا۔

جب رسول اکرم ﷺ تبوک کی جنگ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستے میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی چالاکی کا پول کھول دیا۔ پس رسول اکرم ﷺ نے اپنے چند صحابہ کرامؓ کو بھیجا کہ مسجد ضرار کو مسمار کر دیں اور آگ لگا کر تباہ کر دیں۔ اس واقعہ کی تفصیل سورہ توبہ میں ہے۔ سورۃ التوبہ: 107-108

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿107﴾ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴿108﴾

(ترجمہ) اور (ان میں ایسے بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں اُن کے لئے گھات کی جگہ بنائیں۔ اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی۔ مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ تم اس (مسجد) میں کبھی (جا کر) کھڑے بھی نہ ہونا۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقوے پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اس میں جایا (اور نماز پڑھایا) کرو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور خدا پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔

پس مسجد ضرار کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص دریا کے کنارے ایک عمارت تعمیر کرے۔ ظاہراً وہ زمین مضبوط لگتی ہے لیکن پانی نے اسکی بنیادوں کو خالی کر دیا ہو۔ یقیناً ایسی عمارت عنقریب گر جائے گی۔ اور اس کا نتیجہ سوائے تباہی اور نقصان کے اور کچھ نہیں۔

یاد رہے کہ حسد ایک بغیر شعلے والی آگ کیطرح ہے۔ ان پاگل منافقوں کے حسد شک وشبہ اور منافقت میں اضافہ ہوتا رہے گا کیونکہ وہ اپنا مقصد حاصل کرنے سے مایوس ہو گئے ہیں۔ یہ اُن کیلئے ایک نقد سزا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ منافق اپنی موت تک حسد کی آگ میں جلتے رہیں گے۔ منافقوں کی زندگی سب کے لئے باعث صد عبرت ہے۔

ہم اس مضمون سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں:

۱۔مسجد ضرار مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کیلئے بنائی گئی۔
۲۔مسجد ضرار منافقوں کو پناہ دینے اور مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد کرنے کیلئے تعمیر کی گئی۔
۳۔یہ مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا اڈہ تھا۔
۴۔پس اگر کوئی شخص مندرجہ بالا کسی ایک مقصد کے تحت مسجد تعمیر کرے تو وہ گناہ گار ہوگا۔
۵۔ہمارا ہر عمل تقویٰ اور اخلاص کی بنا پر ہونا چاہئے۔
۶۔ہمیں اپنی ذاتی صفائی اور ہر مسجد اور اسکے گرد و نواح کی صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔
۷۔صفائی کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہمیں گناہوں سے پاک رہنا چاہئے اور ہر وقت اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

افسوس کی بات ہے کہ بعض زائرین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جیسے مقدس مقامات کی صفائی کا خیال نہیں کرتے۔اور ثواب کی بجائے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔درحقیقت نہ صرف ہمیں صفائی کا خود خیال رکھنا چاہئے بلکہ نہایت پیار اور شائستگی سے دوسروں کو بھی یاد دہانی کرانی چاہئے۔سورۃ الذاریات:55

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿55﴾

(ترجمہ) اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔

مسجد قبلتین

مسجد قبلتین کا مطلب ہے ایسی مسجد جس کے دو قبلے ہوں یعنی ایک خانہ کعبہ کیطرف اور دوسرا مسجد اقصیٰ کیطرف۔ اس سے کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ دو قبلوں کی وجہ کیا ہے۔ قبلہ کی تبدیلی کیوں کب اور کیسے کی گئی۔ قبلہ کی تبدیلی کے اثرات کیا ہوئے؟ قبلہ کی تبدیلی کا حکم کس نے صادر کیا۔

ابتداء میں سب انبیاء کیلئے قبلہ (یعنی نماز پڑھنے کی سمت) مکہ مکرمہ میں بیت اللہ تھا۔ جو کہ آدم علیہ السلام کے وقت تعمیر کیا گیا۔ سورۃ آل عمران:96

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿96﴾

(ترجمہ) پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ وہی ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے۔ بابرکت اور جہاں کے لئے موجب ہدایت۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کیلئے بھی یہی قبلہ تھا۔ بعد ازاں بنی اسرائیل کے کچھ انبیاء کیلئے یروشلم میں مسجد اقصیٰ قبلہ مقرر کیا گیا۔ یہ انبیاء مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے کیلئے اسطرح کھڑے ہوتے کہ مسجد اقصیٰ اور بیت اللہ انکے سامنے ہوتے۔

اسی طرح حضرت محمد ﷺ بھی نماز کے دوران مکہ مکرمہ میں حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان اس طرح کھڑے ہوتے کہ بیت اللہ شریف اور مسجد اقصیٰ دونوں آپ کے سامنے ہوتے۔

بخاری شریف میں درج ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد بھی سولہ یا سترہ ماہ مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔ کیونکہ سب انبیاء کیطرح آپ بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع تھے۔ گو آپ کی ہمیشہ یہ خواہش تھی کہ اُن کے لئے وہی قبلہ ہو جو آدم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کیلئے تھا۔ آپ کو بہت امید تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کی تبدیلی کا حکم نازل فرما دیں گے۔ اس انتظار میں آپ اکثر اپنا سر اٹھا کر آسمان کیطرف دیکھتے۔ سورۃ البقرۃ: 144

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ

(ترجمہ) (اے محمد) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تمکو اُسی

قبلے کی طرف جسکو تم پسند کرتے ہو منہ کرنیکا حکم دینگے۔ تو اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیرلو۔ اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اُسی مسجد کی طرف منہ کرلیا کرو۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کی خواہش پوری کردی۔ یادرہے کہ قبلہ کی تبدیلی کا حکم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی صادر کرسکتے ہیں۔ قبلہ کے چناؤ کا اختیار کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔

قبلہ کی تبدیلی کا اثر غیر معمولی تھا۔ جب یہودیوں کو قبلہ کی تبدیلی کی خبر ملی تو رسول اکرم ﷺ اور اسلام کا مذاق اُڑانے لگے۔ کہنے لگے یہ کیسا مذہب ہے کہ ایک دن ایک قبلہ ہو اور دوسرے دن دوسرا۔

قبلہ کی تبدیلی سے قبل یہود مسلمانوں سے قدرے رواداری سے پیش آتے کیونکہ دونوں کا قبلہ مسجد اقصیٰ تھا۔ قبلہ تبدیل ہونے پر یہود چونک اُٹھے۔ انہیں احساس ہوا کہ علیحدہ قبلہ کا مطلب یہ ہے کہ اب مسلمان ایک بالکل علیحدہ اور مخصوص مذہب رکھنے والی قوم ہے۔ اسلئے وہ مسلمانوں کے کھلم کھلا دشمن بن گئے اور اُن کے خلاف اپنی سرگرمیوں کو اور تیز کردیا۔

اللہ تعالیٰ کی ہر کام میں اپنی ہی حکمت مخفی ہوتی ہے۔ قبلہ کی تبدیلی منافقین اور مومنین مخلصین کو پرکھنے کی کسوٹی تھی۔ سورۃ البقرۃ: 143

وَمَا جَعَلْنَا ٱلْقِبْلَةَ ٱلَّتِى كُنتَ عَلَيْهَآ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ ٱلرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِن كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَـٰنَكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بِٱلنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤٣﴾

(ترجمہ) اور جس قبلے پر تم (پہلے) تھے اُسکو ہم نے اِس لئے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کہ کون (ہمارے) پیغمبر کا تابع رہتا ہے۔ اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ اور یہ بات (یعنی تحویل قبلہ لوگوں کو) گراں معلوم ہوئی مگر جن کو خدا نے ہدایت بخشی ہے (وہ اسے گراں نہیں سمجھتے) اور خدا ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو یونہی کھودے۔ خدا تو لوگوں پر بڑا مہربان (اور) صاحبِ رحمت ہے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث کے مطابق ایک دن رسول اکرم ﷺ مسجد قبلتین میں ظہر (اور بعض روایات میں عصر) کی نماز ادا کررہے تھے۔ نماز کے دوران ہی قبلہ کی تبدیلی کا حکم نازل ہُوا۔ پس رسول اکرم ﷺ اور آپکے مقتدی صحابہ کرامؓ نے نماز کے دوران ہی اپنی سمت بدل لی۔

بعض صحابہ کرامؓ مسجد قبلتین میں نماز ادا کرنے کے بعد اپنے محلوں میں گئے تو اپنے بھائیوں کو

مسجد اقصیٰ کی سمت نماز ادا کرتے پایا۔ ان صحابہ کرامؓ نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ ہم نے ابھی ابھی رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی سمت میں نماز ادا کی ہے۔ یہ سنتے ہی صحابہ کرامؓ کے بھائیوں نے بھی نماز کے دوران اپنا رخ بغیر کسی چون و چرا کے بیت اللہ کی طرف کرلیا۔ اور اعلان کرنے والے صحابیؓ سے کسی قسم کا سوال جواب یا بحث مباحثہ نہ کیا۔ اس سے یہ نکتہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ بعض معاملات میں صرف ایک مسلمان کی شہادت ہی کافی ہوتی ہے۔

قبلہ کی تبدیلی کی خبر اگلے روز علی الصبح قبا کے علاقہ میں پہنچی بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث کے مطابق اہل قبا نے بھی اعلان سنتے ہی نماز کے دوران اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کرلیا۔ اس سے یہ بات روز روشن کیطرح واضح ہوجاتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا ایک دوسرے پر بہت اعتماد تھا اور ایک دوسرے کو بہت عزت اور احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔

اگر اس چیز کا موازنہ آجکل کے مسلمانوں کے باہمی سلوک سے کیا جائے تو ہمیں خود بخود صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں ہمارے ایمان کی کمزوری اور بوداپن نظر آئے گا۔

میں نے مدینہ منورہ کی ایک مسجد کے محراب پر یہ آیت مکتوب دیکھی:

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا

یعنی ہم آپ کا رخ آپ کے پسندیدہ قبلہ کی جانب موڑ دیں گے۔ میں یہ پڑھ کر بہت مسرور ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ تحفہ عطا کرکے خوش کردیا۔ واضح ہے یہ تحفہ مسجد قبلتین میں عطا کیا گیا۔

رسول اکرم ﷺ قبلہ کی تبدیلی سے قبل مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کیلئے پرانے باب جبریل کے قریب مسجد کی شمالی دیوار کیطرف رخ کرکے کھڑے ہوتے۔ قبلہ کی تبدیلی کے بعد آپ نے چند دن استوانہ عائشہ کے قریب کھڑے ہوکر جنوب کیطرف رخ کرکے امامت کی پھر ہمیشہ محراب نبوی کی جگہ پر کھڑے ہوکر نماز کی امامت فرمائی۔

قبلہ کی تبدیلی کے بعد پرانے باب جبریل کے سامنے کا حصہ مسجد کے عقب میں آگیا۔ آپ نے یہ حصہ اصحاب صفہ کی رہائش اور تعلیم وتربیت کے لئے مخصوص کردیا۔ اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مسجد نبوی کے خادموں کا چبوترہ جو کہ مسجد نبوی میں زائرین کو نظر آتا ہے۔ یہ اصحاب صفہ کیلئے نہیں تھا۔ کیونکہ یہ چبوترہ کئی صدیوں کے بعد بنا اور یہ اس وقت کی مسجد نبوی شریف کی حدود سے باہر تھا۔ جبکہ مقام اصحاب صفہ مسجد کے اندر تھا۔

سازشیں

رسول اکرم محمد ﷺ اور انکے صحابہ کرامؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی قبور کی بے حرمتی کرنے کی کئی بار کوشش کی گئی۔ آپ تینوں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی شریف میں دفن ہیں۔ دشمنوں نے بار بار کوشش کی کہ ان کے اجسام مبارک کو ان کی قبروں سے نکال لیا جائے تا کہ مسجد نبوی شریف اور مدینہ منورہ توجہ کا مرکز نہ رہیں۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) نے اپنی کتاب تاریخ مدینہ میں پہلے علماء کے حوالے سے تین بڑی سازشوں کا ذکر کیا ہے۔

پہلی سازش

ابن نجار نے اپنی کتاب بغداد کی تاریخ میں لکھا ہے کہ ۳۸۶ھ سے ۴۱۱ھ تک ایک فاطمی حکمران مصر کا بادشاہ تھا اور مدینہ منورہ اس کے زیر اثر تھا۔ اس حکمران کی سوچ اور کوشش یہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ اور اُن کے دو صحابہ کرامؓ کے اجسام مبارک کو مدینہ منورہ سے مصر منتقل کیا جائے۔ اس طرح لوگوں کی توجہ مدینہ منورہ کی بجائے مصر کی طرف مبذول ہو جائے گی۔ اس نے اس مقصد کے لئے مصر میں ایک نہایت شاندار عمارت تعمیر کی جس میں وہ اِن اجسام کو رکھنا چاہتا تھا۔

حکمران نے اِس مقصد کے حصول کیلئے اپنے ایک کارندے ابوالفتوح کو مدینہ منورہ بھیجا۔ جب یہ کارندہ مدینہ منورہ پہنچا تو اہل مدینہ کو اس سازش کی خبر ہوگئی۔ اس موقع پر قاری زلبانی نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی: سورۃ التوبہ: 13-12

وَإِن نَّكَثُوٓاْ أَيۡمَٰنَهُم مِّنۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَطَعَنُواْ فِي دِينِكُمۡ فَقَٰتِلُوٓاْ أَئِمَّةَ ٱلۡكُفۡرِ إِنَّهُمۡ لَآ أَيۡمَٰنَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنتَهُونَ ﴿١٢﴾ أَلَا تُقَٰتِلُونَ قَوۡمٗا نَّكَثُوٓاْ أَيۡمَٰنَهُمۡ وَهَمُّواْ بِإِخۡرَاجِ ٱلرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمۡ أَوَّلَ مَرَّةٍۚ أَتَخۡشَوۡنَهُمۡۚ فَٱللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخۡشَوۡهُ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ ﴿١٣﴾

(ترجمہ) اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو اُن کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) انکی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

عجب نہیں کہ (اپنی حرکات سے) باز آ جائیں۔ بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر کے جلاوطن کرنے کا عزمِ مصمم کر لیا۔ اور اُنہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) ابتدا کی۔ کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو۔ حالانکہ ڈرنے کے لائق خدا ہے بشرطیکہ تم ایمان رکھتے ہو۔

اس یاد دہانی سے اہل مدینہ کو ابوالفتوح پر بہت غصہ آیا۔ وہ ابوالفتوح اور اسکے ساتھیوں کو قتل کر دینے کو تیار ہو گئے۔ ابوالفتوح ڈر گیا اور بول اٹھا۔ میں اس سازش کو کبھی بھی عملی جامہ نہ پہناؤں گا خواہ حاکم مصر مجھے قتل ہی کر دے۔ اسی دوران مدینہ منورہ میں ایک بہت بڑا طوفان آیا۔ جس سے کئی گھر تباہ ہوئے اور جانی اور مالی نقصان ہوا۔ ابوالفتوح کو مدینہ منورہ سے بھاگنے کا ایک اچھا بہانہ مل گیا اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ اور آپکے صحابہ کرامؓ کو ان مجرموں سے نجات دی۔

اس حکمران نے بعد میں ایک اور کوشش بھی کی لیکن وہ دوبارہ ناکام ہوا۔

دوسری سازش

سمہودی کے قول کے مطابق عیسائیوں نے یہ سازش ۵۵۷ھ میں مرتب کی اس وقت شام کے بادشاہ کا نام سلطان نور الدین زنگی تھا اور اسکے مشیر کا نام جمال الدین اصفہانی تھا۔ ایک رات نور الدین زنگی نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں تین بار دیکھا۔ ہر بار رسول اکرم ﷺ نے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سلطان سے کہا کہ مجھے اِن دونوں کی شرارت سے بچاؤ۔

سلطان کو خیال گزرا کہ یقیناً مدینہ منورہ میں کوئی نئی چیز رونما ہوئی ہے۔ اس لئے وہ اپنے مشیر کے ہمراہ مدینہ پہنچا۔ اور اپنے ساتھ اہل مدینہ منورہ کیلئے قیمتی تحفے لایا۔ مشیر نے مدینہ منورہ میں اعلان کیا کہ ہر شخص اپنا تحفہ حاصل کرنے کے لئے خود حاضر ہو۔ سلطان نے اہل مدینہ کو تحفے تقسیم کیے لیکن وہ دو شخص نظر نہ آئے۔ بالآخر سلطان نے پوچھا۔ کیا کوئی شخص باقی رہ گیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ دو بہت متقی اور مالدار افراد ہیں۔ جو کسی سے کوئی تحفہ وغیرہ نہیں لیتے بلکہ دیگر لوگوں کو تحائف عطا کرتے ہیں۔ وہ عبادت اور ذکر الٰہی میں اتنے مشغول ہیں کہ یہاں تک نہیں آئے۔ سلطان نے حکم دیا کہ اُن کو بھی حاضر کیا جائے۔ جب سلطان نے اِن دونوں کو دیکھا تو وہ ہو بہو وہی اشخاص تھے جو اس نے خواب میں دیکھے تھے۔ سلطان نے ان سے پوچھا۔ کہ تم کون ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم مراکش کے باشندے ہیں۔ حج پر آئے تھے۔ اب ہم رسول اکرم ﷺ کے پڑوسی کی حیثیت سے یہاں مقیم ہیں۔ سلطان نے پوچھا: تمہاری رہائش کہاں ہے؟ اُن کی رہائش روضہ مبارک کے قریب مسجد نبوی کی

جنوبی دیوار میں کھڑکی کے پاس تھی۔ یہ کھڑکی اب بھی موجود ہے۔

سلطان ان کی رہائش گاہ میں تشریف لے گئے اور فرش پر سے ایک دری کو ہٹایا۔ سلطان کو دری کے نیچے ایک سرنگ کا دھانہ نظر آیا۔ یہ سرنگ روضہ مبارک تک پہنچ چکی تھی۔ سلطان نے ان دونوں سے کہا کہ اب سچی بات بتاؤ۔ انہوں نے اقرار کیا کہ ہم دونوں عیسائی ہیں۔ اور ہمیں رسول اکرم ﷺ کے جسم مبارک کو نکالنے کیلئے بھیجا گیا ہے۔ ہم ہر روز سرنگ کھودتے ہیں۔ اور رات کے وقت مٹی کو تھیلوں میں بھر کر جنت البقیع قبرستان میں بکھیرتے ہیں۔ یہ ہمارا روزمرہ کا مشغلہ ہے۔ جب ہم اس سرنگ کے ذریعے قبر کے پاس پہنچے تو ایک طوفان آیا اور زبردست بجلی کڑکی علاوہ ازیں ایک زلزلہ بھی آیا۔ اب ہماری سازش ظاہر ہو گئی ہے۔

سلطان کو انسانی اقدار سے گری ہوئی سازش کا بہت الم ہوا اور وہ بے اختیار رو پڑا۔ جب سنبھلا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اسے اس کام کیلئے چُنا۔

سلطان نے اِن دونوں مجرموں کے سر اڑانے کا حکم دیا۔ پھر سلطان نے روضہ مبارک کے گرد ایک گہری خندق کھدوائی۔ اور اس میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا۔ تاکہ مستقبل میں کوئی شخص سرنگ کھود کر اِن قبور تک نہ پہنچ سکے۔

سلطان نے روضہ مبارک کے قریب ایک چبوترہ بھی بنوایا۔ تاکہ اس پر ان قبور کی حفاظت کے لئے ہر وقت پاسبان رہیں۔ یہ چبوترہ اب بھی موجود ہے اور باب جبریل سے داخل ہوتے ہی دائیں جانب ہے۔ بعض زائرین مدینہ منورہ اسے مقام اصحاب صفہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ مقام اصحاب صفہ مسجد نبوی کے اندر تھا۔ جبکہ یہ چبوترہ اُس وقت کی مسجد کی چاردیواری سے باہر تھا۔

مقام اصحاب صفہ کے تعین کیلئے استونہ عائشہ سے شمال کو چلیے (یعنی قبلہ کی سمت کے خلاف) پانچویں ستون کے قریب مقام اصحاب صفہ ہے یا یہ کہ پُرانے باب جبریل کے بالمقابل یہ مقام تھا۔ یادرہے کہ وہاں اس وقت کوئی چبوترہ وغیرہ نہیں۔

تیسری سازش

طبری نے اپنی کتاب الریاض النضرہ میں اس کا یوں ذکر کیا ہے:

حلب شہر (شام) کے چند لوگ مدینہ منورہ آئے۔ وہ مدینہ منورہ کے گورنر کیلئے بیش بہا تحائف لائے۔ اُن کی خواہش تھی کہ روضہ مبارک میں داخل ہو کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اجسام مبارک کو یہاں سے نکال کر باہر پھینکیں۔ گورنر کی مذہبی سوچ بھی ایسی ہی تھی۔ اس نے منظوری دے

دی۔ گورنر نے مسجد کے خادم سے کہا کہ اگر رات کو کچھ لوگ آئیں تو اُن کیلئے مسجد کا دروازہ کھول دینا اور وہ جو کچھ کرنا چاہیں اس میں مداخلت نہ کرنا۔

عشاء کی نماز سے کافی دیر بعد کسی نے باب السلام پر دستک دی۔ خادم نے مسجد کا دروازہ کھول دیا۔ تقریباً چالیس آدمی مسجد میں داخل ہو گئے۔ انکے پاس توڑ پھوڑ اور کھدائی کے ہتھیار بھی تھے۔ خادم سہم گیا اور ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گیا۔ یہ لوگ روضہ مبارک کیطرف بڑھے۔ ابھی منبر تک نہ پہنچے تھے کہ اچانک اِن کے نیچے کی زمین پھٹ گئی یہ سب لوگ اپنے ہتھیاروں سمیت اس زمین میں دفن ہو گئے۔

گورنر اِن لوگوں کا بے تابی سے انتظار کرتا رہا بالآخر خادم کو بلایا اور اِن لوگوں کے بارے میں دریافت کیا۔ خادم نے اسے سارا واقعہ بتا دیا۔ گورنر نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ تم یقیناً پاگل ہو۔ خادم نے گورنر کو دعوت دی کہ وہ اپنی آنکھوں سے موقع کو دیکھے۔ گورنر نے اس جگہ کی زمین کو دھنسا ہوا پایا۔ تو خادم سے کہنے لگا۔ تم اس معاملے کے بارے میں زبان نہ کھولنا ورنہ میں تمہارا سر اُڑا دوں گا۔

اللہ کے دشمن اپنی عقل سے تدبیریں بناتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اپنی تدبیریں بناتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تدبیریں انسانی تدبیروں پر حاوی ہیں۔ سورۃ الانفال:30

وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ ٱللَّهُ ۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَٰكِرِينَ ﴿30﴾

(ترجمہ) (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (اُدھر) خدا چال چل رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ تدبیر کرنے والے ہیں۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ سے اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ کی دنیاوی حیات میں اور اسکے بعد بھی سب لوگوں سے حفاظت فرمائی۔ سورہ المائدہ: 67

وَٱللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِ ۗ

(ترجمہ) اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔

سوچیئے کہ انسانی سب تدبیریں ناکام رہیں۔ بلکہ اِن ذلیل سازشوں کے دوران رسول اکرم ﷺ کے اور بھی معجزات آشکارا ہوئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کی انکے دشمنوں کے بُرے منصوبوں اور ذلیل سازشوں سے حفاظت فرمائیں۔ اور مسلمانوں کو اچھے اعمال کی توفیق دیں تاکہ وہ رب العزت کی حفاظت کے مستحق بن جائیں۔ آمین

چند دیگر تاریخی مقامات

مسجد اجابہ

مسجد اجابہ موجودہ انصار ہسپتال کے قریب ہے۔ رسول اکرم ﷺ اور آپکے صحابہ کرامؓ نے اس میں دو رکعت نماز ادا کی۔ اس نماز کے بعد رسول اکرم ﷺ نے بہت لمبی دعا مانگی۔ بالآخر رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کی درخواست کی۔ پہلی دو منظور ہو گئی ہیں لیکن تیسری منظور نہیں ہوئی۔ سب سے پہلے میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ میری امت کو قحط سالی سے تباہ نہ فرمانا۔ دوسرے یہ کہ میری امت غرق ہو کر تباہ نہ ہو۔ اور تیسری یہ کہ میری امت باہمی لڑائی جھگڑے سے محفوظ رہے۔ (مسلم)

مسجد ابی ذر

امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں۔ ایک دن میں اور رسول اکرم ﷺ نے اس مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ایک بہت ہی لمبا سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ میں فکرمند ہو گیا کہ کہیں آپکی روح تو پرواز نہیں کر گئی۔ اس فکر سے میں چپکے چپکے رونے لگا۔ جب رسول اکرم ﷺ نے سجدے سے سر اٹھایا تو مجھے دیکھ کر کہنے لگے۔ تجھے کیا ہو گیا ہے میں نے اپنی فکر کا اظہار کیا۔ رسول اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ جو کوئی مجھ پر سلام وصلوۃ بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر سلام وصلوۃ بھیجیں گے۔ میں نے اس شکرانے کا لمبا سجدہ کیا۔

مسجد غمامہ

مسجد غمامہ مسجد نبوی شریف کے مغرب میں ہے اور رسول اکرم ﷺ یہاں عید کی نماز پڑھاتے تھے۔ پہلے یہ کھلا میدان تھا۔ بعد میں ترکوں نے یہاں مسجد بنوادی جو ابھی تک قائم ہے۔

مسجد جمعہ

مسجد جمعہ مسجد قبا سے تقریباً ایک کلومیٹر ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے جمعہ کی پہلی نماز یہاں ادا کی۔

البقیع

رسول اکرم ﷺ اس قبرستان کی زیارت کو جاتے اور مدفون صحابہ کرامؓ کیلئے دعا فرماتے۔ ان میں

سے ایک دعا یہ ہے:

السلام علیکم دار قوم مؤمنین وَانّا اِن شاءَ الله بِکُمْ لاَحِقُون.

اے مومنین کی بستی۔ آپ سب کو السلام علیکم۔ انشاء اللہ ہم بھی آپ سے ملنے والے ہیں۔

آپ ﷺ کے کنبہ کے مندرجہ ذیل افراد یہاں دفن ہیں:

رسول اکرم ﷺ کی بیٹیاں۔ فاطمہؓ۔ رقیہؓ۔ ام کلثومؓ۔ اور زینبؓ۔ آپ کا بیٹا ابراہیمؓ بھی۔ آپ کی سب بیویاں سوائے خدیجہؓ اور میمونہؓ کے، آپکے چچا حضرت عباسؓ اور پھوپھیاں صفیہؓ اور عاتکہؓ۔ ان کے علاوہ حسنؓ۔ فاطمہ بنت اسدؓ (حضرت علیؓ کی والدہ صاحبہ) عقیل بن ابوطالبؓ اور عبداللہ بن جعفر بن ابوطالبؓ۔

اس قبرستان میں ہزاروں صحابہ کرامؓ دفن ہیں۔ مدفون صحابہ کرامؓ میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ (تیسرے خلیفہ)، حضرت خنیس بن حذافہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت اسعد بن زرارہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ۔

علاوہ ازیں امام مالک رحمہ اللہ امام نافع رحمہ اللہ۔ امام زین العابدین رحمہ اللہ۔ امام جعفر صادق رحمہ اللہ۔ اور آپ ﷺ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہؓ بھی یہیں دفن ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قبولیت کے ساتھ مدینہ منورہ سے بلائیں اور جنت البقیع میں جگہ دیں۔

مسجد نبوی شریف کا اندرونی حصہ

کئی مؤرخین نے مسجد نبوی کی تفصیل لکھی ہے۔ مثلاً شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی (958H-1052H) نے اپنی کتاب تاریخ مدینہ میں مندرجہ ذیل تفصیل درج کی ہے۔ یوں تو مسجد کا چپہ چپہ مبارک ہے لیکن بعض ستونوں اور محرابوں کا بیان ضروری ہے۔ یاد رہے کہ موجودہ مسجد کے ستون اسی جگہ پر ہیں جہاں رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں تھے۔

۱-ستون وفود : اس پر لکھا ہے **هذه اسطوانة الوفود** -رسول اکرم ﷺ اس استوانہ کے قریب باہر سے آنے والے وفود سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ اور اس دوران جلیل القدر صحابہ کرامؓ آپ کے گرد تشریف فرما ہوتے۔

۲-**ستون حرس** : اس پر لکھا ہے-**هذه أسطوانة الحرس** -یہاں پر سیکورٹی گارڈ کھڑا ہوا کرتا تھا۔ مورخ مطری لکھتے ہیں۔ ''کہ اس استوانہ کے سامنے حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ایک دروازہ تھا۔ جہاں سے رسول اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔ اسی استوانہ کے قریب حضرت علیؓ اکثر نماز ادا کیا کرتے تھے۔

۳-**ستون سریر** : اس پر لکھا ہے-**هذه أسطوانة السرير** -عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے مطابق اس جگہ رسول اکرم ﷺ اعتکاف کے دوران اپنی چٹائی بچھاتے تھے۔

۴-**ستون ابی لبابہؓ** : اس پر لکھا ہے-**هذه أسطوانة أبي لبابة** -ابن کثیر نے لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے یہودی قبیلہ بنوقریظہ کو اُن کی خیانت کی سزا دینی چاہی تو بنوقریظہ کے کہنے پر ابولبابہؓ کو ثالث مقرر کیا۔ اس قبیلہ سے بات چیت کے دوران ابولبابہؓ سے غلطی سے رسول اکرم ﷺ کا ایک راز فاش ہو گیا۔ جس کا انہیں فوراً احساس ہوا۔ ابولبابہؓ نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے اس ستون کے ساتھ باندھ لیا۔ سات دن اور رات ایسے ہی رہے۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ اس سلسلہ میں سورۃ الانفال کی آیات نمبر 28-27 امت مسلمہ کی ہدایت کے لئے نازل ہوئیں۔ اسے ستون توبہ بھی کہتے ہیں۔

یہ مقام عبرت ہے کہ صحابہ کرامؓ غلطی سرزد ہونے کی صورت میں اس کی تلافی کے لئے ایسے

مشکل امتحان سے گذرتے تھے۔اوران کے ہاں راز کا فاش کرنا یا وعدہ خلافی ایک بہت بڑا جرم تھا۔

۵-ستون عائشہؓ : اس پر لکھا ہے-ھذہ اسطوانة عائشةؓ -طبرانی نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔کہ مسجد نبوی میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی اہمیت کا پتہ چل جائے تو انہیں وہاں نماز ادا کرنے کے لئے قرعہ ڈالنا پڑے گا۔

ایک بار صحابہ کرامؓ نے حضرت عائشہؓ سے اس جگہ کے بارے میں دریافت کیا۔لیکن آپ خاموش رہیں اور صحابہ کرامؓ مایوس ہوکر منتشر ہو گئے سوائے حضرت عائشہؓ کے بھانجے عبداللہ بن زبیرؓ کے۔کچھ دیر کے بعد صحابہ کرامؓ نے دیکھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ ستون عائشہ کے پاس نفلی نماز ادا کر رہے ہیں۔صحابہٗ کرامؓ سمجھ گئے کہ عائشہؓ نے خاموشی سے اپنے بھانجے کو بتادیا ہے۔وہ یہی مبارک جگہ ہے۔

علاوہ ازیں جب قبلہ کی سمت مسجد اقصیٰ سے مسجد الحرام کی طرف منتقل ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے چند روز اس ستون کے قریب کھڑے ہوکر امامت فرمائی اور بعد میں موجودہ محراب نبوی سے امامت فرمائی۔

۶-ستون مخلقہ : اس پر لکھا ہے-ھذہ اسطوانة المخلقة -حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مسجد نبوی میں کھجور کے ایک خشک تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ایک دن انصار نے آپؐ سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لئے ایک منبر بنادیں۔تاکہ آپ اس پر بیٹھ کر خطبہ دے سکیں۔اور آپ کی تھکاوٹ میں قدرے تخفیف ہو۔آپ ﷺ نے یہ رائے قبول فرمائی۔اور ایک لکڑی کا منبر بنایا گیا جس کی تین سیڑھیاں تھیں۔جب آپ ﷺ اس منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو کھجور کا تنا زار و قطار رونے لگا۔صحابہ کرامؓ نے اس تنے کا رونا اپنے کانوں سے سنا۔رسول اکرم ﷺ منبر سے اترے اور اس تنے کو گلے لگا لیا۔یہ تنا سسکیاں بھرتے بھرتے چپ ہو گیا۔جیسا کہ حاملہ اونٹنی سسکیاں بھرتی ہے۔یہ تنا اس لئے رو رہا تھا کیونکہ یہ اپنے قریب کئے جانے اللہ کے ذکر سے محروم ہو گیا تھا۔بعد میں اس تنے پر ایک خوشبو لگائی جاتی تھی جس کو خلوق کہتے ہیں۔اس لئے یہ استوانہ مخلقہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔(بخاری)

۷-محراب نبوی ﷺ : رسول اکرم ﷺ کے زمانے اور چاروں خلفاء کے زمانے میں مسجد

نبوی شریف میں نہ تو کوئی محراب تھا اور نہ ہی کوئی مینار۔ یہ محراب عمر بن عبدالعزیزؒ نے ۹۱ھ میں تعمیر کیا۔ اگر آپ اس محراب میں نماز کے لئے کھڑے ہوں تو آپ کی سجود کی جگہ رسول اکرم ﷺ کے پاؤں مبارک کی جگہ ہوگی۔ جبکہ رسول اکرم ﷺ کی سجود کی جگہ آپ کے سامنے کی موٹی دیوار میں ہے۔

۸-**محراب عثمانی** : تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفانؓ اس جگہ سے نماز کی امامت فرماتے تھے۔ اب بھی مسجد نبوی شریف کے امام صاحب نماز کے دوران یہاں ہی کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ محراب بھی عمر بن عبدالعزیزؒ نے بنوایا۔

۹-**محراب حنفی**: ایک زمانے میں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی امام مسجد نبوی شریف میں قدرے مختلف اوقات اور مختلف جگہوں پر نماز پڑھاتے تھے۔ اس محراب کی جگہ حنفی امام نماز پڑھاتے تھے۔ آج کل مسجد نبوی شریف میں ایک ہی امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں جو کہ حنبلی ہیں۔ یہ تبدیلی سعودی حکومت کے قیام پر معرض وجود میں آئی۔

۱۰-**محراب تہجد**: رسول اکرم ﷺ یہاں تہجد ادا کیا کرتے تھے۔

۱۱-منبر : جیسا کہ مسلم اور بخاری میں درج ہے۔ ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے منبر اور میرے حجرے کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور میرا منبر قیامت کے دن حوض کوثر پر ہوگا۔ مختلف ممالک کے حکمران وقتاً فوقتاً مسجد نبوی شریف کے لئے علیشان منبر بنوا کر بھیجتے رہے۔ موجودہ منبر عثمانی دور کے سلطان مراد نے ۹۹۸ھ میں بھیجا۔

۱۴-**سیکورٹی کے لئے چبوترہ**: اگر آپ مسجد نبوی شریف میں باب جبریل سے داخل ہوں تو یہ چبوترہ آپ کے دائیں ہاتھ ہوگا۔ اسے سلطان نورالدین زنگی نے تعمیر کرایا تھا۔ اکثر زائرین اسے صفہ سمجھتے ہیں جو کہ درست نہیں۔

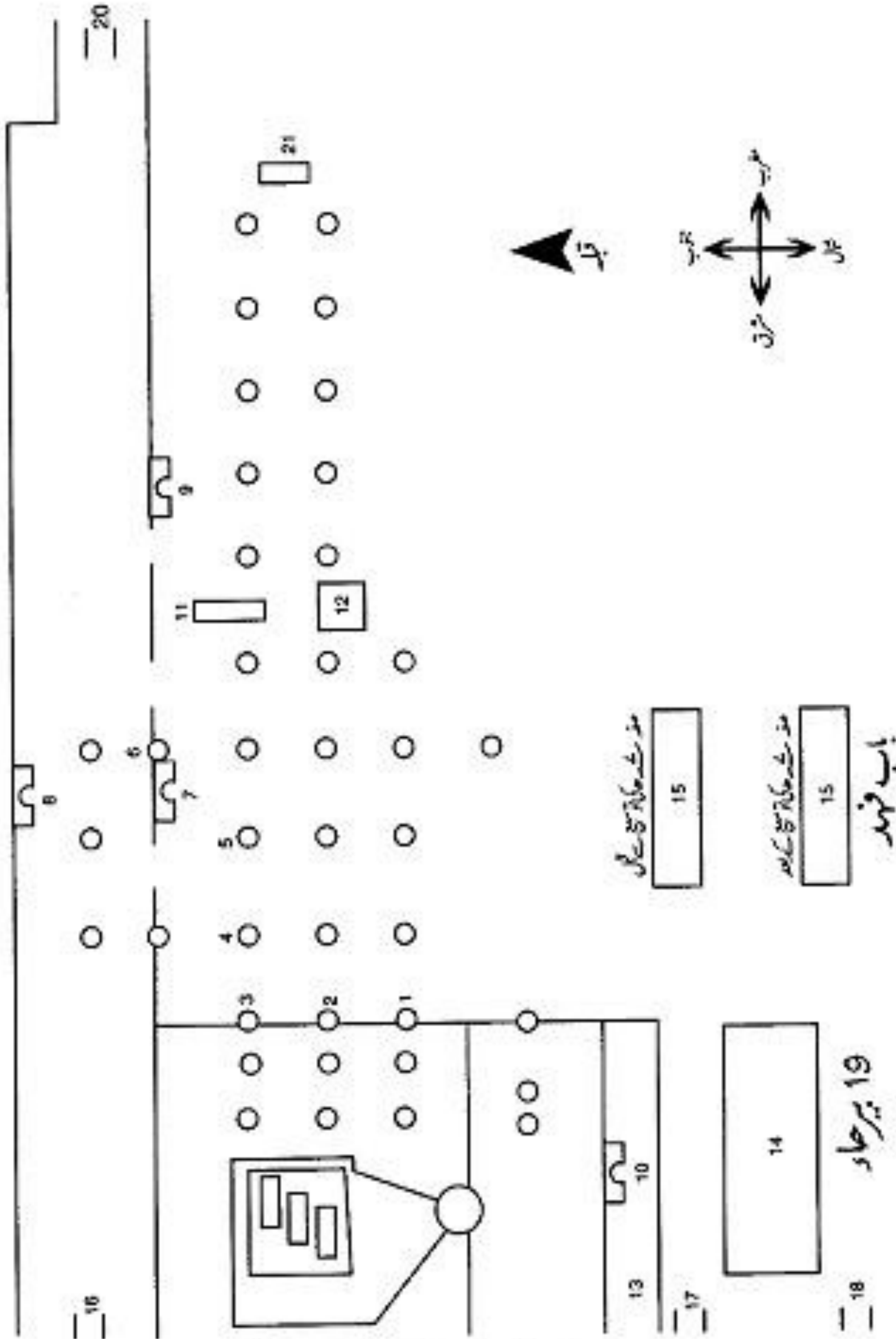
۱۵-**صفہ** : صفہ کے معنی ہیں سایہ دار جگہ۔ یہ ایک چبوترہ تھا جہاں غریب اور بے گھر صحابہ کرامؓ مقیم تھے۔ اور اسلامی تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے۔ اگر آپ استوانہ عائشہ سے قبلہ کی مخالف سمت چلیں تو پانچویں ستون کے بعد صفہ تھا۔ جب رسول اکرم ﷺ نے سات ہجری میں مسجد

نبوی شریف کی توسیع فرمائی تو یہ صفہ تقریباً دس میٹر مزید شمال کو منتقل کر دیا گیا۔ جیسا کہ مسجد نبوی شریف کے خاکہ سے واضح ہے۔

۱۹- بیر حاء : اگر آپ باب فہد سے مسجد نبوی شریف میں داخل ہوں تو یہ کنواں تقریباً ۱۵ میٹر مسجد کے اندر واقع ہے۔ وہاں فرش پر تین دائرے بنا دیے گئے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ اس کنویں پر کئی بار تشریف لائے اور اس کا پانی پیا۔ دراصل یہ کنواں اور باغ حضرت طلحہؓ کی ملکیت تھا۔ جب انہوں نے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 92 سنی (تم اس وقت تک اعلیٰ تقویٰ حاصل نہیں کر سکتے جب تم اپنی سب سے پسندیدہ شے اللہ کی راہ میں نہ دے دو)۔ تو یہ کنواں اور باغ بطور صدقہ دے دیا۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ صحابہ کرامؓ ایسے ہی فی الفور اور پورے اخلاص سے قرآن پاک کی ہدایات پر عمل پیرا ہوتے تھے۔

۲۱- ابوبکرؓ کا گھر: اگر آپ منبر سے باب صدیق کیطرف چلیں تو پانچویں ستون کے بعد آپ کا گھر تھا۔ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سب گھروں کے دروازے جو مسجد نبوی میں کھلتے ہیں بند کر دیے جائیں سوائے ابوبکر صدیقؓ کے گھر کا دروازہ۔ یہ اس بات کی پیشین گوئی تھی کہ ابوبکر صدیقؓ پہلے خلیفہ ہوں گے۔

مسجد نبوی شریف کا خاکہ



بیرحاء باب فہد کے پاس مسجد کے اندر واقع ہے۔
(نوٹ: بیرحاء اس خاکہ کی سکیل کے مطابق نہیں دکھایا گیا)

ستون

۱-ستون وفود

۲-ستون حرس

۳-ستون سریر

۴-ستون ابی لبابہؓ

۵-ستون عائشہؓ

۶-ستون مخلقہ

محراب

۷-محراب نبوی شریف ﷺ

۸-محراب عثمانی

۹-محراب حنفی

۱۰-محراب تہجد

۱۱-منبر

۱۲-موذن کا چبوترہ

۱۳-تہجد کا چبوترہ

۱۴-سیکورٹی کا چبوترہ

۱۵-صفہ

۱۶-باب بقیع

۱۷-باب جبریل

۱۸-باب نساء

۱۹-بیرحاء

۲۰-باب سلام

۲۱-ابوبکرؓ کا گھر

اللہ تعالیٰ کا فرمان

إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا

(ترجمہ) بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ ان (ﷺ) پر درود بھیجو اور ان پر خوب سلام بھیجا کرو۔

آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا طریقہ بخاری میں درج ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ .

خوشخبری

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (مسلم)

(ترجمہ) آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ درود بھیجتے ہیں۔

آپ ﷺ کا خلق عظیم

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾

(ترجمہ) (اے لوگو) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر (ﷺ) تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں۔ جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے۔ جو تمہاری بھلائی کے نہایت خواہش مند ہیں (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے پھر بالخصوص) ایمان والوں کے ساتھ (تو) بڑے ہی شفیق (اور) مہربان ہیں۔

اہلِ فکر کیلئے یاد دہانی کے طور پر قرآن اور حدیث کی روشنی میں سترہ مضامین لکھ دیئے ہیں، تاکہ اسلامی تعلیم اور روحانیت میں مزید ترقی ہو۔

وَلِیَتَذَکَّرَ اُوْلُوا الْاَلْبَابِ

اہل فکر

کے لئے یاددہانی

مرتب

امتیاز احمد

ماسٹر آف فلاسفی (لندن)

مترجم

(ڈاکٹر) حافظ سلمان الفارس

مصنف :.................................. امتیاز احمد
شہریت :.................................. امریکی
تعلیم :.................................. ماسٹر آف فلاسفی (لندن)
۱ ۔ ہیڈ آف فزکس ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ ڈگری کالج اسلام آباد ۔ پاکستان
۲ ۔ پرنسپل اسلامک اسکولز ۔ امریکہ
۳ ۔ جنرل مینیجر مرسی انٹرنیشنل (Mercy International) رفاہی ادارہ امریکہ
۴ ۔ بانی توحید مسجد آف فارمنگٹن ہل میشیگن (Farmington Hill Michigan)
اینڈ توحید مسجد آف ڈیٹرائٹ میشیگن امریکہ (Detroit Michigan)
۵ ۔ مشیر عربین ایڈوانس سسٹم (Arabian Advanced Systems)
مصنف کا پتہ : ص ۔ب: 4321 ۔ مدینہ منورۃ ۔ سعودی عرب
ای میل : Email: mezaan22@hotmail.com
ویب سائٹ : Website: www.imtiazahmad.com

For URDU visit ; www.QuranoSunnah.com

امتیاز احمد (مقیم مدینہ منورۃ) کی کتابیں مندرجہ ذیل مقامات سے مناسب قیمت پر حاصل کی جاسکتی ہیں ۔

1 - BOOKS AND BOOKS store in Commercial Center,
Satellite Town, Rawalpindi in PAKISTAN,
00-92-51-4420495, 4420248, Fax 4423025
KHALID ZAMAN 00-92-3335111722

2 - DARUL HUDA , CHENNAI, TAMILNADU, INDIA
91-44-25247866, 9840174121, 9840891551
Email. muftiomar@yahoo.com

3 - FOR LAHORE PAKISTAN, CONTACT :
Ammar - ul - Islam 0300- 8464042
email. mrammar@hot

الطبعة الأولى : أغسطس ٢٠٠٣م
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
أحمد ، امتياز
اهل فكر ..... / امتياز أحمد ـ المدينة المنورة ١٤٢٥ هـ
٩٠ ص ، ٢١ سم
١ ـ خطبة الجمعة (النص باللغة الأردية)
ديوى : ٢١٣ ١٤٢٥/٢٥٨٠
رقم الإيداع : ١٤٢٥/٢٥٨٠ ردمك : X ـ ٩٢٣ ـ ٤٣ ـ ٩٩٦٠
مطابع الرشيد : المدينة المنورة ـ ص ب : ١١٠١ ـ فون : ٠٠٩٦٦-٤-٨٤٦٨٣٨٢

فہرست

مقدمہ

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اسلام ایک عالمی اور آفاقی دین ہے جو زمان و مکان کی حدود و قیود سے آزاد ہے۔ یہ دین نہ تو کسی خاص عہد یا دور کے لئے نازل ہوا اور نہ اسے کسی مخصوص ملک علاقے یا نسل کے لئے اتارا گیا۔ بلکہ یہ رب العالمین کا بھیجا ہوا دین ہے اور اسے تمام جہانوں اور تمام زمانوں کے لئے نافذ کیا گیا ہے۔ بقول شاعر

ازل اس کے پیچھے، ابد سامنے　　نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے

اسلام دین فطرت ہے۔ یہ بنی نوع انسان کی فطری اقدار کا مظہر ہے۔ یہ عالمی اخوت اور بھائی چارے کے اصولوں پر مبنی ہے۔ یہ امن و آشتی کا علمبردار اور صلح و محبت کا داعی ہے۔

اسلام علم کا حامی اور جہالت کا دشمن ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام کو معلم اور مبلغ بنا کر بھیجا۔ اور وہ عمر بھر اسلام کے پرچار اور اس کی اشاعت میں لگے رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اس کی ایک درخشندہ مثال ہیں جنہوں نے ساڑھے نو سو برس کی طویل عمر پائی اور تمام عمر دین اسلام کی تعلیم و تبلیغ میں بسر کر دی۔ خود حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا۔ ایک اور جگہ پر آپ نے فرمایا کہ مجھے اس لئے مبعوث کیا گیا کہ میں لوگوں کو خلق کی تعلیم دوں اور اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں۔

گویا اسلام کی اساس اور مسلمان کی میراث علم ہے۔ لیکن یہ کسقدر افسوس کا مقام ہے کہ دور حاضر کا مسلمان اپنی اس عظیم میراث کو گم کر بیٹھا ہے اور مزید کرب کی بات یہ ہے کہ اسے اپنی اس متاع گم گشتہ کا احساس بھی نہیں رہا۔ اور علم کی تحصیل اور تدریس جو فی الحقیقت ہمارے لئے "فرض عین" کا حکم رکھتی تھی اب شاید "فرض کفایہ" بھی نہیں سمجھی جاتی اور دین اسلام کی اشاعت کا فریضہ اب سکڑ سکڑ کر مسجد کی چاردیواری تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

تاہم غنیمت ہیں وہ معدودے چند اشخاص جو اس گئے گذرے دور میں بھی علم دین کی اشاعت میں سرگرم ہیں اور مادی اقدار اور لادینی شعار کے اس ظلمت کدہ میں دین اسلام کی شمع کو روشن رکھے ہوئے ہیں۔ ان قابل رشک اور لائق ستائش مسلمانوں میں ہمارے ایک دوست اور دینی بھائی جناب امتیاز احمد صاحب بھی ہیں۔ جو ہمہ وقت قلمی جہاد میں مصروف ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے آپ کو اشاعتِ دین کے لئے گیا وقف کر رکھا ہے۔ وہ عملاً اپنی ذہنی، جسمانی اور مالی صلاحیتوں کو بروئے کار

لاکر دین اسلام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلا رہے ہیں۔امتیاز صاحب کی پہلی کتاب (جو کہ نئے مسلمانوں کی سچی کہانیوں پر مشتمل ہے) سب سے زیادہ مقبول ہوئی وہ اب دنیا کی بارہ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوکر کروڑوں کی تعداد میں تقسیم ہوچکی ہے۔اسی طرح ان کی دوسری کتاب جوان کی تقاریر دلپذیر کا مجموعہ ہے اور مقبول خلائق بھی وہ انگریزی میں Speeches for an Inquiring Mind اور اردو میں ''شاید کہ ترے دل میں اتر جائے میری بات'' کے عنوان سے دستیاب ہے۔اوراس کا ترجمہ بھی مزید زبانوں میں ہورہا ہے۔ان کی تیسری کتاب جس کا انگریزی میں ٹائیٹل Reminders for People of Understanding ہے۔اب اردو زبان میں ''اہل فکر کے لئے یاددہانی'' کے عنوان سے شائع ہورہی ہے۔اور یہ کتاب بھی پہلی کتابوں کی طرح اپنی افادیت اور جامعیت کے لحاظ سے منفرد ہے۔اس کتاب کے کل اٹھارہ ابواب ہیں۔ اور ہر باب اپنے اندر ایک نئی فکر اور تازہ سوچ سموئے ہوئے ہے۔یہ تمام ابواب ہماری معاشرت، معیشت اور ہماری عاقبت کے لئے بے حد ضروری اور اہم ہیں۔

امتیاز صاحب کی کتابوں کی مقبولیت اور پذیرائی کا راز یہ ہے کہ جہاں وہ اپنے خیالات کا اظہار اپنی سہل زبان میں کرتے ہیں۔وہاں وہ ساتھ ساتھ قرآن حکیم کی آیات اور احادیث نبوی ﷺ سے اپنے بیان کوتقویت دیتے چلے جاتے ہیں۔

''اہل فکر کے لئے یاددہانی'' اس لحاظ سے بہت جامع اور نفع بخش ہے کہ اس میں انسانی زندگی کے اہم تقاضوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اور ہمیں مقصد حیات اور حسن اخلاق سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اور یہ دینی آگاہی ہمارے اندر عمل پیہم کا ایک نیا جذبہ اور اسلامی اصولوں پر کاربند ہونے کا ایک نیا ولولہ پیدا کرتی ہے۔

میں جناب امتیاز صاحب کو اس نہایت ہی مفید کتاب کی تصنیف پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ اسی دینی جذبے اور اسلامی ولولے سے اشاعت دین کا کام جاری رکھیں اور اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے توشۂ آخرت جمع کرتے رہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین.

احقر العباد / ڈاکٹر اصغر علی شیخ
پروفیسر جامعہ ملک عبدالعزیز مدینہ منورہ

کتاب کا تعارف

غور وفکر کرنے والوں کے لئے یاددہانی کیوں ضروری ہے۔غور وفکر کرنے والوں کی کیا خصوصیات ہیں؟

ان سوالوں کا جواب قرآن کریم نے بہترین اور دوٹوک انداز میں دیا ہے۔سورۃ ص:29
(ترجمہ) یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔
کیا ایک عقلمند انسان بھی اہم باتوں کو بھول سکتا ہے؟ جی ہاں۔سورۃ الذاریات:55
(ترجمہ) اور نصیحت کرتے رہیں یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دے گی۔
عقل رکھنے والوں کی کیا خصوصیات ہیں؟ سورۃ الزمر:18
(ترجمہ) جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں۔پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں۔یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں۔
عقل رکھنے والوں کی مزید خصوصیات یہ ہیں۔سورۃ آل عمران:191-190
(ترجمہ) بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور شب وروز کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں یقیناً ایسے عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں کے بل یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں۔(پھر بے اختیار بول اٹھتے ہیں) تو ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔پس ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالے۔
اسی وجہ سے اس بات کو قرآن کریم میں بار بار بیان کیا گیا ہے۔کہ عقل وخرد والے ہی یاد رکھتے ہیں۔یعنی اللہ کی نشانیوں سے سبق اور عبرت لیتے ہیں۔جیسا کہ سورۃ الزمر:21 میں اللہ یاد دہانی کروا رہا ہے۔

(ترجمہ) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اسے زمین کی سوتوں میں پہنچاتا ہے، پھر اسی کے ذریعہ سے مختلف قسم کی کھیتیاں اگاتا ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہیں اور آپ انہیں زرد رنگ دیکھتے ہیں پھر انہیں ریزہ ریزہ کر دیتا ہے، اس میں عقلمندوں کے لئے بہت زیادہ نصیحت ہے۔
کیا عقلمندوں کو پہچاننے کی کوئی کسوٹی ہے؟ جی ہاں اس کے لئے تو ضرور ایک پیمانہ ہونا

چاہئے۔ عقل والے تو وہی ہیں جو تمام چیزوں کو ربانی ہدایات کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی ہی حقیقت میں صحیح اور غلط کی کسوٹی ہے۔

قرآن کریم جو مطلق طور پر صحیح اور غلط کے درمیان فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو فرقان کے نام سے بیان فرمایا ہے۔ سورۃ البقرہ: 185

(ترجمہ) ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کے دلائل ہیں۔

اسی طرح سورۃ الفرقان: 1 کو دیکھئے

(ترجمہ) بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے۔

آپ یہاں اس بات پر غور کریں کہ لفظ فرقان کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سورۃ کا نام فرقان رکھا گیا ہے۔

علاوہ ازیں وہ تمام ہدایتیں جو کسی بھی پیغمبر کو عطا کی گئیں فرقان کہلاتی ہیں۔ کیونکہ تمام آسمانی کتابوں کا نازل کرنے والا ایک ہی ہے اور اللہ کا پیغام چاہے وہ کسی رسول کے ذریعے ہو، وہ ایک ہی ہے۔ اور اس کی روح یکساں ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو جو کچھ دیا گیا تھا اس کو بھی فرقان کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورۃ الانبیاء: 49-48

(ترجمہ) یہ بالکل سچ ہے کہ ہم نے موسیٰ و ہارون کو فیصلے کرنے والی نورانی اور پرہیزگاروں کے لئے وعظ و نصیحت والی کتاب عطا فرمائی ہے۔ وہ لوگ جو اپنے رب سے بن دیکھے خوف کھاتے ہیں اور قیامت (کے تصور) سے کانپتے رہتے ہیں۔

مجھے کس چیز نے اس کتاب کے لکھنے پر مجبور کیا؟ اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ میری پہلی کتاب Speeches for an Inquiring Mind اللہ کے فضل سے دنیا کے کئی ممالک میں پہنچ چکی ہے۔ بہت سے ممالک مثلاً نائیجیریا، برطانیہ اور امریکہ وغیرہ میں بلکہ ہر اس ملک میں جہاں انگلش بولی جاتی ہے اس کتاب کو سراہا گیا ہے۔ درحقیقت آسان انگلش زبان میں عوام کے لئے بہت ہی کم اسلامی لٹریچر دستیاب ہے۔ اس کے برعکس عیسائی لوگ اپنی دلکش کتابیں بنا کر گھر گھر فری تقسیم کرتے ہیں۔

میری پہلی کتاب کی مقبولیت نے میری بہت حوصلہ افزائی کی۔ اس کا اردو ترجمہ شاید کہ ترے

دل میں اتر جائے میری بات' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔

سعودی ہسپتالوں میں کام کرنے والی نرسوں اور ڈاکٹروں نے میری پہلی کتاب سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔اس کتاب نے نہ صرف مسلم ڈاکٹروں اور نرسوں کی اسلامی سوچ کو تقویت دی بلکہ غیر مسلموں کو بھی اسلام سے متعارف کروایا ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے بہت ساری نرسوں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور کئی نرسیں اسلام قبول کرنے کے متعلق سوچ رہی ہیں۔ جیسا کہ مدینہ منورہ میں ملک فہد ہسپتال میں ایڈنا (Edna) نامی ایک نرس نے غیر مسلم ہوتے ہوئے بھی اس کتاب کے تقریباً ایک ہزار نسخے محض اس لئے تقسیم کئے کیونکہ اس نے خود اس کتاب کو بہت مفید پایا۔ آپ کو پڑھ کر خوشی ہوگی کہ 2000ء کے رمضان کے بعد ایڈنا نے مجھے فون پر بتایا کہ اس نے اور اسکی کئی سہلیوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا۔

مدینہ منورہ کے مقامی ڈاکٹروں اور نرسوں کی طرف سے مجھ پر بہت دباؤ تھا کہ میں آسان انگلش میں مزید ایک کتاب تیار کروں۔ جو پہلی کتاب کی طرح ہو۔ میں اس سلسلے میں بہت متفکر تھا کیونکہ جو شخص بھی دعوت پیش کرتا ہے اسے اس پر خود بھی عمل پیرا ہونا چاہئے۔ ورنہ یہ داعی کے حق میں مضر ثابت ہوگا۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ان ہی لوگوں کو جہنم میں ڈالے گا جو اپنی نصیحت پر خود عمل پیرا نہیں۔ بہت زیادہ غور وفکر کے بعد میں نے اس کتاب کو تصنیف کیا۔ کیونکہ یہ کتاب سب سے پہلے خود میرے ہی لئے یاد دہانی ہے۔ اللہ سے پوری امید ہے کہ وہ میری اس کاوش کو قبول کریں گے۔ اور مجھے اس کے مطابق چلنے کی توفیق دیں گے۔ اور مجھے اور تمام قارئین کرام کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں داخل فرمادیں گے۔ سورۃ الحدید:9

(ترجمہ) وہ (اللہ) ہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نرمی کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

علاوہ ازیں میری یہ خواہش بھی تھی کہ اسلامی معاشرے کو سنوارنے کے لئے اخلاق کے بارے میں کچھ لکھوں۔ اس کتاب کے کئی مضامین نے بھی میری اس خواہش کو بھی پورا کردیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور قارئین کرام کو حسن اخلاق عطا فرمادے۔ آمین

امتیاز احمد

مدینہ منورہ، اپریل 2004ء

ہماری آنکھیں اور کان

اللہ کی بہت ساری نشانیوں کی طرح ہم اپنی آنکھوں اور کانوں کے عطیہ پر بھی بہت کم غور وفکر اور شکر کرتے ہیں۔سورۃ الملک:23

(ترجمہ) کہہ دیجئے کہ وہی (اللہ) جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے تم بہت ہی کم شکر گذاری کرتے ہو۔

ہماری یہ بنیادی قوتیں اللہ نے پیدا کی ہیں۔ کیا کبھی ہم نے سوچا ہے کہ اگر یہ صلاحیتیں خدانخواستہ ہم سے چھن جائیں تو کیا ہوگا؟ کیا ہم اپنی آنکھوں اور کانوں کا صحیح استعمال کرتے ہیں؟ کیا ان کے صحیح اور غلط استعمال کی کوئی جواب دہی ہوگی؟ اس طرح کے انتہائی سادہ مگر بہت اہم سوالات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں؟

سب سے پہلے تو ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سات مرحلوں میں پیدا کیا ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔سورۃ المؤمنون:14-12

(ترجمہ) یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا۔ پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا، پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا۔ پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا، پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کر دیا۔ برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔

حال ہی میں سائنسدانوں نے جب ان سات مرحلوں کا مشاہدہ کیا جن کو خالق مطلق نے صدیوں پہلے بیان کر دیا تھا تو ان سائنسدانوں کی عقل دنگ رہ گئی اور کانفرنسوں میں کئی مقالے پڑھے۔مثلاً بچے کی ہڈیاں پہلے بنتی ہیں۔ پھر ان پر گوشت پہنا دیا جاتا ہے۔لیکن ان مشاہدوں کے باوجود ان میں سے اکثر ہدایت سے بے بہرہ رہے۔

ماں کی بچہ دانی میں انسانی نطفہ کس طرح پروان چڑھتا ہے۔ یہ نطفہ تین اندھیروں سے ڈھکا ہوتا ہے۔سورۃ الزمر:6

(ترجمہ) اس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے، پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور تمہارے لئے چوپایوں میں سے (آٹھ نر و مادہ) اتارے وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک بناوٹ کے بعد دوسری بناوٹ پر بناتا ہے تین تین اندھیروں میں، یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اسی

کے لئے بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں بھٹک رہے ہو۔

ان تین اندھیروں سے مراد 1 - ماں کا پیٹ، 2 - بچہ دانی 3 - بچہ پر لپٹی ہوئی جھلیاں ہیں۔

وہ کون ہے جو نطفہ کے کسی باریک خلیہ کو چن کر کان بناتا ہے؟ اور اسکو نشو نما دیتا ہے۔ وہ کونسے خلیات ہیں جن کے ذریعے آنکھ بنتی ہے؟ یہ سب کون کرتا ہے؟ یہ خلیات کیسے جیتی جاگتی آنکھ یا کان بن جاتے ہیں؟ یہ آنکھ اور کان کیسے اپنے خالق کے پابند ہوتے ہیں؟ اسی بات کو ہم بالفاظ دیگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ آنکھ کبھی بھی سننے کے لئے استعمال نہیں کی جا سکتی۔ اور کان کو دیکھنے کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ آنکھ اور کان اپنے خالق کے اطاعت گذار ہیں۔ کیا ہم کو بھی مکمل طور پر اپنے خالق کا پابند اور اطاعت گذار نہیں ہونا چاہئے؟ جس نے ہمیں تمام قسم کی صلاحیتیں دے رکھی ہیں۔ بلکہ ہمیں ان کے استعمال کی آزادی بھی دی اور ان کو استعمال کرنے کی ہدایات بھی دیں۔ سورۃ الانسان: 3-2

(ترجمہ) بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لئے پیدا کیا اور اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔ ہم نے اسے راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر گذار بنے خواہ ناشکرا۔

وہ لوگ جو ان آیتوں کو واقعی توجہ سے سنیں گے وہ دل کی آواز سے پکار اٹھیں گے۔ سورۃ آل عمران: 194-193

(ترجمہ) اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا با آواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ، پس ہم ایمان لائے۔ یا الٰہی! اب تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے اور ہماری موت نیکوں کے ساتھ کر۔ اے ہمارے پالنے والے معبود! ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر۔ یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

بہت سارے اہل ایمان اللہ کی ہدایات سننے سے غافل ہیں ان کو اللہ کی ان ہدایتوں سے کچھ فیض نہیں ملتا۔ سورۃ الانفال: 21-20

اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس (کا کہنا ماننے) سے روگردانی مت کرو سنتے جانتے ہوئے۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے (سناتے کچھ) نہیں۔

درحقیقت سننے اور دیکھنے کے چار مراحل ہیں۔ ایک ایسے کلاس روم کا تصور کیجئے جو طلبہ سے بھرا

ہوا ہو۔ایک طالبعلم جو ٹیچر کی بات سن رہا ہو اور لکھی ہوئی ہدایات بھی دیکھ رہا ہو اور اپنی آنکھیں مکمل طور پر کھلی بھی رکھتا ہو۔مگر اس کا دماغ ادھر ادھر کی باتوں میں لگا ہوا ہو۔دوسرا طالبعلم جو سن بھی رہا ہو۔دیکھ بھی رہا ہو۔مگر ٹیچر کی ہدایات پر غور وفکر نہ کر رہا ہو۔ تیسرا طالبعلم جو سن بھی رہا ہو۔دیکھ بھی رہا ہو اور ٹیچر کی ہدایات پر غور وفکر بھی کر رہا ہو۔مگر ان ہدایات کے مطابق عمل نہ کر رہا ہو۔اور چوتھا طالبعلم جو سن بھی رہا ہو دیکھ بھی رہا ہو اور ٹیچر کی ہدایات پر غور وفکر بھی کر رہا ہو اور ٹیچر کی ہدایات پر عمل بھی کر رہا ہو کیا یہ چاروں قسم کے طالبعلم برابر ہو سکتے ہیں۔ہرگز نہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تم ایسا نہ کہو کہ ہم نے سن لیا۔حالانکہ انہوں نے سنا نہیں۔اس لئے اللہ کی ہدایات سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہمیں اللہ کی ہدایات کو انتہائی غور سے سننا ہوگا۔اُن پر غور وخوض کر کے ان کو دلنشین کرنا ہوگا اور پھر ان پر عمل کرنا ہوگا۔سورۃ ق:37

(ترجمہ)اس میں ہر صاحب دل کے لئے عبرت ہے اور اس کے لئے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور وہ حاضر ہو۔

اللہ کی ہدایات دیکھنے اور سننے سے اپنی آنکھوں اور کانوں کو بند کر لینا اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرنا، یہ ہمارے لئے بہت ہی افسوس ناک ہوگا۔سورۃ البقرہ:171

(ترجمہ) کفار کی مثال ان جانوروں کی طرح ہے جو اپنے چرواہے کی صرف پکار اور آواز ہی کو سنتے ہیں(سمجھتے نہیں)وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں،انہیں عقل نہیں۔

سورۃ الاعراف:179

(ترجمہ)اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں،جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے۔یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ برے اور بھٹکے ہوئے ہیں کیونکہ یہ غفلت کرنے والے لوگ ہیں۔

سورۃ الاعراف:182

(ترجمہ)اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج (گرفت میں) لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں۔

ایک آدمی سیدھے راستے سے اسی وقت بھٹکتا ہے جو اس کی فضول تمنائیں اس پر غالب آجاتی

ہیں۔سورۃ الجاثیہ:23

(ترجمہ) کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔تم نصیحت کیوں حاصل نہیں کرتے۔

ایک مؤمن کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی آنکھ اور کان کا صحیح استعمال کرے۔اگر ان دونوں کا استعمال اللہ کی ہدایات سے ہٹ کر کیا جائے گا تو اللہ اس پر ضرور گرفت کرے گا۔اور سزا دے گا۔سورۃ الاسراء:36

(ترجمہ) ایسی بات کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔بے شک کان، آنکھ اور مرکز حواس یعنی دل ودماغ ان سب کے بارے میں تم سے باز پرس ہوگی۔

حقیقت میں آنکھ اور کان اور دیگر اعضاء اللہ کی طرف سے ہم پر نگہبان یا سیکورٹی گارڈ کی حیثیت رکھتے ہیں۔اور قیامت کے دن ہمارے خلاف گواہی کی حیثیت سے کھڑے ہو جائیں گے۔سورۃ فصلت:23-20

(ترجمہ) یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے لئے اعمال کی گواہی دیں گی۔یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی، وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے، اس نے تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔اور تم (اپنی بداعمالیاں) اس وجہ سے پوشیدہ رکھتے ہی نہ تھے محض اس اندیشہ سے کہ (کہیں نہ) تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں بلکہ تم یہ سمجھتے رہے کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اس میں سے بہت سے اعمال سے اللہ بے خبر ہے۔تمہاری اس بد گمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر رکھی تھی تمہیں ہلاک کر دیا اور بالآخر تم زیاں کاروں میں ہو گئے۔

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی آنکھوں اور کانوں کو صرف اور صرف اچھے کاموں کے لئے استعمال کریں اور ہم ان خداداد نعمتوں کے ذریعے اپنے خالق کی شکر گذاری کریں اور اس کو مزید جاننے اور پہچاننے کی کوشش کریں۔جس نے ہمیں ایسی اعلیٰ نعمتیں عطا فرمائیں۔

شاندار تخلیق

ایک روز میں سورۃ المؤمن کی درج ذیل آیت پڑھ رہا تھا۔ سورۃ المؤمن: 57

(ترجمہ) آسمان وزمین کی پیدائش یقیناً انسان کی پیدائش سے بہت بڑا کام ہے، لیکن (یہ اور بات ہے کہ) اکثر لوگ بے علم ہیں۔

میں یہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک بہترین ساخت میں پیدا کیا ہے۔ انسانی جسم میں بہت سارے نظام ہیں جو ایک دوسرے سے مل جل کر چلتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسانی جسم ایک چھوٹی سی کائنات ہے۔ جس کا مکمل احاطہ ہماری پہنچ سے باہر ہے۔

درج بالا آیت کے ذریعے مجھ پر یہ بات بھی آشکارا ہوئی کہ زمین وآسمان کی پیدائش انسان کی پیدائش سے بھی زیادہ عظیم ہے۔ اس کائنات کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار نشانیاں رکھی ہیں اور روزمرہ کی زندگی میں ہم سب ان نشانیوں سے گذرتے رہتے ہیں۔ لیکن ان نشانیوں پر توجہ نہیں دیتے۔ گوان میں ہمارے لئے رہنمائی اور ہدایت ہوتی ہے۔ سورۃ ق: 11-6

(ترجمہ) کیا انہوں نے آسمان کو اپنے اوپر نہیں دیکھا؟ کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے اور زینت دی ہے اس میں کوئی شگاف نہیں۔ اور زمین کو ہم نے بچھا دیا ہے اور اس میں ہم نے پہاڑ ڈال دیئے ہیں اور اس میں ہم نے قسم قسم کی خوشنما چیزیں اگا دی ہیں۔ تاکہ ہر رجوع کرنے والے بندے کے لئے بینائی اور دانائی کا ذریعہ ہو۔ اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا اور اس سے باغات اور کٹنے والے کھیت کے غلے پیدا کئے۔ اور کھجوروں کے بلند وبالا درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہیں۔ یہ انتظام ہے بندوں کی روزی کے لئے۔ اور ہم اس پانی کے ذریعے مردہ زمین کو زندگی عطا کرتے ہیں۔ اسی طرح (مرے ہوئے انسانوں کا زمین سے) نکلنا ہوگا۔

اسی طرح سورۃ یاسین: 40-33 میں اللہ تعالیٰ کی واضح نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔

(ترجمہ) اور ان کے لئے ایک نشانی (خشک) زمین ہے جس کو ہم نے زندہ کر دیا اور اس سے غلہ نکالا جس میں سے وہ کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں کے اور انگور کے باغات پیدا کر دیئے اور جن میں ہم نے چشمے بھی جاری کر دیئے ہیں۔ تاکہ (لوگ) اس کے پھل کھائیں، اور اس کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا۔ پھر کیوں شکرگذاری نہیں کرتے۔ وہ پاک ذات ہے جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہوں، خواہ خود ان کے نفوس ہوں خواہ وہ

(چیزیں) ہوں جنہیں یہ جانتے بھی نہیں۔اوران کے لئے ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کو کھینچ دیتے ہیں تو وہ یکا یک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔اور سورج کی لئے جو مقررہ راہ ہے وہ اسی پر چلتا رہتا ہے۔ یہ نظام ایک زبردست اور علیم ہستی کا بنایا ہوا ہے۔اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں، یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے،اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ البقرہ: 164

(ترجمہ) آسمان اور زمین کی پیدائش،رات دن کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لئے ہوئے سمندروں میں چلنا، آسمان سے پانی اتار کر، مردہ زمین کو زندہ کردینا، اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا، اور بادل، جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، ان میں عقلمندوں کے لئے قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔

کون ہے جو اللہ کے بنائے ہوئے نظام کی طرح کوئی دوسرا نظام پیدا کرسکتا ہے۔دیکھئے سورۃ لقمان:10-11

(ترجمہ) اسی نے آسمان کو بغیر ستون کے پیدا کیا تم انہیں دیکھ رہے ہو اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو ڈال دیا تاکہ وہ تمہیں جنبش نہ دے سکے اور ہر طرح کے جاندار زمین میں پھیلا دئے۔اور ہم نے آسمان سے پانی برسا کر زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے اگا دیئے۔یہ ہے اللہ کی تخلیق۔اب تم مجھے اس کے سوا دوسرے کسی کی کوئی تخلیق تو دکھاؤ (کچھ نہیں)، بلکہ یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

اللہ کی تخلیق ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔سورۃ الملک:3-4

(ترجمہ) جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے۔(تو اے دیکھنے والے) اللہ رحمٰن کی پیدائش میں کوئی خلل نہ دیکھے گا، دوبارہ (نظریں ڈال کر) دیکھ لے کیا کوئی شگاف بھی نظر آرہا ہے۔پھر دوڑاؤ نظر بار بار تیری نگاہ تیری طرف ذلیل (وعاجز) ہو کر تھکی ہوئی لوٹ آئے گی۔

اسی طرح دن اور رات کی پیدائش اور انکا الٹ پھیر ہر انسان دیکھتا رہتا ہے۔مگر اس کو انسان روزمرہ کی چیز سمجھ کر نظر انداز کردیتا ہے۔سورۃ القصص:71-73

(ترجمہ) کہہ دیجئے! کہ دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ رات کو رہنے دے قیامت تک کے لئے۔تو سوائے اللہ کے کون معبود ہے جو تمہارے پاس دن کی روشنی لائے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ یہ بھی

بتادو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ قیامت تک کے لئے دن ہی دن رکھے تو بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس رات لے آئے؟ جس میں تم آرام حاصل کرو، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو؟ اسی نے تو تمہارے لئے اپنے فضل وکرم سے دن رات مقرر کر دیئے ہیں کہ تم رات میں آرام کرو اور دن میں اس کی بھیجی ہوئی روزی تلاش کرو، یہ اس لئے کہ تم شکر گذار بنو۔

اسی بات کو مزید سورۃ الانعام: 97-96 میں بیان کیا ہے۔

(ترجمہ) وہ صبح کا نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنایا ہے اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ہے۔ یہ ٹھرائی بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر ہے بڑے علم والا ہے۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا، تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں، خشکی میں اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو۔ بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو خبر رکھتے ہیں۔

پھر اللہ نے بتایا کہ سبزیاں اور پھل کیسے پیدا ہوئے ہیں۔ سورۃ الانعام: 95

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ دانہ کو اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے، وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے اور وہ بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے یہ ہے تمہارا اللہ، سو تم کہاں الٹے چلے جا رہے ہو۔

اسی طرح دیکھئے سورۃ الانعام: 99

(ترجمہ) وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا۔ پھر اس کے ذریعے ہر قسم کے نباتات اگائے اور اس سے سبز کھیت نکالتے ہیں اور اس سے دانے تہ بہ تہ۔ اور کھجور کے درختوں میں سے اس کے خوشوں کے گچھے جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار کہ بعض ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور کچھ خصوصیات میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے۔ ہر ایک کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کی کیفیت کو دیکھو ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

بلاشبہ زمین وآسمان کی تخلیق انسان کی تخلیق سے زیادہ عظیم ہے۔ زمین وآسمان کی عظیم تخلیق ہم کو اور زیادہ قائل کرتی ہیں۔ کہ جس ذات نے اس عظیم الشان کائنات کو پیدا کیا ہے۔ وہی ذات یقیناً بوسیدہ ہڈیوں اور کھائے ہوئے گوشت سے انسان کو نہایت آسانی سے دوبارہ پیدا کر سکتی ہے۔

سورۃ الاسراء:51-49

(ترجمہ) انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور (مٹی ہوکر) ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے پھر دوبارہ اٹھا کر کھڑے کر دیئے جائیں گے۔ جواب دیجئے کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا۔ یا کوئی اور ایسی خلقت جو تمہارے دلوں میں بہت ہی سخت معلوم ہو، پھر وہ یہ پوچھیں کہ کون ہے جو دوبارہ ہماری زندگی لوٹائے؟ آپ جواب دے دیں کہ وہی جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے (وہی دوبارہ پیدا کرے گا) یہ سن کر وہ تمہیں سر ہلا کر مذاق اڑاتے ہوئے کہیں گے لیکن یہ کب ہوگا۔ اے نبی تم کہہ دو یہ بہت جلد ہوسکتا ہے۔

اسی بات کو سورۃ الاحقاف:33 میں زیادہ دوٹوک انداز میں کہا گیا ہے۔

(ترجمہ) کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے وہ نہ تھکا، وہ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے؟ کیوں نہ ہو؟ وہ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔

پس زمین و آسمان کی تخلیق قابل صد ستائش ہے۔ اس تخلیق پر غور وخوض کرنے سے انسان کے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کئے جانے پر یقین پختہ ہوجاتا ہے۔ اس مضمون کے خاتمے پر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کا ذکر کرنا بہت مناسب ہوگا۔ سورۃ الجاثیہ:37-36

(ترجمہ) سو تمام حمد وشکر اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین اور تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ تمام (بزرگی اور) بڑائی آسمانوں اور زمین میں اسی کی ہے اور وہ ہے زبردست اور حکمت والا۔

ذکر اللہ

اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر اٹھائی گئی ہے۔(1) شہادت (2) صلوٰۃ (3) صوم (روزہ) (4) زکوٰۃ (5) حج

ان تمام عبادات کے لئے معینہ وقت، مقررہ قواعد وضوابط اور مخصوص شرائط ہیں۔ اللہ نے فرض عبادتوں کی حد متعین کر دی ہے۔ فرض روزہ صرف رمضان کے مہینہ میں ہوتا ہے۔ زکوٰۃ ہر سال ایک مرتبہ دی جاتی ہے۔ اگر انسان بدنی اور مالی استطاعت رکھتا ہو تو زندگی بھر میں ایک مرتبہ اس پر حج کرنا فرض ہے۔ قرآن نے کبھی ان عبادات کی کثرت سے ادائیگی پر زور نہیں دیا ہے۔ اس کے برعکس اللہ کی یاد یا اس کا ذکر کرنے کے لئے کسی خاص وقت کی قید نہیں ہے۔ کسی مخصوص جگہ جانا ضروری نہیں ہے۔ نہ ہی اس کے لئے کوئی بہت مشکل اصول وضوابط ہیں۔ اللہ کا ذکر اٹھتے بیٹھتے یا لیٹے ہوئے کر سکتے ہیں۔ اسکے لئے وضو کی بھی شرط نہیں ہے۔ گھر میں مقیم ہوں یا سفر میں ہوں اللہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ صحت ہو یا مرض ہمیں ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب: 41 میں کہتا ہے۔

(ترجمہ) مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔

پس ہر ایک ایمان والے کی یہ صفت ہونی چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کے ذکر میں مصروف ومشغول رہے۔ سورۃ الاحزاب: 35

(ترجمہ) بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مومن مرد اور مومن عورتیں فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبردار عورتیں راست باز مرد اور راست باز عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان تمام کے لئے اللہ نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے اور ان کو بہت بڑا اجر دے گا۔

اللہ تعالیٰ یہاں تک کہتا ہے کہ اگر تم جنگ کر رہے ہو تو دشمنوں سے مڈبھیڑ کے دوران بھی اللہ کا ذکر نہ بھولو۔ بلکہ بکثرت اللہ کو یاد کرتے رہو۔ اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔ سورۃ الانفال: 45

(ترجمہ) اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔

اللہ کے رسول ﷺ سے ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ اسلام میں بہت سارے فرائض اور واجبات ہیں۔ براہ کرم مجھے کوئی ایسی آسان اور سادہ چیز بتادیں جسے میں زیادہ سے زیادہ کرسکوں بلکہ اسکو لازم پکڑلوں۔ جواباً آپ ﷺ نے کہا" تم اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھو (یعنی ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتے رہا کرو)" (مسند احمد)

حضرت ابوسعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے کہا کہ تم اپنے آپ کو ہمیشہ اللہ کی یاد میں مصروف رکھو۔ ایسا ظاہر ہو کہ تم اللہ کے ذکر کے لئے انتہائی حریص ہو۔ اور ذکر کرنے کا گویا تم کو جنون ہے۔

قرآن کی تلاوت اللہ کے ذکر کی سب سے اونچی اور بہترین شکل ہے۔ سورۃ الزمر :23

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں، آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت جس کے ذریعہ جسے چاہے راہ راست پر لگا دیتا ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ ہی راہ بھلا دے اس کا ہادی کوئی نہیں۔

وہ لوگ جو اللہ کے ذکر سے غافل ہیں وہ اپنا بہت بڑا نقصان کر رہے ہیں۔ سورۃ الزخرف :38-36

(ترجمہ) اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے۔ اور وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہاں تک کہ وہ جب ہمارے پاس آئے گا کہے گا کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی (تو) بڑا برا ساتھی ہے۔

اسی طرح سورۃ المائدہ: 91 میں کہا گیا ہے۔

(ترجمہ) شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرادے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آ جاؤ۔

سورۃ المنافقون :9 میں اللہ تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) اے مسلمانو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔ اور جو ایسا کریں وہ بڑے ہی زیاں کار لوگ ہیں۔

درحقیقت سچے مومن وہ ہیں جن کو دنیا کی کوئی رنگینی اللہ کے ذکر سے روک نہیں سکتی۔ سورۃ النور: 37

(ترجمہ) ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے

اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو مخاطب فرما کر کہا۔ "کیا میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جو تمام اعمال سے بڑھ کر ہے۔ جو اللہ کے یہاں قابل قبول ہے اور تمہارے درجات کو بڑھاتی ہے۔ اگر تم اپنے پاس موجود تمام سونا اور چاندی بھی خرچ کر دو تو اس کا اجر اسکے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور اس عمل کا اجر دشمنوں سے لڑنے سے بھی زیادہ ہے۔ جبکہ لڑنے میں وہ تم کو مارنا چاہتے ہیں اور تم ان کو مارنا چاہتے ہو۔ یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ فرمایئے وہ کونسا کام ہے۔ آپ ﷺ نے کہا "اللہ کا ذکر۔" یاد رکھئے اس حدیث میں دشمن سے جہاد و قتال کرنے سے گریز کرنے کی تلقین نہیں ہے بلکہ جیسا کہ اوپر سورۃ الانفال آیت نمبر 45 میں آ چکا ہے کہ قتال کے دوران ذکر کو نہ چھوڑ و اس کا دو گنا ثواب ہے۔

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کوئی مجھے اپنے دل میں یاد کرے گا میں اس کو اپنے دل میں یاد کروں گا۔ جو مجھے کسی مجلس میں یاد کرے گا میں اسے ایسی مجلس میں یاد کروں گا (یعنی فرشتوں کی مجلس میں اسکا ذکر کروں گا) جو اسکی مجلس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

اگر ہم مستقل طور پر زیادہ سے زیادہ اللہ کے ذکر میں مصروف رہیں گے تو اسکے بہترین اثرات نمودار ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ کی اہلیہ حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں پر چکی چلاتے چلاتے گٹے پڑ گئے تھے۔ اسی وقت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس کچھ قیدی لائے گئے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کے پاس گئیں تا کہ ان کو غلام کے طور پر ایک قیدی کے لئے عرض کریں۔ لیکن آپ ﷺ گھر پر موجود نہ تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرت عائشہؓ سے اپنے آنے کی غرض بتادی۔ حضرت عائشہؓ نے یہ بات آپ ﷺ تک منتقل کر دی کہ حضرت فاطمہؓ غلام مانگ رہی ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر آئے۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں ہم دونوں (یعنی حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ) لیٹے ہوئے تھے۔ ہم جلدی سے اٹھنے لگے۔ آپ ﷺ نے کہا جس حالت میں ہیں ویسے ہی رہو پھر آپ ﷺ ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ میں ان کے پیروں کی ٹھنڈک محسوس کر رہی تھی۔ آپ ﷺ نے کہا۔ "میں تم کو ایسی چیز بتاتا ہوں جو ایک غلام سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ جب تم بستر پر لیٹو تو سبحان اللہ 33 مرتبہ پڑھو، الحمد للہ 33 پڑھو اور اللہ اکبر 34 مرتبہ پڑھو۔ یہ تمہارے

لئے غلام سے زیادہ بہتر ہے۔" (بخاری)

امام تیمیہ کہتے ہیں۔ جو کوئی سوتے وقت ان کلمات کو پڑھے وہ کبھی بھی تھکان یا سستی محسوس نہ کرے گا۔

مندرجہ بالا حدیث سے ہم کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مشکلات اور پریشانیوں میں صبر کرنا چاہئے اور اللہ کا ذکر کرنا چاہئے۔ جیسا کہ محمد ﷺ نے اپنی بیٹی کو نصیحت کی تھی۔

اسی طرح کی ایک حدیث ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک مفلس مسلمان آپ ﷺ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ ہم عبادت کرتے ہیں اور بالکل اسی طرح امیر لوگ بھی عبادت کرتے ہیں۔ ہم روزہ رکھتے ہیں اور بالکل اسی طرح امیر لوگ بھی روزہ رکھتے ہیں۔ وہ امیر ہونے کی وجہ سے حج وعمرہ کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ہم غریب لوگ نہیں کر پاتے۔ اس طرح وہ بھلائی اور نیکی میں ہمیشہ ہم سے آگے نکل جاتے ہیں۔ یہ غرباء کے لئے پریشان کن ہے کہ وہ اجر وثواب میں امیروں سے آگے نہیں نکل سکتے۔ ان کو محمد ﷺ نے کہا کیا تم کو ایک ایسا عمل بتاؤں جس سے تم اجر وثواب کے لئے اپنے امیر بھائیوں کے برابر ہو جاؤ بلکہ ان سے سبقت لے جاؤ گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس مقصد کے لئے تم کو ہر نماز کے بعد سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمدللہ 33 مرتبہ اور اللہ اکبر 34 مرتبہ پڑھنا ہوگا۔ (بخاری)

اللہ کا ذکر ہی دلوں کو جلاء اور سکون بخشتا ہے۔ سورۃ الرعد: 28

(ترجمہ) جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل سے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کریں۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اے اللہ تو مجھے اس کام میں میری مدد کر کہ میں تیرا ذکر کروں تیرا شکر ادا کروں اور ہر ممکن طریقہ پر تیری بہتر سے بہتر عبادت کر سکوں۔

اللہ کے ذکر کا سب سے بہترین طریقہ کیا ہے؟ اس کا جواب اللہ نے خود قرآن میں دیا ہے۔ سورۃ الاعراف: 205

(ترجمہ) اور اے شخص! اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں سے مت ہونا۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالی ہم کو کثرت سے اسکا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین

قرآن کریم کی ابتداء اور اختتام

قرآن کریم کی پہلی سورۃ میں ہم اللہ کی تعریف سے شروع کرتے ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ ہر کام اللہ کی تعریف سے ہی شروع ہونا چاہئے۔ اس سورۃ میں ہم اللہ سے دو چیزیں مانگتے ہیں۔ (۱) ہر کام میں اللہ کی مدد (۲) سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت اور توفیق۔ یہ دونوں چیزیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ پر کامیابی کے لئے بہت ضروری ہیں۔ ان دونوں چیزوں کو پانے کی جب بندہ کوشش کرتا ہے تو شیطان اسے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ شیطان اس کے لئے دو طریقے اپناتا ہے۔ (۱) نیک بندوں کے خلاف منصوبہ بندی کرتا ہے اور چالیں چلتا ہے۔ (۲) دلوں میں برائی کے وسوسے ڈالتا ہے۔ سورۃ یوسف:5

(ترجمہ) یقیناً شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

شیطان کی منصوبہ بندی کی مزید تفصیل یہ ہے۔ سورۃ ص:83-82

(ترجمہ) اس (شیطان) نے کہا سو تیری عزت کی قسم ہے میں ان سب کو بہکا کر رہوں گا سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے (اپنے لئے) خاص کر لیا ہے۔

اللہ نے ہمیں شیطان سے لڑنے کے لئے بہت ہی طاقتور چیزیں دی ہیں۔ بلکہ یہ بھی بتایا کہ اسکے چیلوں سے ہم کیسے مقابلہ کریں۔ یہ ہمیں قرآن کی دو آخری سورتوں میں ملے گا۔

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ان دو سورتوں میں لوگوں کے لئے بہت فائدے ہیں۔ یہ دونوں سورتیں جادو کا اثر زائل کرتی ہیں اور بہت ساری بدنی اور روحانی بیماریوں کو ٹھیک کرتی ہیں۔ جادو ایسی تکلیف اور مصیبت ہے کہ رسول اکرم ﷺ بھی اس سے متاثر ہو گئے تھے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک مشرک نے حضرت محمد ﷺ پر جادو کر دیا تھا۔ نتیجۃً آپ ﷺ بیمار ہو گئے۔ اس بیماری کی کیفیت یہ تھی کہ آپ سوچتے کہ کوئی کام کر چکے ہیں حالانکہ نہ کر چکے ہوتے۔ یہاں تک کہ آپ کو بہت زیادہ بھولنے کی شکایت ہو گئی۔ ایک روز حضرت محمد ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو کہا کہ اللہ نے مجھے بیماری کی کیفیت بتا دی ہے۔ ایک دن میں خواب دیکھ رہا تھا آدمی کی شکل میں دو فرشتے میرے پاس آئے۔ ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس۔ سر کے قریب والے نے دوسرے سے پوچھا کہ حضرت محمد ﷺ کو کونسی بیماری ہے دوسرے نے کہا کہ آپ ﷺ پر جادو کا اثر ہے۔ پہلے نے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ جواب ملا لبید ابن اعصم نے کیا ہے۔ جو مشرک تھا۔ اور یہودیوں کا دوست تھا۔ پہلے نے پھر پوچھا کہ جادو اس نے کس طرح کیا

ہے۔ جواب ملا کنگھی اور کنگھی کے دندانوں کے ذریعے۔ پہلے نے پھر پوچھا کہ کنگھی کہاں ہے۔ جواب ملا کنگھی کسی چیز میں لپٹی ہوئی ہے اور ایک کنویں میں کسی پتھر کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ اس کنویں کا نام ذروان ہے۔

ابن کثیر نے امام ثعلبی سے نقل کیا کہ اس کنگھی میں دھاگہ تھا جسمیں گیارہ گانٹھیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے معوذتین میں اسی لئے گیارہ آیتیں نازل کیں۔ آپ ﷺ نے ایک آیت پڑھ کر ایک گانٹھ کھولی۔ اس طرح دونوں سورتوں کو پڑھ لیا اور تمام گانٹھیں کھلتی گئیں۔ تمام گانٹھوں کے کھلتے ہی آپ ﷺ کو مکمل افاقہ محسوس کیا۔

امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں نقل کیا ہے کہ جب کبھی حضرت محمد ﷺ بیمار ہوتے آپ ان ہی دوسورتوں کو پڑھا کرتے تھے۔ اور اپنے ہاتھوں پر پھونک کر اپنے جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ اپنے مرض الموت سے بالکل قریب ہو گئے تو حضرت عائشہؓ یہ دونوں سورتیں پڑھتیں اور آپ ﷺ کے ہاتھوں پر پھونک دیا کرتیں پھر آپ اپنے ہاتھوں کو اپنے بدن اطہر پر پھیر لیا کرتے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی چیز نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ دنیا کی ہر قسم کی برائی اور خطروں سے بچنے کے لئے ہمیں یہ کوشش کرنا چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مکمل حفاظت میں آ جائیں۔ ہمیں اپنے آپ کو اس کی امان کا انتہائی خواستگار ہونا چاہئے۔ اس کے لئے ہمیں نیک عمل کرتے رہنا چاہئے۔ سورۃ الفلق ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم کس طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ سکتے ہیں۔ اور دنیا کی تمام برائیوں اور شیطانوں سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں۔ اسی طرح سورۃ الناس ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ہم کس طرح اللہ تعالیٰ کی امان میں جا سکتے ہیں۔ خصوصاً ان مصیبتوں سے بچ کر جو ہماری روحانی صحت پر اثر ڈالتی ہے۔

سورۃ الفلق میں ہمیں تین طرح کی چیزوں کی برائی سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ (الف) رات کی برائی سے جب اندھیرا چھا جاتا ہے۔ کیونکہ رات کے اندھیرے میں جن شیطان نقصان دہ جانور کیڑے مکوڑے چور اچکے آزاد ہوتے ہیں اور ہمارے دشمنوں کو کام کرنے کا اچھا موقع مل جاتا ہے۔ اسی طرح جادو رات میں زیادہ اثر کرتا ہے۔ اجالے میں جادو کا اثر کم ہو جاتا ہے۔

(ب) ایسے جادوگروں کے شر سے جو گانٹھ میں پھونکتے ہیں۔

(ج) حسد کرنے والے کے حسد سے:-

بہت سارے لوگ دوسرے لوگوں کی کامیابی پر جلتے ہیں اور حسد کرتے ہیں۔ جس طرح

شیطان نے حضرت آدم اور حواء سے حسد کیا۔

سورۃ الفلق کی تلاوت اوپر بیان کردہ تمام برائیوں سے ہمیں بچاتی ہے۔ حضرت عقبہ ابن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے کہا پچھلی رات مجھ پر ایسی آیتیں نازل کی گئیں جن کی مثل کبھی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ یعنی معوذتین۔

عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے مجھ سے کہا جبکہ ہم دونوں سفر کر رہے تھے کہ کیا تم دو انتہائی اہم اور خاص سورتیں سیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ تو مجھے آپ ﷺ نے معوذتین سکھائیں۔ اسی روز آپ نے مغرب میں ان دونوں سورتوں کی تلاوت بھی فرمائی اور حکم دیا جب تم سونے لگو اور اٹھنے لگو تو یہ دونوں سورتیں پڑھ لیا کرو۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

علامہ ابن کثیر بیان فرماتے ہیں کہ ہر انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور شیطان انسان کے سامنے گناہ کو سجا کر پیش کرتا ہے تاکہ آدمی اس گناہ کی طرف راغب ہو۔ اگر شیطان اپنے اس مقصد میں ناکام ہو جائے تو وہ انسان کو اپنی عبادات پر فخر اور نمائش کے طور پر ادا کرنے پر اکساتا ہے۔ اسی طرح شیطان علماء کے علم کے بارے میں ان کے دلوں میں وسوسے پیدا کر دیتا ہے۔ اور یوں وہ انسان کی روحانیت کو برباد کر دیتا ہے۔ اللہ ہی وہ ذات ہے جو ہمیں شیطان کے ان تمام ہتھکنڈوں سے بچا سکتی ہے۔ سورۃ الناس کی تلاوت ہمیں شیطان کے خلاف اللہ کی امان دلاتی ہے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ایک رات میں اپنی اہلیہ حضرت صفیہؓ کے ساتھ ایک گلی سے جا رہا تھا۔ راستے میں دو صحابیوں سے ملاقات ہوگئی میں رک گیا اور دونوں سے کہا کہ یہ میری بیوی صفیہؓ ہے۔ یہ سن کر دونوں کہنے لگے اے ہمارے محبوب نبی ﷺ کیا ہم آپ کے بارے میں کوئی غلط بات سوچ سکتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا شیطان میرے بارے میں بھی تمہارے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کر سکتا ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی شک و شبہ والی بات کو ہمیں اپنے ساتھیوں میں رفع دفع کرتے رہنا چاہئے۔ تاکہ ہمارے دلوں میں دوسروں کے متعلق غلط فہمیاں جنم نہ لے سکیں۔ اس طرح ہم شیطان کو شکست دے سکتے ہیں۔

معوذتین شیطان کے خلاف ہمارے لئے ڈھال کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ ہمیں تمام جسمانی اور روحانی خطرات و آفات سے بچاتی ہیں۔ اس طرح قرآن حکیم کی ابتدائی اور آخری آیات دونوں ہمارے لئے باعث خیر و برکت اور موجب نجات ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے آسمانی کتاب زبور عطا کی تھی۔ زبور میں بنیادی تعلیم توریت میں دی گئی تعلیم کے ہی مطابق تھی۔

اس طرح زبور کے ذریعے حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو پھر سے لوگوں تک پہنچایا۔ گویا آپ کی تعلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا تکملہ تھیں۔ زبور منظوم شکل میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے علاوہ شام، عراق، فلسطین، اردن اور آس پاس کے ممالک پر حکومت بھی عطا کی۔ سورۃ ص:20

(ترجمہ) اور ہم نے حضرت داؤد کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا۔ اور انہیں حکمت دی تھی اور بات کا فیصلہ کرنا سکھایا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام ایک بہترین مقرر تھے۔ آپ کا خطاب دلوں کو مسحور کر دیتا۔ آپ انتہائی موثر آسان اور سمجھ میں آنے والے انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ خواہ کوئی کتنا ہی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کیوں نہ ہو آپ اس کا ایسا حل بیان فرماتے جو کہ عین عدل و انصاف پر مبنی ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بہت سارے معجزات دیئے تھے۔ وہ اکثر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کی آواز ایسی تھی کہ نہ صرف انسان بلکہ پرند، چرند، جانور، اور جنات یہاں تک کہ پہاڑ جھومنے لگتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ تسبیح خوانی کرتے۔ یہ بات قرآن میں تین جگہ بتائی گئی ہے۔ سورۃ ص:19-18

(ترجمہ) ہم نے پہاڑوں کو اس (علیہ السلام) کے تابع کر رکھا تھا کہ اس کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح خوانی کریں۔ اور پرندوں کو بھی جمع ہو کر سب کے سب اس کے زیر۔

سورۃ سبأ:10

(ترجمہ) اور ہم نے داود علیہ السلام پر اپنا فضل کیا، اے پہاڑو! اس کے ساتھ رغبت سے تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی (یہی حکم ہے) اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کر دیا۔

سورۃ انبیاء: 79

(ترجمہ) ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا۔ ہاں ہر ایک کو ہم نے حکم و علم دے

رکھا تھا اور داود علیہ السلام کے تابع ہم نے پہاڑ کر دیئے تھے جو تسبیح کرتے تھے اور پرند بھی۔ اور یہ سب ہم کیا کرتے تھے۔ (یعنی اللہ کے حکم سے ہوتا تھا)

آپ کو شاید یہ پڑھ کر حیرت ہوئی ہوگی کہ پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ گایا کرتے تھے۔ ہمیں یہ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ اللہ نے پوری کائنات کے ذرہ ذرہ کو پیدا کیا ہے۔ اور ہر ذرہ اللہ کا فرمانبردار ہے اور اسکی تعریف و تسبیح کر رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم اس زبان کو سمجھ نہیں پاتے۔

سورۃ الاسراء:44

(ترجمہ) ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے اسی کی تسبیح کر رہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ تم اس کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے۔ وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے۔

یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا۔ کہ ان کے ساتھ جانور پرندے جنات یہاں تک کہ پہاڑ عبادت اور تسبیح میں شامل ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے کئی معجزات حضرت محمد ﷺ کو بھی عطا کئے تھے۔ مثلاً کنکریاں حضرت محمد ﷺ کے پاس شہادت کا اقرار کرتی تھیں۔ اور اسی طرح جانور بھی حضرت محمد ﷺ سے بات چیت کرتے تھے۔ علاوہ ازیں محمد ﷺ مسجد نبوی میں ایک کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر ایک ممبر آپ کے لئے بنا دیا گیا۔ جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ دینے لگے۔ صحابہ نے دیکھا کہ کھجور کا وہ خشک تنا آپ کی جدائی کی وجہ سے رونے لگا۔ حضرت محمد ﷺ نے اس کو دلاسا دینے کے لئے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تو اس درخت نے رونا بند کر دیا۔ آج اس درخت کی جگہ ایک ستون بنا دیا گیا ہے۔ جو مسجد نبوی میں موجود ہے۔ اس پر استوانہ مخلقہ لکھا ہے۔

جناب شیخ جلال الدین السیوطی نے خصائص الکبریٰ میں لکھا ہے کہ گو کنکریاں اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہر وقت بیان کرتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے معجزہ کے طور پر صحابہ کرامؓ کو دکھایا کہ جب کنکریاں حضرت محمد ﷺ کی ہتھیلی میں ہوتیں تو صحابہ کرامؓ ان کنکریوں کا تسبیح بیان کرنا اپنے کانوں سے سن سکتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم کھانا اکثر آپ ﷺ کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ اور ہم نے بارہا کھانے کو اللہ کی تسبیح کرتے سنا تھا۔ (بخاری)

حضرت جابر بن سمرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے کہا" مکہ میں ایک پتھر تھا، جو

میرے نبی بننے سے پہلے بھی مجھے سلام کیا کرتا تھا۔میرے نبی ہونے کے بعد بھی اسکا یہی معمول تھا۔ اسے آج بھی میں جانتا ہوں۔"(مسلم)

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ جن،درخت اور پتھر اذان سنتے ہیں اور وہ قیامت کے دن مؤذن کے بلانے کی شہادت دیں گے۔

اس طرح یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ صرف پہاڑ ہی نہیں بلکہ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔لیکن حضرت داؤدعلیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ ان پہاڑوں کی تسبیح انسان اپنے کانوں سے سنتا تھا۔

حضرت داؤدعلیہ السلام نے حاکم وقت ہوتے ہوئے بھی اپنی حکومت کے خزانے سے کبھی نہ اپنے لئے نہ اپنے خاندان کے لئے ایک پیسہ تک نہ لیا۔وہ خود اپنے ہاتھ سے کام اور صنعت کاری کرتے اور اپنی روزمرہ کی ضروریات پوری کرتے۔وہ دعا کرتے تھے کہ یااللہ میری محنت ومزدوری کو آسان اور بابرکت بنادے تاکہ مجھے زندگی بھر حکومت کے خزانے کی محتاجی نہ ہو۔

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے کمائی ہوئی روزی سب سے بہتر ہے۔جیسا کہ حضرت داؤدعلیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کماتے تھے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی ؒ فرماتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی بنیادی ضرورتوں کے لئے اسلامی بیت المال سے رقم لے سکتا ہے۔لیکن اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اسکے علاوہ اپنے ہاتھ سے کمانے کی کوشش کرے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی موت سے پہلے حکومت سے لئے ہوئے تمام پیسوں کو واپس کر دیا تھا۔جو انہوں نے وظیفہ کے طور پر لئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدعلیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان کے لئے روزی کمانا آسان بنادیا تھا۔مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے لوہے کو نرم بنادیا تھا۔سورۃ سبأ :105

(ترجمہ)اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔

اسی طرح دیکھئے سورۃ الانبیاء:80

(ترجمہ)اور ہم نے اسے تمہارے لئے لباس بنانے کی کاریگری سکھائی تاکہ لڑائی کے ضرر سے تمہارا بچاؤ ہو۔ہمارا شکر ادا کرنے والے ہو؟

حضرت سید محمود آلوسی نے امام قرطبی کے حوالے سے روح المعانی میں نقل کیا ہے کہ جنگ کے لئے لوہے کی زرہ بنانا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدعلیہ السلام کو سکھایا تھا۔جو ایک فوجی کو

پہننے کے بعد وزن دار معلوم نہیں ہوتی تھی۔ ایک سپاہی بہت آرام سے اس زرہ کو پہن کر حرکت کر لیا کرتا تھا۔ اور میدان جنگ میں دوڑنے بھاگنے میں اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ آپ کے علاوہ اور کوئی اس طرح کی زرہ نہیں بنا سکتا تھا۔

یہ ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے کہ ہمیں کسی کام کرنے والے کو کمتر نہیں سمجھنا چاہیے جو لوگ صنعت کاری کرتے ہیں، جاہل لوگ ایسے لوگوں کو لوہار یا ترکھان وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔ اور انہیں کمتر یا محض مزدور پیشہ سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں بیاہ شادی تک نہیں کرتے۔ حالانکہ صنعت کاری حضرت داؤد علیہ السلام کی سنت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر بے شمار احسانات کئے تھے۔ اسی طرح ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی۔ وہ دونوں اللہ کی ان تمام عطاؤں کی بنا پر مزید شکر گذار بندے بن گئے تھے۔ ان کے شکریہ کا ذکر اللہ نے سورۃ سبأ :13 میں کیا ہے۔

(ترجمہ) جو کچھ سلیمان (علیہ السلام) چاہتے وہ جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں، اے آل داؤد اس کے شکریہ میں نیک عمل کرو، میرے بندوں میں سے شکر گذار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا معمول ایسا تھا کہ دن رات گھر کا کوئی نہ کوئی فرد اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا تا کہ اللہ تعالیٰ کا بجا طور پر شکر ادا کر سکیں۔

حضرت محمد ﷺ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا کو بہت پسند کرتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام رات کے پہلے نصف حصے میں سوتے تھے۔ پھر رات کے ایک تہائی حصہ میں عبادت میں مشغول رہتے پھر رات کے بقیہ چھٹے حصے میں اپنی باقی نیند پوری کر لیا کرتے تھے۔ اسی طرح داؤد علیہ السلام کے روزے کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے تھے کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے جو بہت مشکل کام تھا۔ (بخاری و مسلم)

امام ترمذی اور امام ابوبکر الجصاص نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عطاء بن یاسر نے بیان کیا کہ جب سورۃ سبأ نازل ہوئی تو حضرت محمد ﷺ ممبر پر چڑھ گئے اور مذکرہ آیت پڑھ کر کہا اگر کسی نے ان تین چیزوں پر عمل کر لیا تو اس کو حضرت داؤد علیہ السلام کے برابر اجر ملے گا۔ صحابہ کرامؓ نے فوراً ان

تین چیزوں کے بارے میں پوچھا۔ حضرت محمد ﷺ نے کہا (۱) غصہ اور سکون کی حالتوں مین عدل وانصاف کرنا۔ (۲) غربت اور کشادگی میں میانہ روی اختیار کرنا۔ (۳) ظاہر اور پوشیدہ ہر حال میں اللہ سے ڈرنا۔ (قرطبی احکام القرآن)

حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا جب بھی انعام واحسان ہوتا تو اللہ تعالیٰ انہیں مزید شکر گذاری کی یاد دہانی کراتے۔

حضرت فضیل بن عیاض نقل کرتے ہیں کہ جب داؤد علیہ السلام کو یاد دہانی کرائی جاتی تو داؤد علیہ السلام کہتے۔ یااللہ! میں جو بھی شکرادا کرتا ہوں وہ بھی آپ کی دی ہوئی توفیق کے باعث ہے جس سے اور بھی شکر واجب ہو جاتا ہے۔ یااللہ! آپ کے شکر کا حق ادا ہی نہیں ہوسکتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے داؤد علیہ السلام اس بات کا اقرار کرنے سے آپ نے واقعی میرے شکر کا حق ادا کر دیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت داؤد علیہ السلام جیسا اخلاق وکردار عطا فرمادے تا کہ ہم بھی اللہ کے شکر گذار بندے بن جائیں۔ آمین

ملاقات کے آداب

ہر مسلمان کے لئے میل جول کے دوران ملاقات کے آداب کا احترام کرنا بے حد ضروری ہے۔ یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ اسلام انسانی حقوق اور معاشرتی انصاف کا کس قدر علمبردار ہے۔ اسلامی اصولوں کو چھوڑ کر یا توڑ کر ہم دوسروں کی افرادی زندگی کو متاثر کر دیتے ہیں۔ یہ بے اصولی بعض اوقات دوسروں کو خوف میں مبتلا کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ اسلام کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں امن ہو۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ تا کہ معاشرے میں امن و امان کی فضا پیدا ہو سکے۔ سورۃ النور: 29-27

(ترجمہ) اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو، یہی تمہارے لئے سراسر بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اگر تم کسی کو گھر میں نہ پاؤ تو پھر اجازت ملے بغیر اندر نہ جاؤ۔ اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ ہی جاؤ، یہی بات تمہارے لئے پاکیزہ ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ ہاں غیر آباد گھروں میں جہاں تمہارا کوئی فائدہ یا اسباب ہو، جانے پر تمہیں کوئی گناہ نہیں۔ تم جو کچھ بھی ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیت کی رو سے ہمیں کسی بھی گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے سے منع فرمایا گیا ہے۔

ہم رہنے والے گھروں کو چار اقسام میں بانٹ سکتے ہیں۔ ہر قسم کے لئے الگ الگ ہدایت دی گئی ہے۔

(۱) پہلی قسم خود اپنے ذاتی گھروں کی ہے۔ جسمیں ہم اکیلے رہتے ہیں۔ اسمیں داخل ہونے کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی لئے اس قسم کو آیت میں بیان نہیں کیا گیا ہے۔

(۲) دوسری قسم ان گھروں کی ہے جو دوسروں کی ملکیت ہے ایسے گھروں میں داخل ہونے کے لئے پہلے سلام کرنا ہوگا۔ پھر داخلے کی اجازت مانگنی چاہئے۔ ایسے گھروں میں ہم اسی وقت داخل ہو سکتے ہیں جب ہمیں اجازت ملے ورنہ واپس لوٹ جانا چاہئے۔

(۳) تیسری قسم ان گھروں کی ہے جو خالی پڑے ہوں یا جس وقت ہم وہاں پہنچیں تو ایسا معلوم ہو کہ اندر کوئی موجود نہیں ہے۔ ایسے گھروں میں گھسنے کی اجازت نہیں ہے۔ کسی کو کسی دوسرے کی جائداد میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ چاہے وہ خالی کیوں نہ پڑی ہو، سوچئے اسلام کتنی بلند

اور عظیم تعلیمات دیتا ہے۔اور دوسروں کی جائداد کا احترام کرنا سکھاتا ہے۔

(۴) چوتھی قسم ان گھروں کی ہے جو عوام کے استعمال کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ جیسے ریلوے اسٹیشن، اسکول، ہوٹل، ریسٹورنٹ، سرائے وغیرہ ان تمام گھروں میں ہم بغیر اجازت داخل ہو سکتے ہیں۔ بہر حال قانونی طور پر انکا کرایہ یا ٹکٹ یا پاس وغیرہ بنوانا ضروری ہے۔مندرجہ بالا تعلیمات میں بہت بڑی حکمت مخفی ہے اور سکون بھی۔سورۃ النحل:80

(ترجمہ) اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے گھروں کو ہمارے لئے باعث سکون وراحت بنایا ہے۔ یہاں آیت میں جس سکون کا تذکرہ ہے وہ اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب ایک آدمی کو اس کے اپنے گھر میں مکمل آزادی اور پرائیویسی (Privacy) یا خلوت میسر ہو۔ باہر سے کسی قسم کی دخل اندازی اس آزادی کو ملیامیٹ کر سکتی ہے۔اسلام میں اس بات کی اجازت نہیں کہ ہم دوسروں کے معاملات میں مداخلت کریں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف ہوگی۔اسکے علاوہ اگر ہم کسی کی اجازت کے ساتھ کسی سے ملنے جائیں تو وہ ہمیں اچھی طرح ملے گا اور ہمارا احترام کرے گا۔وہ احترام کے علاوہ ہماری ہر ممکن مدد کرے گا۔اس کے برعکس اگر ہم کسی کے ہاں بلا اجازت یوں ہی گھس جائیں تو گویا کہ ہم اس پر دہشت گردی کی۔ظاہر ہے ایسے وقت ہمارا میزبان ہم سے نجات حاصل کرنا چاہے گا اور وہ ہماری کسی طرح کی مدد بھی نہیں کرے گا۔

جب ہم کسی کو سلام کرتے ہیں تو یہ اسکے اور ہمارے درمیان محبت بڑھانے والی ایک چیز ہوگی۔ سلام کا مطلب ہوتا ہے کہ ہمارا مخاطب ہمارے ہاتھ اور زبان کی شر سے مکمل طور پر محفوظ ہے۔سلام زبانی طور پر ادب واحترام کا پروانہ ہے۔عزت واکرام کو بڑھانے کا پیغام ہے۔سوچئے کسی سے ملاقات اس طریقہ سے شروع کرنا کتنی بہترین بات ہے۔اسلام اس سماجی اصلاح سے ہر طرح کی دہشت گردی اور پریشانیوں کو ختم کردیتا ہے۔

اسلام کے یہ اصول اخلاقی بگاڑ اور انتشار کو بھی ختم کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی آدمی کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہو جاتا ہے تو عین ممکن ہے کہ گھر والے کی بیوی یا بیٹی پر اس کی نظر پڑ جائے اور شیطان کو اس کے ذہن میں غلط خیالات ڈالنے کا موقع مل جائے گا۔اس طرح کے استحصال سے اسی صورت میں بچا جاسکتا ہے جب واقعی اللہ کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔

اسلام میں یہ بھی بہت اہم ہے کہ گھر والے میزبان کی خلوت (Privacy) میں مداخلت نہ ہو مثلاً اگر ہم کسی کے گھر جائیں اور گھر والا اپنے کسی ذاتی کام میں مصروف ہے اور وہ یہ نہیں چاہتا کہ دوسرے لوگ میرے اس کام کو جان سکیں یہ اس کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی ہو گی۔ پس اسلام نے دوسروں کے ذاتی اور خفیہ معاملات کو جاننے سے منع کیا ہے۔سورۃ الحجرات :12

(ترجمہ) دوسروں کے پوشیدہ معاملات کی چھان بین نہ کرو۔

امام قرطبی نقل کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے کہا چغل خوری نہ کرو۔ کسی کے بھیدوں کی تلاش میں نہ لگے رہو۔ اگر کوئی اپنے مسلمان بھائی کے بھیدوں کی تلاش میں لگے گا تو اللہ تعالٰی اس کے بھیدوں کو فاش کر دیں گے اور اللہ تعالٰی اگر کسی کے بھیدوں کو کھولنے میں لگ گیا تو وہ ہر حالت میں ذلیل ہو کر رہے گا چاہے اپنے گھر کے اندر گھس کر بیٹھ جائے۔

ہم ملاقات اور ملاقاتی کے لئے مندرجہ بالا زریں اصولوں کو اختیار کر کے بہت ساری سماجی برائیوں سے بچ سکتے ہیں۔ یہ اصول صرف کاغذ اور کتابوں میں لکھنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول کی زبان گوہر بار سے نکلتے ہی صحابۂ کرامؓ اس کو عملی جامہ پہناتے تھے۔ اسی وجہ سے صحابۂ کرامؓ نے ایک بہترین مسلم معاشرہ بنا کر دکھا دیا۔ اس ضمن میں بعض واقعات درج ذیل ہیں:

امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں بیان کیا کہ حضرت عطاء بن یسار نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا میں اپنی ماں سے بھی اجازت لے کر اس کے گھر میں داخل ہوا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اس آدمی نے کہا اے رسول ﷺ میں اور میری ماں ایک ساتھ رہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر کہا ہاں پھر بھی بلا اجازت تم نہیں جا سکتے، آدمی نے کہا میں زیادہ تر اپنی ماں کے ساتھ ہی رہتا ہوں اور ان کی خدمت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے کہا کہ تم کو ضرور اجازت کے ساتھ ہی داخل ہونا چاہئے۔ کیا تم اپنی ماں کو ننگا یا غیر مناسب کپڑے میں دیکھنا پسند کرو گے؟ آدمی نے کہا کبھی نہیں ہرگز نہیں، آپ ﷺ نے کہا اسی لئے اجازت ضروری ہے۔ تاکہ اس طرح کے حالات سے انسان بچ سکے۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ اگر گھر میں صرف تمہاری بیوی رہتی ہے تو اجازت کی کوئی ضرورت نہیں، ہاں اگر اپنے آنے کا اشارہ کر دیا جائے تو بہتر ہو گا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی بیوی کہتی ہیں کہ میرے شوہر گھر میں داخل ہونے سے پہلے دروازہ کھٹکھٹا دیا کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے مجھے کبھی

ایسی حالت میں نہیں دیکھا جس میں وہ مجھے دیکھنا پسند نہ کرتے تھے۔

اب میں ان زریں اصولوں کے چند دیگر پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ اجازت لینے کا بہترین اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے سلام کیا جائے پھر دروازہ کھٹکھٹایا جائے یا دروازے پر لگی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبا دیا جائے۔ اگر اندر سے آپ کے بارے میں پوچھا جائے تو آپ اپنا مکمل نام بتائیں۔ یہ نہ کہیں کہ "میں ہوں" کیونکہ اس جواب سے مکمل معلومات نہیں مل پاتی بلکہ گھر والا گھبرا بھی سکتا ہے اور اس کے ذہن میں الجھن پیدا ہو سکتی ہے کہ میں سے مراد کون ہے۔

اگر سلام کرنے کے بعد اندر سے کوئی جواب نہ ملے تو دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد مزید دو مرتبہ دروازے پر دستک دیں اگر پھر بھی جواب نہ ملے تو ہمیں ہرگز اندر داخل نہ ہونا چاہئے۔

اس طرح کی اور بہت سی حالتوں سے ہم دوچار ہو سکتے ہیں جن کو ہمیں یہاں بیان کرنا ضروری ہے۔ مثلاً اگر کوئی گھر والا یہ درخواست کرے کہ ہم واپس چلے جائیں اور پھر کسی وقت آئیں تو ہمیں اس کی بات مان لینا چاہئے اور اس کی درخواست کو ہمیں ناپسند نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آپ کسی کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر جا گھسیں۔

اسلام ایک انصاف پسند اور معقول مذہب ہے۔ یہ ملاقات کرنے والوں کے حقوق بھی بیان کرتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِزُوْرِکَ عَلَیْکَ حَقاً

تمہارے ملاقاتیوں کا بھی تم پر حق ہے۔

اس لئے گھر والے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ باہر آ کر اپنے گھر آنے والے کا پرجوش استقبال کرے۔ بغیر کسی ناگہانی یا اہم وجہ کے مہمان کو واپس نہ کرے۔

یہاں یہ بات بھی بتانا ضروری ہے کہ عوام کے استعمال کے لئے سرائے یا مسافرخانے ہوں ایسی جگہوں پر وہاں جو قاعدہ اور قانون ہو اس کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔ جیسے ہم ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم میں بغیر ٹکٹ کے داخل نہیں ہو سکتے۔ وہاں پر بھی اس جگہ کے ذمہ داروں کے رہائش کے لئے گھر ہو سکتے ہیں۔ ایسے گھروں میں بھی ہم بلا اجازت نہیں جا سکتے۔

اسلامی تعلیم کے ماہرین نے اس موضوع پر بہت اہم ہدایات دے رکھی ہیں۔ ان میں سے چند یہاں بیان کر رہا ہوں۔

(۱) کسی کو سوتے وقت فون کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہاں بہت ناگہانی ضرورت ہوتو کر سکتے ہیں۔اسی طرح فرض عبادات کے وقت ہم کسی کو فون نہ کریں۔اس سے اس کی آزادی متاثر ہوگی۔ یہ ویسا ہی ہے جیسے ہم کسی کے گھر بلا اجازت داخل ہو جائیں۔

(۲) اگر آپ کے لئے کسی شخص کو بار بار فون کرنا ضروری ہوتو آپ اس شخص سے مناسب وقت دریافت کر لیں۔تاکہ آپ اس کے نظام الاوقات کا احترام کر سکیں۔

(۳) اگر آپ کو کسی شخص سے فون پر دیر تک بات کرنی ہے تو اس شخص سے پوچھ لینا ضروری ہے کہ آیا وہ اس وقت مصروف تو نہیں ہے۔

(۴) اگر آپ کو کوئی فون کرے تو آپ اس وقت تک فون پکڑے رہیں جب تک فون کرنے والے کی بات ختم نہ ہو۔ کیونکہ فون کرنے والے کا آپ پر حق ہے۔

(۵) اگر آپ کسی کے ہاں جائیں تو دروازے کے سامنے نہ کھڑے ہوں۔دروازہ کھلتے وقت دروازے کے سامنے کھڑے رہنے کا یہ مطلب ہوگا کہ ہمارے باہر ہوتے ہوئے ہماری نظر گھر میں گھس جائے گی جو گھر میں جانے کے برابر ہوگا۔اور میزبان کی خلوت (Privacy) میں دخل ہوگا۔ اسی طرح دروازے میں کسی سوراخ یا چیر میں سے گھر میں نہ جھانکیں۔

حضرت سہل بن سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ جب کبھی نبی کریم ﷺ کسی کے یہاں جاتے تھے تو آپ اس کے دروازے کے سامنے ہرگز کھڑے نہ ہوتے بلکہ آپ ہمیشہ دروازے کے سیدھے یا الٹے ہاتھ رکتے تھے۔ پھر سلام کر کے اجازت مانگتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

(۶) اگر کوئی حادثہ ہو جائے یا کوئی ناگہانی ضرورت ہو تو کسی کے گھر میں بلا اجازت گھسنا درست ہے۔ بلکہ اس کے لئے جتنا جلد ممکن ہو اندر گھسنا چاہئے تاکہ مصیبت زدہ لوگوں کو فوری مدد مل سکے۔

(۷) اگر آپ نے اپنے کسی آدمی کو اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ کسی کو لے کر آئے تو وہ شخص بغیر اجازت اندر آسکتا ہے۔آپ کے آدمی کا اس کے ساتھ ہونا ہی اجازت کے برابر ہے۔(ابوداؤد)

آج کل جو تکالیف اور پریشانیاں نمودار ہو جاتی ہیں وہ ان سماجی اصولوں کی خلاف ورزی سے ہوتی ہیں۔جن اصولوں کے بارے میں خالق کائنات نے ارشاد فرمایا۔اور آج نہیں بلکہ صدیوں پہلے بتایا تھا۔ان پر عمل کرنا واجب ہے۔سورۃ الملک:14

(ترجمہ) کیا پیدا کرنے والا نہیں جانتا جبکہ وہ بہت زیادہ باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے۔
بہت سارے لوگ انتہائی تکلیف دہ اور اجیرن زندگی گذارتے ہیں باوجود اس کے کہ اُن کے پاس جدید وسائل اور جدید سہولتیں موجود ہوتی ہیں۔ ایسا صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالی کے بتائے ہوئے قوانین سے روگردانی کر رہے ہیں۔

اسلام ان تمام سماجی اصولوں پر عمل کرنے کے لئے زور دیتا ہے۔ چاہے مسلمانوں کے گھر پر جائیں یا غیر مسلموں کے گھر پر۔ یہ اصول صرف فقیروں اور مفلسوں کے لئے نہیں ہیں۔ اسلام تو یہ سکھاتا ہے کہ انتہائی مالدار اور بڑے بڑے ادارے اور دفتر چلانے والے بھی ان اصولوں کی پابندی کریں۔ اسلام ہر ایک کے ساتھ برابر کا سلوک کرتا ہے۔ یہ اسلام کے حقیقی اور سچا مذہب ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

اب تک باہر سے آنے والے ملاقاتیوں کے آداب بیان کئے گئے اس کے علاوہ ایک ہی گھر میں رہنے والوں کے لئے بھی آنے جانے اور اجازت چاہنے کے اصول قرآن کریم بتاتا ہے۔ سورۃ النور:58-59

(ترجمہ) ایمان والو تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں (اپنے آنے کی) تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔ نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تینوں وقت تمہاری (خلوت) اور پردہ کے ہیں۔ ان وقتوں کے ماسوا نہ تو تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر۔ تم سب آپس میں ایک دوسرے کے پاس بکثرت آنے جانے والے ہو (ہی)، اللہ اس طرح کھول کھول کر اپنے احکام تم سے بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالی پورے علم اور کامل حکمت والا ہے۔ اور تمہارے بچے (بھی) جب بلوغت کو پہنچ جائیں تو جس طرح ان کے اگلے لوگ اجازت مانگتے ہیں انہیں بھی اجازت مانگ کر آنا چاہئے، اللہ تعالی تم سے اس طرح اپنی آیتیں بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالی بہت زیادہ علم والا اور بہت زیادہ حکمت والا ہے۔

اس لئے والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کو مندرجہ بالا حسن اخلاق کی تربیت دیں۔ پس جو لوگ اپنے گھروں میں ان ہدایات پر عمل پیرا ہوں گے وہ دوسروں سے ملاقات کے دوران بھی ان پر ضرور کاربند ہوں گے۔

ان اصولوں پر چل کر انسان ایک معزز اور قابل احترام شخص بن جاتا ہے۔ گھر میں بھی عزت ہو گی اور باہر بھی ہمارا احترام کیا جائے گا۔ ایسا سماج حقیقت میں امن وامان کا گہوارہ ہو گا۔ پردہ اور حیاداری کا پیکر ہو گا۔

مجھے امید ہے کہ اگر ہم ان سماجی اصولوں کی پابندی کریں تو ہم موجودہ بربریت ظلم وستم اور دہشت گردی سے بچ سکتے ہیں۔ اور ایک ایسی زندگی کی امید کر سکتے ہیں جسمیں لوگ ایک دوسرے کو ادب واحترام سے مخاطب کریں گے۔ حیاءداری کا ماحول ہو گا۔ ایک دوسرے کے مقام کا خیال کیا جائے گا اور یقیناً رہتی دنیا ایسے سماج ومعاشرہ پر فخر کرے گی۔

سبحان اللہ۔ اللہ تعالٰی نے حضرت محمد ﷺ کی وساطت سے ہمیں کیسے کیسے انمول تحفے دیئے ہیں!!!

والدین کا احترام

دنیا کا ہر مذہب اور تہذیب اس بات پر متفق ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے ان کا ادب واحترام ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے۔اس بارے میں قرآن کی تعلیم سب سے زیادہ اہم اور اپنے ایک انفرادی اسلوب کی حامل ہے۔مثلاً جب کبھی اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف توجہ دلانا چاہا ہے اس کے فوراً بعد والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تعلیم دی ہے۔سورۃ لقمان:14

(ترجمہ) اے بندو اتم میرا (اللہ کا) شکر کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو تم تمام کو میری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

یادر کھئے کہ جس طرح سے اللہ کے حقوق ہم پر فرض ہیں بالکل اسی طرح انسانوں کے حقوق بھی ہم پر فرض ہیں۔اور اتنے ہی اہم ہیں۔انسانوں میں والدین کے حقوق سب سے بڑھ کر ہیں۔

ماں باپ کی ساتھ حسن سلوک کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔سورۃ الاحقاف: 15-16

(ترجمہ) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا،اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد بھی صالح بنا۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال تو ہم قبول فرما لیتے ہیں اور جن کے بداعمال سے درگزر کر لیتے ہیں،(یہ) جنتی لوگوں میں ہیں۔اس سچے وعدے کے مطابق جو ان سے کیا جاتا تھا۔

والدین سے نافرمانی کرنے والوں کیلئے گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔سورۃ الاحقاف:18-17

(ترجمہ) اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم سے میں تنگ آ گیا،تم مجھ سے یہی کہتے رہو گے کہ میں مرنے کے بعد پھر زندہ کیا جاؤں گا مجھ سے پہلے بھی امتیں گزر چکی ہیں،وہ دونوں والدین جناب باری میں فریادیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں تجھے خرابی ہو تو ایمان لے آ، بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے،وہ جواب دیتا ہے کہ یہ تو صرف اگلوں کے افسانے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر عذاب کا فیصلہ

چسپاں ہو چکا ہے اور جنوں اور انسانوں کی ان امتوں میں شامل ہو گئے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں،
یقیناً وہ تھے ہی گھاٹا اٹھانے والے۔
اللہ کے رسول ﷺ نے بھی کہا کہ:
صَلِ امُکَ ثُمَّ اُمُکَ ثمَ اُمُکَ ثُمَّ اَبَاکَ ثُمَّ اوناکَ فَاونَاکَ
تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو تم اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرو تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو پھر تم اپنے باپ کے ساتھ صلہ رحمی کرو، پھر تم اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔
پھر اسکے بعد دور کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (مظہری)
ماں کے ساتھ اس طرح کے خاص حسن سلوک اور صلہ رحمی کا حکم اللہ تعالیٰ نے کئی وجوہات کی بنا پر دیا ہے۔

۱- بچہ کو اپنے پیٹ میں رکھنے کی تکلیف اور پیدائش کے وقت کی تکلیف سہنے کی وجہ سے۔
۲- بچہ پیدا ہونے سے پہلے اور بچہ پیدا ہونے کے بعد بچے کی پرورش اور نشو نما کے لئے اسکے بدن سے بچے کو غذا دی جاتی ہے۔
۳- ہر وقت بچہ کو اپنے کاندھوں پر لادے رہنا اور دن رات اسکی ضرورتوں کے پیچھے لگے رہنا۔
۴- ماں بچوں کو سکھاتی ہے اور انہیں تربیت دیتی ہے، نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ بچپن کی تعلیم و تربیت کا اثر بچے کی آگے کی زندگی پر پڑتا ہے۔ دنیا کی تمام عظیم شخصیتیں اپنی عظیم ماؤں کی وجہ سے عظیم کہلائیں۔

واضح ہے کہ ماں کے احسانات بہت زیادہ ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسکے حقوق کو اتنی اہمیت دی ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ کئی مائیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فوقیت اور اہمیت کا غلط استعمال کرتی ہیں، بہت ساری مائیں بچوں کو اپنے قبضے میں لے لیتی ہیں اور باپ کو بچوں کے معاملات میں اپاہج بنا دیتی ہیں یہاں تک کہ ایسی مائیں بچوں کو گھریلو معاملات میں باپ کا مخالف بنا دیتی ہیں۔ جس کی بنا پر اس گھر کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایسی مائیں اللہ کی دیگر ہدایات کو بھول کر ایسا کرتی ہیں،
سورۃ النساء:34
(ترجمہ) مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں، پس نیک عورتیں (ہوتی ہیں) اطاعت شعار۔

(مردوں کی) غیر حاضری میں حفاظت کرنے والیاں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں گھریلو زندگی کے متعلق سب سے زیادہ مفصل ہدایتیں دی ہیں، اتنی ہدایتیں زندگی کے دوسرے شعبے کے متعلق نہیں ملتیں۔ کیونکہ گھریلو سکون کی اہمیت اور بقا اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت اہم ہے۔ ایسی ماؤں کا اس طرح کا غیر اسلامی سلوک ان کے شوہروں کو انتہائی تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے، اور بہت مسائل پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایسی ماؤں کا اجر کم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ خاوند کو اسکے مقام سے گرا کر اولاد کی مدد سے گھریلو سکون کو تباہ وبرباد کرتی ہیں۔ کئی ایسی مائیں اپنی زندگی کے آخری حصہ میں اپنی غلطیوں کو تسلیم کر لیتی ہیں۔ جب وہ خود اپنے ہی پیدا کیے ہوئے مسائل میں گھر کر پریشان ہو جاتی ہیں۔ لیکن پھر اس وقت نقصان کی تلافی انتہائی مشکل ہو جاتی ہے۔

حقیقت میں ہر بُری چال کا نتیجہ اس چال کے چلنے والے پر ہی وارد ہو جاتا ہے۔ سورۃ الفاطر :43

(ترجمہ) کسی بھی بری چال کا نتیجہ اس چال کے چلنے والے ہی کو مل کر رہتا ہے۔

سورۃ الاسراء: ۲۵-۲۳ میں والدین کے ادب واحترام کے لئے مزید تفصیل دی گئی ہے۔

(ترجمہ) اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا۔ اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رکھنا، اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے اگر تم نیک ہو تو وہ تو رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے بعد دوبارہ والدین کے ادب واحترام کی بات کی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمجھایا ہے کہ ہم بچپن میں کس طرح بے یارو مددگار تھے، اور والدین نے ہمیں پالا پوسا اور پروان چڑھایا، ہمارے والدین ہماری ہر خواہش پورا کرتے تھے۔ مکمل خلوص اور محبت کے ساتھ، اسی لئے اولاد پر فرض ہے کہ وہ والدین کا احترام کرے۔ اور ان سے اچھا سلوک کرے۔

اگر چہ عمر کے تمام حصوں میں والدین کا ادب واحترام کرنا چاہئے لیکن ان کی طرف زیادہ تر توجہ اس وقت ہونی چاہئے جب وہ بوڑھے ہو جائیں۔ کیونکہ وہ بھی اسی طرح بے یار و مددگار ہو جاتے ہیں جیسے ہم بچپن میں تھے، اللہ تعالٰی نے ان آیات میں مندرجہ ذیل ہدایات ہمیں دی ہیں:

۱-والدین کو انکی بے عزتی کے طور پر چھوٹے سے چھوٹا لفظ بھی نہیں کہنا چاہئے۔

۲-ان کے سامنے چلا کر نہیں بولنا چاہیئے۔

۳-انتہائی محبت بھرے لہجے اور ہمدردی کے انداز میں ان سے بات کرنا چاہئے۔

۴-والدین کے ساتھ ہر معاملہ انتہائی فرمانبرداری اور نرمی سے کرنا چاہئے، انکے ساتھ رحم دلی کا معاملہ ہونا چاہئے، اور دل کی گہرائیوں سے یہ سب کچھ ہونا چاہئے، محض دکھانے کے لئے یا روایتی انداز میں نہیں ہونا چاہئے۔

۵-ہمیں والدین کے لئے دعا کرنا چاہئے، اے اللہ تعالٰی میرے والدین پر رحم کر بالکل اسی طرح جس طرح وہ لوگ بچپن میں مجھ پر رحم و کرم کرتے تھے ۔۔۔۔ یہ دعا ان کی موت کے بعد بھی کرتے رہنا چاہئے، ہمیں اس دعا کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالٰی نے خود یہ دعا ہمیں سکھائی ہے۔اور اسکی تلقین فرمائی ہے۔

۶-سورۃ الاسراء کی آیت نمبر ۲۵ میں اللہ تعالٰی نے یہ بات بھی ہمارے دلاسے کے طور پر بیان کردی ہے کہ اگر کسی سے بھول چوک یا غلطی سے والدین کے متعلق کوئی نازیبا کلمات نکل جائیں جو لاپرواہی کی وجہ سے نہیں بلکہ سخت محنت کرتے ہوئے انجانے میں ہو جائے تو اس پر اللہ تعالٰی ہمیں سزا نہ دے گا۔ بشرطیکہ ہم خلوص دل سے توبہ کرلیں اور معافی مانگ لیں، اللہ تعالٰی ہمارے دلوں کی گہرائیوں سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔

والدین کے احترام کے بارے میں بہت ساری احادیث بھی موجود ہیں۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت محمد ﷺ سے پوچھا وہ کونسا عمل ہے جو اللہ تعالٰی کو سب سے زیادہ پسند ہیں، جواباً آپ ﷺ نے فرمایا: وقت مقررہ پر عبادت کرنا۔ پوچھنے والے نے پوچھا اسکے بعد کونسا عمل؟ آپ نے کہا: والدین کے ساتھ حسن سلوک۔(بخاری)

عبداللہ ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے جہاد میں جانے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے کہا کہ تمہارے والدین

کی خدمت کرنا تمہارے لئے جہاد ہے۔ (بخاری)

یاد رکھئے یہ حکم اس وقت ہے جب والدین کی خدمت کرنے والا کوئی نہ ہوتو ان کو اکیلا بے سہارا چھوڑ کر نہیں جانا چاہئے، اگر گھر میں دوسرے بھائی وغیرہ ہوں تب یہ حکم نہ ہوگا، اور اگر جہاد فرض عین ہو تب بھی ہر مسلمان کو جہاد پر نکلنا فرض ہوگا۔

اسلام اس بات کی بھی تلقین کرتا ہے کہ ہم اپنے والدین کے متعلقین کی بھی عزت کریں، چاہے وہ والدین کے رشتہ دار ہوں یا والدین کے دوست۔

حضرت عبداللہ ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے کہا کہ اگر تم اپنے والدین کے دوستوں کا احترام کرو گے تو یہ بلا واسطہ تمہارے والدین ہی کا احترام ہوگا۔ (بخاری)

امام قرطبی نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ جو حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے۔ ''ایک آدمی حضرت محمد ﷺ کے پاس آیا۔ اور شکایت کی کہ میرے والد نے میری ساری جائداد لے لی۔ حضرت محمد ﷺ نے کہا جاؤ اپنے والد کو لیکر آؤ، اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے جب اس شخص کے والد صاحب آئیں تو آپ ان سے ان کلمات کے بارے میں پوچھنا جو انھوں نے اپنے دل ہی دل میں کہے تھے یہاں تک کہ انکی آواز خود انکے کان میں بھی نہ جاسکی تھی، جب وہ لڑکا اپنے باپ کو لیکر آیا تو آپ ﷺ نے کہا تمہارا بیٹا کیوں تمہاری شکایت لیکر آیا ہے کہ تم نے اس کا مال ہڑپ کر لیا ہے، باپ نے حضرت محمد ﷺ سے درخواست کی کہ آپ خود میرے بیٹے سے ہی پوچھئے کہ میں تو یہ پیسہ صرف اپنے اوپر خرچ کرتا ہوں یا انکی چاچی پر، حضرت محمد ﷺ نے کہا ٹھیک ہے میں سب کچھ سمجھ گیا اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ وہ کونسے الفاظ تھے جو تم نے اتنے دھیرے کہے تھے کہ خود تمہارے کان تک نہ سن سکے تھے؟، وہ آدمی یہ سنتے ہی حیرت میں ڈوب گیا۔ اور کہنے لگا یہ تو ایک معجزہ ہے آخر آپ نے یہ کیسے جانا۔ حقیقت میں میں نے وہ الفاظ دل ہی دل میں کہے تھے، آپ ﷺ نے اس سے کہا وہ جملے سناؤ۔ اس آدمی نے مندرجہ ذیل عربی کے اشعار سنائے۔ اسکا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

میں نے تجھے بچپن میں پالا پوسا تمہارے کھانے پینے کا انتظام کیا تمہاری ہر طرح سے مدد کی یہاں تک کہ تم جوان ہو گئے، اس وقت تک تمام قسم کے خرچ میرے کاندھوں پر تھے۔

میں رات بھر جاگتا اور بیتاب ہو جاتا جب کبھی تو بیمار پڑتا۔ مجھے ایسا لگتا کہ تیری بیماری میری

بیماری ہے، رات بھر یہی سوچ کر روتا رہتا۔

ہر وقت تیری موت کا ڈر میرے ذہنوں پر چھایا رہتا، جب کہ میں جانتا ہوں کہ موت اپنے وقت پر آتی ہے، نہ آگے ہوتی ہے نہ پیچھے۔

جب تو اس جوانی کی عمر میں پہنچ گیا جسکی میں ہمیشہ خواہش کرتا تھا۔تو مجھ سے اکڑ کر باتیں کرتا اور مجھے دکھ دیتا ہے اور تمہارا رویہ ایسا ہے گویا تم مجھ پر احسان کر رہے ہو۔

افسوس اگر تو میرے حقوق ادا نہیں کر سکتا، مجھے باپ کی طرح نہیں دیکھ سکتا تو پڑوسی کی طرح تو سلوک کر یا کم از کم میں نے تجھ پر جو خرچ کیا ہے اتنا ہی مجھ پر خرچ کر اور بخیلی سے کام نہ لے۔

دل کو ہلا دینے والی یہ نظم سن کر حضرت محمد ﷺ نے اس جوان کی گردن پکڑی اور کہا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔

أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ

تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کی ملکیت ہے۔

ایک دوسری حدیث حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے کہا رَغِمَ أَنْفُهُ یعنی فلاں شخص برباد ہو۔

دوسری سیڑھی پر چڑھتے ہوئے پھر یہی الفاظ کہے تیسری سیڑھی پر جب قدم رکھا تو پھر یہی الفاظ کہے یہ سن کر صحابہ کرام نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ کون برباد ہو؟ محمد ﷺ نے کہا ایسا آدمی جو رمضان کا مہینہ پا کر بھی اپنے گناہ معاف نہ کروا سکے، وہ آدمی برباد ہو جو میرا نام سن کر مجھ پر صلاۃ وسلام نہ بھیجے، وہ آدمی بھی برباد ہو اور جو بوڑھے والدین کو پا کر بھی اپنی مغفرت نہ کروا سکے اور جنت میں نہ جا سکے۔(مسلم)

دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان تینوں امور کا خیال رکھا جائے تو یہ یقینی طور پر انسان کو جنت نصیب ہوگی۔

اللہ ہمارے دلوں میں ہمارے والدین کے متعلق حقیقی محبت پیدا کردے۔اور ان دونوں پر اپنی رحمتیں انڈیل دے۔جیسا کہ انھوں نے بچپن میں ہم پر رحم کیا۔(آمین!)

سُود

سود اتنی بڑی لعنت ہے کہ رب العزت نے اسے ہمیشہ حرام قرار دیا۔ یہود و نصاریٰ پر بھی یہ حرام تھا اور مسلمانوں پر بھی حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ بات خوب جانتے ہیں کہ سود ہر قوم کے لئے سم قاتل ہے، اور ہر جگہ ہر زمانے میں یہ حرام ہی ہونا چاہئے، یہود و نصاریٰ نے نہ صرف خود کھلے طور پر ان احکام کی خلاف ورزی کی بلکہ انہوں نے دوسری اقوام کو بھی اس میں ملوث ہونے کے راستے کھول دیئے، اور انہیں سود کے کاروبار میں اس طرح جھونک دیا کہ وہ اس دلدل سے کبھی نکل نہ سکیں، دیکھئے سورۃ النساء: 160-161

(ترجمہ) جو نفیس چیزیں ان کے لیئے حلال کی گئی تھیں وہ ہم نے ان پر حرام کر دیں ان کے ظلم کے باعث اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اکثر لوگوں کو روکنے کے باعث۔ اور سود جس سے منع کیے گئے تھے اسے لینے کے باعث اور لوگوں کا مال ناحق مار کھانے کے باعث اور ان میں جو کفار ہیں ہم نے ان کے لیے المناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

آج کل بہت سارے مسلمان بھی اس بربادی میں ملوث ہیں وہ اللہ کے قانون کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چل رہے ہیں اس سلسلے میں وہ بعض اوقات بہت سارے بھونڈے اور ناقابل قبول عذر اور دلائل پیش کرتے ہیں اور سود کے جواز پر اُڑ جاتے ہیں، اسلئے قرآن نے جو ہدایات دی ہیں ان کا اعادہ بہت ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: 275-276

(ترجمہ) جو لوگ سود کھاتے ہیں (یعنی لیتے ہیں) نہیں کھڑے ہونگے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنادے (یعنی حیران و مدہوش) یہ اس لئے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام، جو شخص اپنے پاس آئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لئے وہ ہے جو گزرا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا، وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا۔

مزید تفصیل دیکھئے سورۃ البقرۃ: 280-287

(ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ

ایمان والے ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ، ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہئے اور صدقہ کرو تو تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے، اگر تم میں علم ہو۔

پس سود میں ملوث لوگ جب حشر کے دن اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو وہ اس حالت میں ہونگے کہ گویا ان کو شیطان نے پاگل بنا دیا ہے، اور وہ الٹی سیدھی حرکتیں کریں گے، جسکی وجہ سے وہ با آسانی پہچان لئے جائیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قانون کا مزاق اڑایا کرتے تھے اور کہتے تھے سود بھی تجارت کی طرح ہے، کیونکہ دونوں میں نفع ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا وہ ہر ایک کے لئے فائدہ مند اور نقصان دہ چیز اچھی طرح جانتا ہے۔ سورۃ الملک: 14

(ترجمہ) کیا جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا وہ تو بہت ہی باریک بین اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ آیت نمبر 279 میں فرماتا ہے اگر سود سے توبہ کر لو اور سودی کاروبار سے باز آجاؤ تو اپنی لگائی ہوئی پونجی تم لے سکتے ہو بقیہ سود تمہیں چھوڑنا پڑے گا، اور اگر توبہ نہ کرو گے اور سودی کاروبار جاری رکھو گے تو تم اپنی لگائی پونجی بھی ضائع کر بیٹھو گے۔

اسلام فقراء اور مساکین کے ساتھ ایک دوستانہ اور ہمدردانہ تعلق رکھنے کی تلقین کرتا ہے، مثلاً اگر تم مقروض کو مشکل میں پاؤ اور اسکے حالات ایسے ہوں کہ وہ تمہاری رقم نہ دے سکے تو تم اسکو مزید مہلت دو، یہاں تک کہ وہ با آسانی دے سکے۔ اور اگر تم اس سے مطالبہ ہی نہ کرو اور اس کو معاف کر دو تو یہ تمہاری طرف سے بہت ہی زیادہ خیرخواہی کا کام ہوگا۔

صدقہ اور خیرات کے ذریعے ایک آدمی اپنی دولت دوسروں کو دیتا ہے۔ اور اپنی جمع کردہ پونجی کم کرتا ہے، جب کہ ایک دوسرا آدمی سود پر پیسہ دیگر لوگوں سے مزید پیسہ حاصل کرتا ہے، اور اپنی پونجی میں اضافہ کرتا ہے۔ قرآن ان دونوں میں فرق کو بیان کرتا ہے۔ صدقہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ایسا کرتا ہے، اور اسکا بدلہ صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے، جو کل قیامت میں اسکو ملے گا حالانکہ دنیا میں بھی اسکا فائدہ کسی نہ کسی صورت میں ملتا ہے اور پھر دوبارہ آخرت میں ملے گا، اللہ کی طرف سے ملنے والا یہ انعام بہت زیادہ اور بڑا ہوگا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ اسکی جمع شدہ پونجی کم

ہونے کی بجائے بڑھ گئی۔اس کے برعکس وہ آدمی جس نے سود پر پیسہ دیا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا، اور کل قیامت میں نقصان بلکہ بہت بڑا نقصان اٹھائے گا۔علاوہ ازیں وہ اس دنیا میں بھی کبھی بھی دیوالیہ ہو سکتا ہے۔

ایک دن حضرت محمد ﷺ نے ایک مینڈھا ذبح کیا اور کسی کام سے کہیں چلے گئے، حضرت عائشہؓ نے اس مینڈھے کا زیادہ حصہ صدقہ کر دیا، واپس آ کر حضرت محمد ﷺ نے پوچھا کتنا گوشت بچا حضرت عائشہؓ نے کہا دیکھئے صرف یہ ایک ٹکڑا بچا ہے، آپ ﷺ نے کہا جو کچھ بانٹ دیا گیا وہ تو ہمارے لئے جمع ہو گیا اور جو کچھ بچا ہے وہ ہمارے لئے نقصان ہے کیونکہ کوئی بھی چیز جو اللہ کی راہ میں تقسیم کی جائے وہ اللہ کے پاس جمع ہو کر پروان چڑھتی رہتی ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ انسان کتنا ہی زیادہ سود حاصل کر لے اسکا انجام مال کی کمی ہی ہوگا، (مسند احمد، ابن ماجہ)

محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر کسی قرض دینے والے نے مقروض کی مہلت کو بڑھا دیا تو اسکو ہر روز اتنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملتا رہے گا یہاں تک کہ اسکو اسکی رقم واپس مل جائے، یہ اجر تو اس وقت ملے گا جب قرض خواہ قرض واپس لینے کی مدت ختم ہونے سے پہلے اس کی میعاد بڑھا دی لیکن اگر مدت ختم ہونے کے بعد اس میں مزید مہلت دی جائے تو اسکے لئے اسے دوگنا اجر ملے گا۔ (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران:130 میں فرماتا ہے:

(ترجمہ) اے ایمان والو بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تمہیں نجات ملے

سورۃ البقرۃ کی آیتیں ہجرت کے آٹھویں سال نازل ہوئیں، اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر صحابۂ کرامؓ اس بارے میں بہت چوکنے رہتے تھے، جب آپ ﷺ نے الوداعی خطبہ میں فرمایا کہ سود کے احکام مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم مقروضوں پر بھی لاگو کئے جائیں تو اس وقت بہت سارے غیر مسلم آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے مقروض تھے حضرت عباسؓ نے انکو نہ صرف سود معاف کر دیا بلکہ ان سے اصل رقم بھی نہ لی سبحان اللہ صحابۂ کرامؓ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے کس قدر اپنے سر کو جھکانے والے تھے۔

حضرت محمد ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے کہا کہ اپنے آپ کو سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے

بچاؤ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ کون سی سات چیزیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱-اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ ۲-جادو کرنا۔

۳-بغیر حق کے کسی کو قتل کرنا۔ ۴-سود کھانا۔

۵-یتیم کے مال کو ناحق کھانا۔ ٦-جنگ کے میدان سے ڈر کر بھاگنا۔

۷-کسی پاکدامن عورت پر تہمت لگانا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی بربادی ہو جو سود لیتا ہے اسی طرح اس پر بھی لعنت ہو جو سود دیتا ہے، اس آدمی کی بھی بربادی ہو جو سود کا لین دین لکھتا ہو یا اس کا گواہ بنتا ہے، ان تمام کا گناہ برابر کا ہے۔ (مسلم)

معراج کے سفر میں جب آپ ﷺ ساتویں آسمان پر پہنچے تو آپ کا گذر کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے پیٹ پھول کر اتنے بڑے ہو گئے تھے کہ ایک رہنے والے گھر کی طرح نظر آرہے تھے، ان تمام کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے صاف نظر آرہے تھے، آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو سود کے کاروبار میں ملوث تھے۔ (مسند احمد)

مسلم علمائے اقتصادیات اور مسلم ممالک کی حکومتوں کو چاہئے کہ وہ ایک اسلامی بینک کا نظام قائم کریں، تاکہ مسلمان سودی لین دین سے بچ جائیں، یہ کام علماء کی تحقیق حکومت کے کارندوں کے تعاون اور عوام کی مخلصانہ دلچسپی اور مدد سے ہی انجام پاسکتا ہے۔

اس وقت صرف چند ممالک میں ایسے بنک اور ادارے موجود ہیں جو قانونی طور پر لوگوں سے سود سے پاک بینکنگ کا نظام دے سکے ہیں، اور بغیر سود کے لوگوں کا پیسہ کاروبار میں لگا رہے ہیں، مثلاً امریکہ میں North American Islamic Trust امریکی قوانین کے مطابق قائم کیا گیا ہے، اور یہ ادارۃ حتی المقدور اسلامی قانون کے مطابق اپنا کام چلاتا ہے، تقریباً بیس سال سے اسکا کام چل رہا ہے، اسی طرح کینیڈا میں ایک ادارہ چل رہا ہے، جو Canada اور اسلام کے قوانین کے مطابق قائم دائم ہے، علاوہ ازیں سعودی عرب کے بنک بھی اپنے گاہکوں کو سود کی بجائے کھاتے میں منافع کا حصہ دار بناتے ہیں اور ان میں مضاربہ کا نظام رائج ہے۔

بد قسمتی سے مسلمانوں کو اس قسم کے اداروں کے بارے میں جب بتایا جاتا ہے تو وہ ان سے عدم

دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں اوران پر اعتماد نہیں کرتے۔

یہ کوئی مثبت قدم نہیں ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ کم از کم ایسے اداروں سے تحریری معلومات حاصل کریں اور ٹھنڈے دماغ سے غور وفکر کرنے کے بعد ان کو ترقی دینے میں ہاتھ بٹائیں، عوام کی تائید اور تعاون کے بغیر کوئی بھی منصوبہ کامیاب نہیں ہوسکتا، اگر ہم اس طرح کے اسلامی بینکوں اور اداروں سے آنکھ بند کرلیں گے اور اس طرح کے نامی اداروں سے تعاون نہ کریں، اور فضول عذر پیش کرتے ہوئے سودی بینکوں کا ساتھ دیتے رہیں۔ یہ ایک بہت بڑا گناہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمت اور توفیق دے کہ ہم اس طرح کی اسلامی کوششوں سے تعاون کریں، اور غیر اسلامی گندے نظام سے باہر آنے کی کوشش کریں۔ (آمین)

قارئین کی معلومات کیے لئے ہم یہاں حاشیہ میں ایک اسلامی ادارہ کا پتہ دے رہیں ہیں جو اسلامی طور پر بینک کا نظام قائم کئے ہوئے ہے۔

For reader's interest
North American Islamic Trust
Address: 745 Mc Clintock Drive, Suite 114 Burr Ridge.
IL 60521-0857 U.S.A.
Phone (630) 789-9191 Fax (630) 789-9455

Email: info@nait.net

نبیوں کے ساتھ لوگوں نے کیا کیا؟

اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے پاس نبی بھیجے تا کہ ان کو ہدایت ملے۔ سورۃ النحل:36

(ترجمہ) اور ہم نے ہر قوم کی طرف رسول بھیجا کہ تم سب لوگ اللہ کی عبادت کرو۔ اور طاغوت کی بندگی سے اجتناب کرو۔

اسی طرح سورۃ الفاطر:24 میں کہا گیا ہے:

(ترجمہ) ایسی کوئی قوم نہیں ہے جسمیں ہمارا کوئی نہ کوئی رسول نہ آیا ہو۔

سورۃ الرعد:6 میں کہا گیا:

(ترجمہ) ہم نے ہر ایک قوم کے لئے ایک ہدایت دینے والا بھیجا۔

ان تمام رسولوں نے ایک پاکیزہ پر اور باوقار زندگی گزارنے کی تعلیم دی۔ رسولوں نے اپنی قوم سے کوئی اجرت یا بدلہ نہیں مانگا، بلکہ ہمیشہ بلا معاوضہ انسانیت کی خدمت کرتے رہے۔ جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا۔ الشوریٰ: 164

(ترجمہ) میں اسکے لئے تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مجھے اجر دینے کی ذمہ داری تو اس ذات پر ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

انبیاء کی بے لوث خدمت کے باوجود ان کی قوموں کا رویہ نہایت افسوس ناک رہا، مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ نوسو پچاس سال رہے، جسمیں سے نوسو دس سال تک وہ لوگوں کو ڈراتے اور دعوت دیتے رہے۔ دیکھئے سورۃ نوح:12-5

(ترجمہ) (نوح علیہ السلام نے) کہا اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا ہے، مگر میرے بلانے سے یہ لوگ اور زیادہ بھاگنے لگے، میں نے جب کبھی انہیں تیری بخشش کے لیے بلایا انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے چہرے ڈھانک لئے اور اپنی ضد پر اڑ جاتے اور بہت زیادہ تکبر کرتے۔

پھر میں نے انہیں آواز بلند بلایا، اور بیشک میں نے ان سے علانیہ کہا اور چپکے چپکے بھی، اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا، اور تمہیں خوب مال اور اولاد میں ترقی دے گا، اور تمہارے لئے باغات اور نہریں بنائے گا۔

یہ آیتیں بتاتی ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام دن اور رات دعوت دیتے رہے، علانیہ اور پوشیدہ طور پر، سرعام بھی اور خاموشی سے بھی، اور ان سے یہی کہتے رہے کہ اللہ سے معافی مانگو اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کرو، اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، مثال کے طور پر جب تم معافی مانگو گے اور توبہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل کرے گا، جو اسکے رحم و کرم کا اظہار ہوگا، بارش ہی کی وجہ سے فصل اور غلہ اگتا ہے پھر دولت اور فارغ البالی نصیب ہوتی ہے۔

لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں بہت ہی مضحکہ خیز باتیں کیں، اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لی، حضرت نوح علیہ السلام کو یہ جتاتے ہوئے کہ ہم آپ کی بات سننا بھی نہیں چاہتے، آپ چاہے جو کہیں ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں، بعض لوگوں نے اپنے پورے جسم کو کپڑے میں چھپالیا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی بات سننا ہی نہیں چاہتے، یہ انکار کی انتہائی بھونڈی شکل تھی، حضرت نوح علیہ السلام کی خیر خواہی کے باوجود وہ لوگ آپ پر ہر طرح کے ظلم و ستم کرتے رہے، جیسا کہ امام ضحاک نے نقل کیا حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں، کہ حضرت نوح علیہ السلام کو انکی قوم دعوت حق کے جواب میں اتنا مارتی کہ آپ نڈھال ہوکر بے ہوش ہو جاتے، اور زمین پر گر پڑتے، لوگ ان کو مردہ سمجھ کر کمبل میں لپیٹ کر پھینک دیتے، لیکن حضرت نوح علیہ السلام ہوش میں آتے ہی اللہ تعالیٰ سے اپنی قوم کی مغفرت کی دعا کرتے، کیونکہ وہ انہیں نا سمجھ سمجھتے تھے اس طرح آپ اپنی قوم کو تین نسلوں تک سمجھاتے رہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت لمبی عمر دی تھی، آپکی عمر ایک معجزہ تھی، حضرت نوح علیہ السلام ایک نسل گذر جانے کے بعد سوچتے کہ ہوسکتا ہے دوسری نسل ایمان لے آئے، لیکن بعد میں آنے والی نسل انکار میں گذشتہ نسل سے بھی آگے نکل جایا کرتی تھی، آپکی نوسو پچاس سال کی عمر کے دوران بہت کم لوگوں نے آپکی بات مانی۔

عموماً غریب کمزور اور نچلے طبقے کے لوگ ہی ہدایت کو جلد قبول کرتے جبکہ امراء ایسے غریبوں اور فقیروں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تک پسند نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے سورۃ الشوریٰ:111-115

(ترجمہ) قوم نے جواب دیا کہ کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں! تیری تابعداری تو رذیل لوگوں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا! مجھے کیا خبر کہ وہ پہلے کیا کرتے رہے؟۔ ان کا حساب تو میرے رب کے ذمہ ہے اگر تمہیں شعور ہوتو۔ میں ایمان والوں کو دھکے دینے والا نہیں۔ میں تو صاف طور پر ڈرانے

والا ہوں۔

یہاں پر ایک واقعہ کا ذکر کرنا مفید ثابت ہوگا وہ یہ کہ حبشہ کے بادشاہ نے حضرت جعفرؓ سے سوال کیا کہ محمد ﷺ کی باتوں کو کونسے لوگ زیادہ مان رہے ہیں؟ حضرت جعفرؓ نے کہا زیادہ تر غریب لوگ، یہ سن کر حبشہ کے بادشاہ نے اندازہ لگا لیا کہ آپ سچے اور صحیح اللہ کے رسول ہیں، کیونکہ اس سے پہلے کے رسولوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔

امیروں کے کردار کو مندرجہ ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے۔سورۃ سبأ :34-35

(ترجمہ) اور ہم نے تو جس بستی میں جو بھی آگاہ کرنے والا بھیجا وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں۔ اور کہا ہم مال و اولاد میں بہت بڑھے ہوئے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم عذاب دیئے جائیں۔

ان امیروں کی سرکشی پر اللہ تعالٰی نے فرمایا۔سورۃ سبأ :37

(ترجمہ) اور تمہارے مال اور اولاد ایسے نہیں کہ تمہیں ہمارے پاس (مرتبوں سے) قریب کر دیں ہاں جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے لیے ان کے اعمال کا دوہرا اجر ہے، اور وہ نڈر و بے خوف ہو کر بالا خانوں میں رہیں گے۔

انسان یہ سوچتا ہے کہ اگر وہ اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر کسی دوسرے دین کو قبول کرے تو یہ ہمارے آباؤاجداد کی اہانت اور بے عزتی کا باعث ہوگا، اسی ایک بڑی ذہنی رکاوٹ کی وجہ سے لوگ اللہ کی ہدایت سے دور رہے ہیں، دیکھیے سورۃ البقرۃ:170

(ترجمہ) اور ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، گو ان کے باپ دادے بے عقل اور گم کردہ راستے پر چلنے والے تھے۔

وہ لوگ جو سچ کے متلاشی ہوتے ہیں وہ تمام طرح کی رکاوٹوں اور تعصبات کو چھوڑ کر صداقت کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالٰی سیدھے راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔ سورۃ العنکبوت:69

(ترجمہ) جو لوگ ہمارا راستہ تلاش کرنے کی کوشش اور محنت کرتے ہیں ہم تو ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔ جان لو کہ اللہ تعالٰی احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اکثر پیغمبر کسی خاص قوم یا وقت یا علاقے کے لئے مخصوص تھے، جبکہ حضرت محمد ﷺ پوری، انسانیت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ سورۃ سبأ: 28

(ترجمہ) اے نبی ہم نے تم کو دنیا کے تمام لوگوں کے لئے خوشخبری والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

آپ کا لایا ہوا پیغام باقی رہے گا۔ سورۃ الحجر: 9

(ترجمہ) ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے۔

اسلئے اب حضرت محمد ﷺ کے بعد دوسرے کسی نبی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے کہا کہ اللہ نے مجھے پانچ قسم کے تحفے دیئے ہیں، جو اس سے قبل کسی نبی کو نہیں ملے:

(۱) اللہ نے میری شخصیت میں ایسا رعب رکھا ہے کہ دشمن مجھے دیکھ کر ہیبت کھا جاتا ہے، اور وہ رعب اسکے دلوں میں ایک ماہ تک رہتا ہے۔

(۲) اللہ نے میری امت کے لئے پوری زمین کو مسجد بنا دیا ہے۔ (بشرطیکہ وہ پاک وصاف ہو) اللہ نے صاف ستھری دھول کو میری امت کے لئے وضو کا ذریعہ بنا دیا اگر پانی نہ ملے (یعنی تیمم کی اجازت ہے)۔

(۳) میری امت کے لئے جنگ کا مال غنیمت حلال بنا دیا گیا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز شفاعت کبریٰ کے لئے مجھے چنا ہے۔

(۵) دوسرے انبیاء ایک خاص علاقے اور خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے، میں تمام انسانیت کے لئے رسول ہوں حتیٰ کہ جنوں اور پوری کائنات کا نبی ہوں۔ (بخاری، مسلم)

ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ میں پیدا کیا ہے، حضرت مصعب بن سعیدؓ کہتے ہیں کہ قرآن کی درج ذیل دعا کرنے والے ہم لوگ ہی ٹھہرتے ہیں۔ دیکھئے سورۃ الحشر: 10

(ترجمہ) اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے، جبکہ یہ دونوں پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

یہودی اور عیسائی حضرت سلیمان علیہ السلام کو پیغمبر نہیں مانتے، بلکہ صرف ایک بادشاہ مانتے ہیں۔قرآن میں یہ صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالی کے پیغمبر تھے۔سورۃ النساء:163

(ترجمہ) یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی، اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف۔اور ہم نے داود (علیہم السلام) کو زبور عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام بچپن ہی سے بہت زیادہ ذہین اور فیصلہ کرنے کے ماہر تھے۔دیکھئے سورۃ الأنبیاء:79-78

(ترجمہ) اور داود اور سلیمان (علیہما السلام) کو یاد کیجئے جبکہ وہ کھیت کے معاملہ میں فیصلہ کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو اس میں چر چگ گئی تھیں، اور ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے، ہم نے اس چیز کی سمجھ حضرت سلیمان کو دے دی تھی، ان تمام کو ہم نے حکومت اور علم دیا تھا، ہم نے داؤد علیہ السلام کو پہاڑوں کو قبضے میں کرنے کی طاقت دی تھی، وہ آپ کے ساتھ اللہ تعالی کی تسبیح کرتے تھے، اسی طرح پرندے بھی، ہمارے لئے ایسا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے اور اپنا جھگڑا بیان کرنے لگے، مدعی کہنے لگا کہ اس آدمی کی بھیڑوں نے میرے کھیت کی ساری فصل تباہ کر دی، حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اس آدمی کی فصل کی قیمت دوسرے آدمی کے مینڈھیوں کے قیمت کے برابر ہے، اسلئے مدعی اس آدمی کی ساری مینڈھیں لے لے، یہ اسکی فصل تباہ ہونے کا معاوضہ ہوگا۔اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام گیارہ سال کے تھے، اور اپنے والد کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے، سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا یہ فیصلہ تو ٹھیک ہے، مگر میرا مشورہ یہ ہے کہ اس آدمی کی مینڈھیاں اس دوسرے آدمی کو عارضی طور پر دی جائیں، یہ آدمی ان کے دودھ اور اون استعمال کرے، اس دوران میں دوسرا آدمی اسکے کھیت میں کام کرے یہاں تک کہ فصل پہلے

کی طرح ہو جائے۔ پھر اس وقت کھیت کے مالک کو کھیت دے دیا جائے اور مینڈھیوں کے مالک کو مینڈھیاں واپس دے دی جائیں، حضرت داؤد علیہ السلام اپنے بیٹے کے اس مدبرانہ فیصلے سے بہت خوش ہوئے۔

امام بغوی کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی جب موت آئی تو اس وقت سلیمان علیہ السلام کی عمر ۱۳ سال تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کی سلطنت اور نبوت دونوں حضرت سلیمان کو عطا کر دی، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے چالس سال تک حکومت کی، اور اپنی حکومت کے چوتھے سال بیت القدس کو تعمیر کرنا شروع کیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی بہت سارے غیر معمولی فضائل سے نوازا جسمیں سے کچھ ہم یہاں بیان کریں گے۔

۱۔ اپنے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح آپ بھی جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے۔ سورۃ النمل: 15-16

(ترجمہ) اور ہم نے یقیناً داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو علم دے رکھا تھا، اور دونوں نے کہا، تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اور داود علیہ السلام کے وارث سلیمان علیہ السلام ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں عطا کی گئی ہیں، بیشک یہی ہے اللہ کا نمایاں فضل۔

۲۔ ہواؤں کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔ سورۃ الأنبیاء: 81

(ترجمہ) ہم نے تند و تیز ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا جو اس کے فرمان کے مطابق اس زمین کی طرف چلتی تھی جہاں ہم نے برکت دے رکھی تھی۔

سورۃ ص: 36

(ترجمہ) ہم نے ہواؤں کو ان کے قبضے میں دیا تھا، وہ ان ہی کے حکم سے چلتی تھی بڑی نرمی کے ساتھ وہ جہاں چاہتے تھے اس کو پہنچا دیتے تھے۔

سورۃ سبأ: 12

(ترجمہ) ہوائیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر تھیں ایک مہینہ کا سفر صبح کے وقت یا صرف شام کے وقت طے کر لیا کرتے تھے۔

یہاں پر قرآن نے تین چیزیں بتائی ہیں۔
(أ)- ہواؤں پر آپ کو مکمل اختیار تھا۔
(ب)- بہت تیز ہوائیں بھی آپ کے لئے بہت ہی آرام دہ اور پر سکون رفتار سے چلتیں۔
(ت)- آرام دہ رفتار کے باوجود ہواؤں کے ذریعے وہ مہینوں کا سفر ایک دن میں طے کر لیا کرتے تھے، اسی طرح ایک مہینہ کا سفر صرف ایک شام میں طے کر لیا کرتے تھے۔
۳- حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم الشان عمارات اور بڑے بڑے قلعے بنانے کا بہت شوق تھا، اللہ نے انکے لئے پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے نکال کر عمارات بنانے کا عمل آسان کر دیا۔ سورۃ سبأ :12

(ترجمہ) اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ صبح کی منزل اس کی مہینہ بھر کی ہوتی تھی اور شام کی منزل بھی اور ہم نے ان کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا، اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرتا ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھاتے تھے۔
۴- حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کی چوتھی خصوصیت یہ تھی کہ اللہ تعالی نے تمام جانوروں پرندوں اور جنوں کو ان کے قبضے میں دے رکھا تھا، کیونکہ سلیمان علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تھی کہ انھیں ایسی حکومت دی جائے کہ اسکے بعد ایسی حکومت کسی کو نہ ملے۔ سورۃ ص:35
(ترجمہ) حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب تو مجھے معاف کر دے اور مجھے ایسی بادشاہت دے جو میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے۔
اللہ تعالی نے ان کی دعا قبول فرمائی جیسا کہ اوپر مذکور ہے جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہر قسم کے کام کر دیا کرتے تھے۔ سورۃ سبأ :13
(ترجمہ) جو کچھ سلیمان چاہتے وہ جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں، اے آل داؤد اس کے شکریہ میں نیک عمل کرو، میرے بندوں میں سے بہت کم لوگ شکر گذار ہوتے ہیں۔
حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک اہم کام جنوں کو سپرد کیا وہ یہ کہ وہ مسجد اقصیٰ کی تعمیر کریں، جو بہت عظیم الشان اور وسیع و عریض عمارت ہو یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم

نے مکہ میں کعبہ کی تعمیرنو کی تھی اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیرنو کی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے حضرت محمد ﷺ سے پوچھا کہ دنیا میں سب سے پہلے کونسی مسجد بنی ہے؟ آپ نے کہا: مسجد حرام، حضرت ابوذرؓ نے پوچھا کونسی مسجد اسکے بعد تعمیر ہوئی آپ ﷺ نے کہا: مسجد اقصیٰ، اُبوذر غفاریؓ نے پوچھا دونوں کے درمیان کتنے وقت کا فاصلہ ہے؟ آپ نے کہا: چالیس سال۔

۵-ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹیوں کی بات چیت سنی جسکا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔سورۃ النمل:19-17

(ترجمہ)(اور ایک مرتبہ) سلیمان علیہ السلام کے سامنے ان کے تمام لشکر جو جنات، انسان اور پرندپر مشتمل تھے جمع کیے گئے (ہر ہر قسم کی) الگ الگ درجہ بندی کردی گئے۔ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو کہ بےخبری میں سلیمان علیہ السلام اور اسکا لشکر تمہیں روندڈالے۔اس کی اس بات سے حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں، اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کرلے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزوں کو بیان کیا ہے، کہ سوچئے کہ وہ ایک انتہائی چھوٹی مخلوق چیونٹی کی آواز کو بھی بہت دور سے سن اور سمجھ سکتے تھے، ان معجزات سے ہمارا ایمان اور قوی ہوتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت طاقتور ہیں اور وہ اپنے چنے ہوئے بندوں پر طرح طرح کے انعام واکرام کرتے ہیں چیونٹیوں کے اس قصہ میں اللہ تعالیٰ کی کئی نشانیاں ہیں، اس اہمیت کی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ النمل رکھدیا گیا، (النمل کے معنیٰ: چیونٹی کے ہیں)۔

یہاں پر یہ چیز بھی قابل ذکر ہے کہ بائبل کا ترجمہ کرنے والوں نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بہت سارے من گھڑت نازیبا اور قابل شرم واقعات نقل کئے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام ترجمہ کرنے والوں کو قرآن کی تعلیمات سیکھنے سمجھنے اور ماننے کی توفیق دے۔(آمین)

ملکہ سبأ

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یمن کے کسی بھی بادشاہ کو سبأ کہا جاتا تھا انھوں نے تقریباً ایک ہزار سال وہاں حکومت کی تھی، ملکہ سبأ ان ہی میں سے ایک تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے ۹۵۰ سال قبل سبأ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں اپنی شکست تسلیم کر لی، سبأ کا پورا نام قرآن نے نہیں بتایا نہ ہی یہ بتایا کہ وہ یمن کے کس حصے میں حکومت کرتی تھی، ہاں یہودیوں کے ہاں سبأ کا نام بلقیس بتایا جاتا ہے۔ قرآن نے سبأ کی کہانی کا چھوٹا سا حصہ بیان کیا ہے جو کہ انسانیت کے لئے نہایت سبق آموز ہے۔

انسانی فوجیں جانور پرندے جنات وغیرہ ہر روز آ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضری دیا کرتے تھے، اور آپکی خدمت بجالاتے، ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام تمام مخلوقات کی حاضری لے رہے تھے، اس وقت ہدہد کو غیر حاضر پایا، آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر ہدہد نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ نہ بتائی تو اسے بڑی سزا دوں گا یا قتل کر دوں گا، اسی دوران ہدہد دربار میں آ پہنچا، اور بڑی انکساری سے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہنے لگا: میں ایک اہم معلومات آپ کے لئے لایا ہوں جسکو آپ نہیں جانتے، ہدہد نے مزید کہا یمن میں ایک ملکہ ہے جو بہت امیر ہے جسکا تخت بہت ہی عظیم اور انوکھا ہے، شیطان نے اسکو اور اسکی رعایا کو گمراہ کر رکھا ہے، وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر سورج کی پوجا کرتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں تمہاری بات کتنی صحیح اور کتنی غلط ہے، یہ خط لو اور اس تک لے جاؤ دیکھو وہ کیا کہتی ہے، ملکہ سبأ خط ملتے ہی پڑھنے لگی، پھر اپنے درباریوں سے کہا: دیکھو یہ خط حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے آیا ہے، اسمیں لکھا ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا اور سرکشی نہ کرنا بلکہ اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے میرے پاس آ جاؤ" ملکہ نے اپنے وزیروں سے کہا "تم جانتے ہو میں تمہارے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتی مجھے بتاؤ کہ اس خط کا کیا جواب دوں" "مشیروں نے کہا" "آپ فکر نہ کریں آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ ہم بہت طاقتور ہیں، آپ جو بھی حکم دیں گے ہم حاضر ہیں" ملکہ سبأ نے مشیروں سے کہا "یہ بات سچ ہے کہ ہمارے پاس بہت طاقت ہے پھر بھی ہمیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خلاف کچھ کرنے کے بارے میں بہت محتاط رہنا چاہئے، پہلے تو ہمیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی طاقت کا

اندازہ لگا لینا چاہئے، ہم کچھ قیمتی تحفے ہمارے ایلچیوں کے ذریعے بھیج کر دیکھتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کیا کرتے ہیں؟ اس طرح ہم ان کی طاقت کے ساتھ ساتھ ان کے ذہن کا اندازہ بھی لگا سکتے ہیں، اگر ان سے جنگ شروع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام ہم سے زیادہ طاقت والے ہیں تو ان سے لڑائی مول لینا مناسب نہیں کیونکہ فاتح جب کسی شہر میں گھستے ہیں تو اسکو برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کی رعایا کو بے عزت کرتے ہیں، اسلئے کسی تکلیف میں پھنسنے سے ہمیں بچنا چاہئے۔"

جب ملکہ سبأ کے ایلچیوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تحفے تحائف دیئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا" تم اور تمہاری ملکہ نے میرے خط کا مطلب سمجھا ہی نہیں، مجھے یہ قیمتی تحفے نہیں چاہییں، انہیں واپس لے جاؤ اللہ نے مجھے اس سے کہیں عظیم نعمتیں دے رکھی ہیں، جاؤ اپنی ملکہ سے میری اطاعت کی بات کہو! جلدی کرو!، اگر وہ ایسا نہ کرے گی تو میں اپنی فوج لیکر آتا ہوں، جان لو تم میری فوج کا کبھی مقابلہ نہ کر سکو گے، ہم تم سب کو تمہارے ملک سے نکال کر بے عزت کر دیں گے۔"

ملکۂ سبأ کے آدمیوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ دھمکی بھرا پیغام اسکو پہنچا دیا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طاقت بھی بتادی، یہ بھی بتا دیا کہ انسانوں کے علاوہ جانوروں پرندوں جنوں وغیرہ پر بھی حکومت کرتے ہیں، ملکۂ سبأ سمجھ گئی اب تو حضرت سلیمان علیہ السلام سے جنگ کرنا اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوگا، اس نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر لیا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملنے نکل پڑی، اللہ نے اسکی آمد کی خبر حضرت سلیمان علیہ السلام کو وحی کے ذریعے کر دی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ ملکۂ سبأ کا تخت لایا جائے، اور اسکے سامنے پیش کیا جائے یہ کام کون کرے گا، ایک بہت طاقتور جن نے کہا آپ کے یہاں سے اٹھنے سے پہلے پہلے میں اسکا تخت اٹھا کر یہاں لاسکتا ہوں، دوسرا جن جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہنے لگا کہ آپ کی آنکھوں کی پلک جھپکا کر کھولنے سے پہلے پہلے یہ کام کر سکتا ہوں، حضرت سلیمان علیہ السلام دوسرے لمحے مڑ کر دیکھتے ہیں کہ سبأ کا تخت موجود تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا، کہ ان پر اللہ کے کتنے احسانات ہیں، اللہ کے پیغمبر ایسے معجزوں پر بھی

فخر نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کی قدرت کے آگے اپنی بے کسی اور کمتری کا اعتراف کرتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اسکے تخت میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی جائے، کیونکہ آپ علیہ السلام سبا کی ذہانت دیکھنا چاہتے تھے کیا سبأ اپنے تخت کو پہچان سکتی ہے یا نہیں، سبأ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچی تو آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا یہ تمہارا تخت ہے؟ اس نے اسکو بغور دیکھا پھر کہا یہ لگتا تو ویسا ہی ہے، پھر مزید کہنے لگی میں آپکی طاقت وسطوت سے بخوبی واقف ہوں، بہرحال میرا تخت اتنی جلدی یہاں تک اٹھوا کر لے آنا یہ آپکی مزید برتری کی علامت ہے، میں اپنی بادشاہت کے ساتھ اپنے آپ کو آپکی اطاعت میں دیتی ہوں، اسکا یہ کہنا اس بات کا صاف اعتراف تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا پیغام اس نے قبول کر لیا ہے۔ اس طرح سبأ نے سلیمان علیہ السلام کی برتری مان لی۔ لیکن اسے اللہ تعالٰی کی برتری کا احساس نہ ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہَ سبأ کو ایک دوسرے امتحان میں ڈال دیا، کیونکہ وہ ملکہَ سبأ کو اللہ تعالٰی کی قدرت اور برتری دکھانا چاہتے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کو ایک عظیم الشان محل بنانے کو کہا اسکا فرش شفاف کانچ کا بنایا گیا، قریب ہی پانی کا ایک چشمہ بنا دیا گیا، محل کچھ اس طرح کا بنا تھا کہ اسکے فرش میں چشمے کا عکس بن رہا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ پورے فرش پر پانی بہہ رہا ہے، سبأ کو اس محل کی تفریح کے لئے لے جایا گیا جیسے ہی وہ اسمیں داخل ہوئی اس نے اپنے لباس کو پنڈلیوں سے اٹھالیا تا کہ بھیگ نہ جائے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا یہ تو حقیقت میں پانی نہیں یہ تو صرف عکس ہے، سبأ سمجھ گئی کہ یہ سب کچھ حضرت سلیمان علیہ السلام کو کسی بڑی طاقت (اللہ) کے باعث کرتے ہیں، اتنا سوچ کر کہہ پڑی کہ میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح اس پوری کائنات کے رب پر ایمان لاتی ہوں، اور مسلمان ہو گئی، یعنی اللہ تعالٰی کی برتری کا اعتراف کر لیا، یہی بات حضرت سلیمان نے اپنے خط میں لکھی تھی۔ اس نے اپنی سلطنت کو بھی حضرت سلیمان کے قبضے میں دے دیا، کئی علماء کا کہنا ہے کہ ملکہَ سبأ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے شادی بھی کر لی تھی، تاہم قرآن وحدیث میں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اللہ تعالٰی نے ملکہَ سبأ کی کہانی انتہائی مختصر اور دلنشیں انداز میں سورۃ النمل: 44-20 میں بیان کیا ہے:

(ترجمہ) آپ نے پرندوں کا جائزہ لیا اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟

کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے؟، یقیناً میں اسے سخت سزا دوں گا، یا اسے ذبح کر ڈالوں گا، یا میرے سامنے کوئی صریح دلیل بیان کرے۔ کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ہدہد نے آ کر کہا میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں کہ تجھے اس کی خبر ہی نہیں، میں سبأ کی ایک سچی خبر تیرے پاس لایا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ ان کی بادشاہت ایک عورت کر رہی ہے جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے، اور اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا، شیطان نے ان کے کام انہیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے پس وہ ہدایت پر نہیں آتے۔ کیوں نہیں اس اللہ کو سجدہ کرتے جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے، اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہی عظمت والے عرش کا مالک ہے۔ سلیمان نے کہا، اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے۔ میرے اس خط کو لے جا کر انہیں دے دے پھر ان کے پاس سے ہٹ آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

وہ کہنے لگی اے سردارو! میری طرف ایک باوقعت خط ڈالا گیا ہے۔ جو سلیمان کی طرف سے ہے اور جو بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع ہے۔ یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور مسلمان بن کر میرے پاس آ جاؤ۔

اس نے کہا اے میرے سردارو! تم اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو، میں کسی امر کا قطعی فیصلہ تمہاری موجودگی اور رائے کے بغیر نہیں کیا کرتی۔ ان سب نے جواب دیا کہ ہم طاقت اور قوت والے سخت لڑنے بھڑنے والے ہیں، آگے آپ کو اختیار ہے آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ ہمیں آپ کیا کچھ حکم فرماتی ہیں۔

اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں گھستے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں، اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ میں انہیں ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں، پھر دیکھ لوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں؟۔

پس جب قاصد حضرت سلیمان کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کیا تم مال سے مجھے مدد دینا چاہتے ہو؟ مجھے تو میرے رب نے اس سے بہت بہتر دے رکھا ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے پس تم ہی اپنے تحفے سے خوش رہو۔ جاؤ ان کی طرف واپس لوٹ جاؤ، ہم ان (کے مقابلہ) پر وہ لشکر لائیں گے جس کا مقابلہ کرنے کی ان میں طاقت نہیں اور ہم انہیں ذلیل و پست کر کے وہاں سے نکال باہر کریں گے۔

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے اہل دربار! تم میں سے کوئی ہے جو اسکے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے ہی اسکا تخت مجھے لا دے؟۔ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا اس سے پہلے آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں وہ تخت آپ کے پاس حاضر کر دوں گا۔ یقین مانئے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بول اٹھا کہ آپ پلک جھپکا ئیں اس سے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں، جب آپ نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو پکار اٹھے یہ میرے رب کا فضل ہے، تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری، شکر گزار اپنے ہی نفع کے لئے شکر گزاری کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا پروردگار (بے پرواہ اور بزرگ) غنی اور کریم ہے۔ حکم دیا کہ اس کے تخت میں کچھ پھیر بدل کر اسے ناقابل شناخت بنا دو تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ راہ پا لیتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے۔ پھر جب وہ آ گئی تو اس سے کہا (دریافت کیا) گیا کہ ایسا ہی تیرا (بھی) تخت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ گویا وہی ہے، ہمیں اس سے پہلے ہی علم دیا گیا تھا اور ہم مسلمان تھے۔

اور اسے ان معبودوں نے (مسلمان ہونے سے) روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتی رہی تھی، یقیناً وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔ اس سے کہا گیا کہ محل میں چلی چلو، جسے دیکھ کر یہ سمجھ کر کہ یہ حوض ہے اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں، فرمایا یہ ایک محل ہے۔ اس میں جڑے ہوئے شیشے ہیں، کہنے لگی میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فرمانبردار بنتی ہوں۔

علماء اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ سبأ کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو خط لکھا تھا یہ تاریخ میں ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے انتہائی مختصر انداز میں اللہ کی تعریف لکھی تھی، ساتھ ہی اپنا مختصر تعارف بھی دیا تھا، آپ نے یہ دھمکی بھی لکھی تھی کہ مجھ سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرنا، بلکہ شکست تسلیم کرتے ہوئے میری اطاعت قبول کر لینا، خط کا آخری فقرہ نہایت فصیح و بلیغ ہے، جسمیں سبأ کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرنا اور مسلمان بن کر میرے پاس آ جا۔ انسانی تاریخ میں آج تک کسی نے اتنا مختصر اور فصیح و بلیغ خط نہیں لکھا۔ یہ خط خود اپنے آپ میں ایک معجزہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے طاقت وقوت، عقل و دانش عجز و انکساری عطا کرتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ایک اہم واقعہ ہے، جو سورۃ کہف میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے، یہ واقعہ اور اس کا پس منظر حضرت ابی بن کعب کی حدیث میں ملتا ہے جسکو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔

ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے کسی شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ زمین میں اس وقت سب سے زیادہ باعلم شخص کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں سب سے بڑا عالم ہوں، اللہ تعالیٰ کو یہ جواب پسند نہ آیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اسی بات پر اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تربیت دینا چاہی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ کیا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ایک آدمی ہے جو آپ سے بھی زیادہ عالم ہے، میرا وہ بندہ آپ کو اس جگہ ملے گا جہاں دو سمندر ملتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت شوق ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اس بندے سے کچھ علم سیکھیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اس بندے سے ملنے کے لئے مزید معلومات دی جائیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ایک توشہ دان میں مچھلی رکھ لو اور دونوں سمندروں کے ملنے کی جگہ کی طرف چل پڑو، جہاں تمہاری رکھی ہوئی مچھلی غائب ہو جائے گی وہیں رک جانا، آپ سے زیادہ عالم وفاضل شخص آپ کو وہیں ملے گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ایک غلام کے ہمراہ سفر شروع کر دیا، جسکا نام یوشع بن نون تھا، جب وہ دونوں ایک چٹان کے پاس پہنچے دونوں آرام کیلئے لیٹ گئے۔

مچھلی توشہ دان سے باہر نکل کر سمندر میں داخل ہو گئی، جس راستے سے مچھلی گئی وہاں ایک سرنگ کی طرح راستہ بن گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلام نے یہ سب کچھ دیکھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گیا کہ کس طرح مچھلی نکل کر بھاگی تھی، دونوں پھر دوبارہ چلنے لگے، ایک دن اور رات پھر چلتے رہے، تھکان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساتھی سے کہا مچھلی لاؤ کھانا کھائیں گے، کیونکہ دونوں بھوک سے بے تاب تھے، ساتھی نے کہا: میں تو آپ کو بتانا بھول ہی گیا تھا کہ مچھلی توشہ دان سے اس وقت نکل کر بھاگ گئی تھی، جب ہم چٹان کے پاس آرام کر رہے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہی جگہ تو ہماری منزل تھی، جسکو ہم تلاش کر رہے تھے، پس وہ وہاں سے لوٹ پڑے

اور واپس اس چٹان تک آئے، وہیں ان کو حضرت خضر علیہ السلام دکھائی دیئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا، انھوں نے پوچھا کیا تم موسیٰ ہو؟ بنی اسرائیل آپکی قوم ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہاہاں میں اسلیئے آیا ہوں کہ آپ سے کچھ علم حاصل کروں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے درمیان دیر تک گفتگو ہوتی رہی، اس حدیث میں ان دونوں کا پورا مکالمہ موجود ہے، یہی واقعہ سورۃ الکہف :82-62 میں بیان کیا ہے۔

(ترجمہ) جب یہ دونوں وہاں سے آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے غلام سے کہا کہ لا ہمارا کھانا دے یقیناً ہمیں اس سفر میں سخت تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔ اس نے جواب دیا آپ نے دیکھا (کیا ہوا؟) جبکہ ہم چٹان کے پاس آرام کررہے تھے اس وقت میں مچھلی کو بھول گیا، دراصل شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں، اس مچھلی نے ایک انوکھے طور پر دریا میں اپنا راستہ بنالیا۔ موسیٰ نے کہا یہی تھا جس کی تلاش میں ہم تھے چنانچہ وہیں سے اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے واپس لوٹے۔ پس ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا، جسے ہم نے اپنے پاس کی خاص رحمت عطا فرمارکھی تھی اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھار کھا تھا۔ اس سے موسیٰ نے کہا کہ کیا میں تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں۔ تاکہ جو دانشمندی آپ کو سکھائی گئی ہے آپ مجھے بھی اس کی تعلیم دیں۔ اس نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔ اور جس چیز کی آپ کو خبر نہ ہو اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور کسی بات میں میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اس نے کہا اچھا اگر آپ میرے ساتھ ہی چلنے پر اصرار کرتے ہیں تو یاد رہے کسی چیز کی نسبت مجھ سے کچھ نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود اس کی نسبت کوئی تذکرہ نہ کروں۔ پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہوئے تو اس نے کشتی میں سوراخ کر دیا موسیٰ نے کہا کیا آپ نے اس میں سوراخ کیا ہے تاکہ کشتی والوں کو ڈبودیں، یہ تو آپ نے بڑی (خطرناک) بات کر دی۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے تو پہلے ہی تجھ سے کہہ دیا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ میری بھول پر مجھے نہ پکڑیئے اور مجھے اپنے کام میں تنگی میں نہ ڈالیے۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکے کو پایا، اس نے اسے مار ڈالا موسیٰ نے کہا کہ کیا آپ نے ایک معصوم جان کو بغیر کسی جان کے عوض مار ڈالا؟ بیشک آپ نے تو بڑی ناپسندیدہ حرکت کی۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ہمراہ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر

سکتے۔موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا اگر اب اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کروں تو بیشک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا، یقیناً آپ کو میری طرف سے عذر مل گیا ہے۔ پھر دونوں چلے ایک گاؤں والوں کے پاس آ کر ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ان کی مہمانداری سے صاف انکار کردیا، دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرا ہی چاہتی تھی، اس نے اسے ٹھیک اور درست کردیا، موسیٰ (علیہ السلام) کہنے لگے اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے لیتے۔ اس نے کہا بس یہ جدائی ہے میرے اور تیرے درمیان، اب میں تجھے ان باتوں کی حقیقت بھی بتادوں گا جس پر تجھ سے صبر نہ ہوسکا۔ کشتی تو چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کاج کرتے تھے، میں نے اس میں کچھ توڑ پھوڑ کرنے کا ارادہ کرلیا کیونکہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک (صحیح سالم) کشتی کو جبراً ضبط کرلیتا تھا۔ اور اس لڑکے کے ماں باپ ایمان والے تھے، ہمیں خوف ہوا کہ کہیں یہ انہیں اپنی سرکشی اور کفر سے عاجز و پریشان نہ کردے۔ اس لیے ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا پروردگار اس کے بدلے اس سے بہتر پاکیزگی والا اور اس سے زیادہ محبت اور پیار والا بچہ عنایت فرمائے۔ دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ اس دیوار کے نیچے دفن ہے، ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا تو تیرے رب نے چاہا کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آ کر اپنا یہ خزانہ نکال لیں۔ یہ تیرے رب کی طرف سے مہربانی تھی۔ میں نے اپنی رائے سے کوئی کام نہیں کیا، یہ ہے اصل راہ ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے اس واقعہ سے مندرجہ ذیل سبق ملتا ہے۔

(۱) اپنے آپ پر فخر کرنا غلط ہے، خواہ کیسی بھی خوبی کیوں نہ ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں پر کبھی ناراض نہیں ہوتا، اور ان کی لغزشوں کو معاف کردیتا ہے، بلکہ انکی تربیت کے لئے مناسب حالات پیدا کردیتا ہے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بے پناہ علم ہونے کے باوجود بھی علم کے حصول کے لئے حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کا بہت شوق تھا، پس مزید علم حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہنا یہ نبیوں کی سنت ہے۔

(۴) علم کے حصول کے لئے بہت زیادہ محنت اور صبر کی ضرورت ہوتی ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ محنت صبر اور امتحان کی شکل بدلتی رہتی ہے، مثلاً اس واقعہ میں ایک شخص کی ذرا سی بھول سے دونوں کو

ایک دن اور رات کا اور سفر کرنا پڑا۔

(۵) طالبعلم کو اپنے استاد کا احترام کرنا چاہئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اتنے بڑے پیغمبر ہونے کے باوجود اپنے راہبر کا احترام کرنے اور انکے سامنے عاجزی وانکسار دکھانے میں عار محسوس نہ کی۔

(۶) اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اسکے کام کے مطابق علم عطا کرتا ہے۔ یہی معاملہ اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ کرتا ہے، اللہ کا علم لامحدود ہے، محمد ﷺ کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کشتی میں تھے تو ایک چھوٹا پرندہ آیا، اور کشتی کے کنارے بیٹھ گیا، اور اپنی چونچ میں ایک بوند پانی لیا، یہ دیکھ کر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہم دونوں کا علم اگر ایک ساتھ ملا دیا جائے تو اللہ کے علم کے سامنے بس اتنی ہی حیثیت ہوگی جتنا اس بوند کی سمندر کے سامنے حیثیت ہے (یعنی اللہ کا علم سمندر ہے ہم دونوں کا علم ملا کر ایک بُوند کے برابر ہے)۔

(۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر سے ہمیں سفر کے بارے میں کئی دیگر ہدایات ملتی ہیں، انھوں نے اپنے غلام کو سفر شروع کرنے سے پہلے سفر کی سمت اور منزل بتادی تھی، پس ہمیں بھی اپنے ملازم کو اس طرح کی معلومات دے دینا چاہئے، یہ ہمارے لئے ایک یاددہانی ہے، کیونکہ کئی سرداراس بات کو اپنے لئے باعث عار سمجھتے ہیں، کہ اپنے ملازم کو اپنے سفر کی معلومات دیں۔

(۸) حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ وہ یہ خارق عادت چیزیں خود نہیں کرتے، بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کا علم دیا ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دیا گیا تھا، یہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر قسم کا علم اللہ تعالیٰ کی نعمت اور انعام ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں اپنے علم میں کا کچھ حصہ دے دیتے ہیں، صرف اللہ تعالیٰ غیب کو جانتا ہے، جبکہ ہماری سمجھ انتہائی محدود ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کا اس رہنمائی پر اسکا شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ اتنی ساری مفید چیزیں ہمیں بتائیں۔ الحمدللہ رب العالمین۔

قیامت کے مناظر

اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لئے قرآن میں جگہ جگہ قیامت کے دن کے مناظر بیان فرمائے ہیں، ان میں سے کچھ منظر نیچے نقل کئے جا رہے ہیں۔ سورۃ الزلزلہ:1-8

(ترجمہ) جب زمین پوری شدت سے ہلا دی جائے گی، اور اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔ انسان کہنے لگے گا کہ اسے کیا ہو گیا؟۔ اس دن زمین اپنی سب خبریں بیان کر دے گی۔ اس لیئے کہ تیرے رب نے اسے حکم دیا ہوگا۔ اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر (واپس) لوٹیں گے تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیے جائیں۔ پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا یا ذرہ برابر برائی کی ہوگی اسے بھی دیکھ لے گا۔

اس چھوٹی سی سورۃ میں جو ہدایت موجود ہے نہایت ہی قابل غور ہے، جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ الزلزلہ نصف قرآن کے برابر ہے۔ یعنی اس میں دی گئی ہدایت نصف قرآن کی ہدایت کے برابر ہے۔ (ترمذی)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورۃ الفاذۃ الجامعۃ ہے، یعنی مختصر مگر نہایت جامع ہے، اس سورۃ کی آخری آیت بہت ہی زیادہ موثر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت قرآن مجید کی انتہائی اہم اور طاقت ور آیت کریمہ ہے۔ اسی طرح سورۃ الحج کی مندرجہ ذیل آیات دلوں کو ہلانے والی ہے۔ سورۃ الحج:1-2

(ترجمہ) لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھ لوگے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے، حالانکہ درحقیقت وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ یہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو زمین و پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ سورۃ الحاقۃ:13-18

(ترجمہ) پس جبکہ صور میں ایک بار پھونکا جائے گا۔ اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔ اس دن ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن بکھرا ہوا ہوگا۔ اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے، اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن تم سب سامنے

پیش کیے جاؤ گے، تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا۔

جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا زمین و آسمان کی ہر چیز مدہوش و بے ہوش ہو جائے گی، سوائے چند فرشتوں کے، پھر یہ فرشتے بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ سورۃ الرحمٰن: 26-27

(ترجمہ) زمین پر موجود ہر چیز فنا ہو جائے گی، صرف اور صرف تیرے رب کی ذات باقی بچے گی جو عظمت و انعام والا ہے۔

جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو روحیں جسموں میں واپس آ جائیں گی پھر تمام مخلوقات زندہ کھڑے ہو جائیں گے اور حساب کتاب کیا جائے گا۔ سورۃ الزمر: 70-68

(ترجمہ) اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔ اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی، نامۂ اعمال حاضر کیے جائیں گے نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق حق فیصلے کر دیے جائیں گے اور وہ ظلم نہ کیئے جائیں گے۔ اور جس شخص نے جو کچھ کیا ہے بھرپور دے دیا جائے گا، جو کچھ لوگ کر رہے ہیں وہ بخوبی جاننے والا ہے۔

حساب کتاب کیلئے گواہ لائے جائیں گے۔ سورۃ یاسین: 65

(ترجمہ) ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے، ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک آدمی اپنا گناہ دوسروں سے چھپا سکتا ہے، لیکن اپنے بدن کے اعضاء سے نہیں چھپا سکتا، قیامت کے دن بدن کے یہی اعضاء گواہی دیں گے، یہ گواہی انسان کے خلاف ہوگی، اگر یہ آیات واقعی ہم سمجھ لیں تو پھر ہم کہیں بھی کوئی گناہ کرنے کی جرأت نہ کریں۔

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ منہ پر مہر لگا دی جائے گی، اسکی ران سے اسکے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اسی طرح انسان کا گوشت اور ہڈیاں گواہ کی طرح باتیں کریں گی۔ (مسلم)

گناہ گاروں کا کھانا کیا ہوگا؟ سورۃ الدخان: 50-43

(ترجمہ) بیشک زقوم کا درخت گناہ گاروں کا کھانا ہوگا، جو تلچھٹ کی طرح ہوگا پیٹ میں کھولتا

رہے گا، جیسے کھولتا پانی جوش کھاتا ہے، اسے پکڑلو پھر گھسیٹتے ہوئے بیچ جہنم تک پہنچادو، پھر اس کے سر پر سخت گرم پانی کا عذاب پہنچاؤ یا بہاؤ (اس سے کہا جائیگا) چکھتا جاتو تو بڑی عزت والا اور بڑے اکرام والا تھا۔ یہی وہ چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

اسکے برعکس سچے ایمان والوں کے ساتھ الگ معاملہ کیا جائے گا، دیکھئے سورۃ الزخرف:73-68

(ترجمہ) میرے بندو! آج تو تم پر کوئی خوف (وہراس) ہے اور نہ تم (بددل اور) غمزدہ ہوگے۔ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور تھے بھی وہ (فرماں بردار) مسلمان۔ تم اور تمہاری بیویاں ہشاش بشاش (راضی خوشی) جنت میں چلے جاؤ۔

ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا، ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں لذت پائیں، سب وہاں ہوگا اور تم اس میں ہمیشہ رہوگے۔ یہی وہ بہشت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو۔ یہاں تمہارے لیئے بکثرت میوے ہیں جنہیں تم کھاتے رہوگے۔

اسی طرح سورۃ فصلت:32-30 دیکھئے۔

(ترجمہ) (واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے، جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب تمہارے لیے (جنت میں موجود) ہے۔ غفور ورحیم (معبود) کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے۔

یہاں پر جو نزلاً کا لفظ آیا ہے اسکے معنے یہ ہیں کہ مہمان داری کے طور پر شروع میں اللہ کی بہت ساری نعمتیں نازل ہونگی، جیسے ایک مہمان کو بہت ساری مزہ دار چیزیں پیش کی جاتی ہیں، چاہے وہ مانگے یا نہ مانگے، اسکا یہ بھی مطلب ہوگا کہ یہ بیان کردہ نعمتیں تو شروع میں مہمان کو خوش آمد کہتے ہوئے ملیں گی اسکے بعد یہاں سے تم کو کیا کیا ملے گا وہ عظیم سے عظیم تر ہوگا اور اسکی کوئی گنتی نہ ہوگی۔

زید بن اسلم نے روایت کی جو کہ در منشور میں درج ہے، موت کے فرشتے مضبوط ایمان والوں کے پاس اچھی خبریں لیکر تین بار آئیں گے۔ پہلے موت کے وقت پھر قبر میں اور آخری حشر کے میدان میں، یہ فرشتے اچھے ایمان والوں کے دنیاوی ساتھی تھے ان کے دل ودماغ میں اچھی سوچ وفکر ڈالا

کرتے تھے، اور تکلیف اور دکھ کے وقت ان کو صبر کی تلقین کرتے تھے، یہی فرشتے حشر کے میدان میں اہل ایمان کو جنت میں داخل ہونے کا پروانہ دیں گے۔

اسکے برعکس کافروں کو فرشتے کس طرح جہنم کی طرف ہانکیں گے۔ سورۃ الزمر: 72-71

(ترجمہ) کافر گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے، جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس کے دروازے ان کے لیے کھول دیئے جائیں گے، اور وہاں کے نگہبان ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں درست ہے لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا۔ کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جہاں ہمیشہ رہیں گے، پس سرکشوں کا ٹھکانا بہت ہی بُرا ہے۔

اس کے برعکس فرشتے اہل ایمان کو خوشخبری سنائیں گے اور مبارکباد دیں گے، اور اہل ایمان اس پر فخر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا اور زیادہ شکر ادا کریں گے۔ سورۃ الزمر: 74-73

(ترجمہ) اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آ جائیں گے اور دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم خوش حال رہو تم اس میں ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ۔ یہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں پس عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

یہاں غور فرمایئے کہ لوگوں کو گروپ کی شکل میں جنت یا جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ زمر کا مطلب گروپ یا جماعت ہوتا ہے مندرجہ بالا نکتہ بہت اہم ہے اسی وجہ سے اس لفظ کو اس سورۃ کا نام دیا گیا ہے۔

آخرت میں بھی ہر ایک گروپ کا انجام اکٹھا ہوگا پس اگر ہم اچھے لوگوں کی صحبت میں رہیں اور نافع علم کے متلاشی رہیں تو انشاء اللہ ہم جنت کے بہترین امیدوار بن جائیں گے۔ گویہ یاد رہے کہ بالآخر جنت میں داخلہ صرف اور صرف اللہ کی رحمت کے باعث ہوگا، ہم اللہ تعالیٰ سے اسکے رحم و کرم اور فضل و احسان کی بھیک مانگتے ہیں۔ (آمین)

قرآن کریم اور اصل توریت کی تعلیمات میں مشابہت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ سورۃ الاسراء کی آیت 38-22 توریت کی ہی تعلیمات کالُب لباب ہے(مظہری)۔

چونکہ یہ تعلیمات قرآن میں ہیں اس لئے ان پرعمل پیرا ہونا مسلمانوں پر بھی ویسا ہی فرض ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں پر فرض تھا،تمام رسولوں کو ہدایات دینے والی ذات ایک اللہ ہی کی ہے،اسلئے تمام رسولوں کی تعلیم اور ہدایات میں یکسانیت ہے اور اسکی روح بھی ایک ہی ہے۔

لوگوں کے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی صورت میں قابل قبول ہیں جب وہ اہل ایمان ہوں اور اپنے وقت کے رسول کی ہدایات کے مطابق عمل پیرا ہوں، اوپر کی آیت میں ان اعمال کا تذکرہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے،اور انعام واکرام کا وعدہ کرتا ہے،اسکے برعکس کسی بھی قسم کی نافرمانی کے نتیجے میں سزا اور عذاب سے خبردار کرتا ہے۔

سب سے پہلے اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانا ضروری ہے۔اسکے فوراً بعد اللہ نے والدین کی اطاعت فرض کی ہے۔سورۃ الاسراء:۲۵-۲۲

(ترجمہ)اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا کہ آخر تو برے حالوں بے کس ہو کر بیٹھ رہے گا۔ اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا۔اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے اگر تم نیک ہو تو وہ تو رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

پس انسانوں کے حقوق میں سب سے بڑھ کر والدین کے حقوق ہیں (اسی کتاب میں والدین کے حقوق کے متعلق ایک الگ مضمون موجود ہے)۔

اسکے بعد ہمیں رشتہ داروں غریبوں اور مسافروں کے حقوق کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔سورۃ الاسراء:27-26

(ترجمہ) اور رشتے داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو۔ بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

اسی طرح کی بات سورۃ التوبہ:60 میں کی گئی ہے۔

(ترجمہ) صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر نوازی کے لیے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

اسکے بعد کی آیت ہمیں خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ سورۃ الاسراء:30-29

(ترجمہ) اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ پھر تم ملامت زدہ اور حسرت میں مبتلا ہو کر بیٹھ رہو۔ یقیناً تیرا رب جس کے لیے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ، یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے۔

پس نہ تو ہمیں بخل کرنا چاہیے اور نہ ہی اتنا خرچ کرنا ہے کہ اس کے نتیجے میں ہم خود تنگ دست ہو جائیں۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک لڑکا آپ ﷺ کے پاس آیا، اور کہنے لگا میری ماں آپ سے ایک قمیص مانگ رہی ہے، حضرت محمد ﷺ نے فرمایا مہربانی کر کے کسی اور وقت آؤ جب میرے پاس مطلوبہ چیز موجود ہو، وہ لڑکا پھر واپس آ کر کہنے لگا کہ آپ کے بدن پر جو قمیص ہے اسی کو میری ماں مانگ رہی ہے، حضرت محمد ﷺ نے اپنی قمیص اتار کر اسکے حوالے کر دی، اب محمد ﷺ کے پاس بدن ڈھانکنے کے لئے کوئی قمیص نہ تھی، اسی وقت نماز کے لئے اذان ہوئی لوگ آپ ﷺ کا مسجد میں انتظار کر رہے تھے، جب بہت دیر تک آپ ﷺ باہر نہ آئے تو صحابہ پریشان ہو گئے، جب وہ آپکے کمرے میں گئے تو آپ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کھلے بدن بغیر قمیص کے بیٹھے ہوئے تھے، یہ آیت ہم کو یہ سبق دیتی ہے کہ ہمیں بہت زیادہ مصیبت اپنے ہاتھوں پیدا نہیں کرنا چاہئے، ایک انسان ہونے کے ناطے ہم

جتنا کر سکتے ہیں اتنا ہی کریں۔

اگلی آیت مفلسی کے ڈر سے بچوں کو قتل کرنے سے منع کرتی ہے۔ سورۃ الاسراء: 31

(ترجمہ) اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالو ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں، یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ ہدایت نہایت دلچسپ اور بلیغ انداز میں بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم روزی بچوں کو دیتے ہیں اور تمہیں بھی، یعنی والدین کو روزی بچوں کی وجہ سے ہی ملتی ہے، پس بچوں کو قتل کرنا صریح غلطی اور گناہ ہے۔

یہاں اس چیز کا خیال بھی رکھنا چاہئے کہ رزق دینے والا اللہ ہے نہ کہ والدین، اسلئے بچوں کو مفلسی کے ڈر سے مارنا بہت بڑی حماقت ہے۔

اگلی آیات کریمہ میں زنا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ سورۃ الاسراء: 32

(ترجمہ) خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیوں کہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ ہے۔

حضرت محمد ﷺ کہتے ہیں کہ حیاء ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔ (بخاری)

اگر حیاء کو نظر انداز کر دیا گیا تو سماجی اور اخلاقی طور پر انسانیت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

اگلی آیات کریمہ میں کسی کو ناحق قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ سورۃ الاسراء: 33

(ترجمہ) اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرنا اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے پس اسے چاہئے کہ قتل کے معاملہ میں حد سے نہ بڑھے اس لئے کہ اس کی مدد کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تمہیں کسی مسلمان کو قتل کرنے کا حق نہیں ہے، جبکہ وہ اللہ کی وحدانیت پر اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لا چکا ہے، ہاں تین صورتوں میں قتل کیا جا سکتا ہے۔

(الف) اگر شادی شدہ مسلمان زنا کرے۔

(ب) اگر کسی نے کسی مسلمان کو ناحق قتل کر دیا ہو، مقتول کے رشتہ دار حکومت سے حق کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

(ج) اگر کوئی اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے، اگلی آیت میں یتیموں کے مال کی

حفاظت کی تلقین ہے۔سورۃ الاسراء: 34

(ترجمہ)اور یتیم کے مال کے پاس نہ پھٹکو مگر اس طریقہ سے جو بہترین ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد پورا کرو۔ بیشک عہد کے بارے میں جواب دہی ہوگی۔

اس مضمون کے شروع میں ہم نے بتایا کہ فضول خرچی نہیں کرنا چاہئے، پس کسی یتیم کے پیسے کو ہمیں کسی غلط جگہ ہرگز خرچ نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ یتیم بچہ خود اپنے حقوق مانگنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا، پس کسی یتیم کے پیسے کو غلط جگہ استعمال کرنا خود اپنا پیسہ غلط جگہ استعمال کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔

اگلی آیت ہمیں ناپ تول میں ایمان داری پر ابھارتی ہے۔سورۃ الاسراء:35

(ترجمہ)اور جب ناپنے لگو تو بھرپور پیمانے سے ناپو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔ یہی بہتر ہے، اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے۔

پس صحیح ناپ تول نہ صرف مذہبی طور پر ہی نیکی ہے بلکہ دنیا کے اعتبار سے بھی اسکے بہت سارے فائدے ہیں۔

(الف) یہ عوام کے ساتھ تعلقات کو استوار کرتا ہے، اور تجارت کو ترقی دیتا ہے۔

(ب) اس عمل کی وجہ سے باذن اللہ جنت ملے گی۔

اسی موضوع کی اہمیت کے مدنظر سورۃ المطففین نازل ہوئی۔سورۃ المطففین :3-1

(ترجمہ) بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔ کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

درحقیقت ناپ تول میں کمی کرنا دوسروں کے حقوق کو غصب کرنا ہے۔ یادرہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے کی ایک بڑی وجہ یہی تھی۔

اگلی آیت انسان کی سماجی زندگی کے بارے میں ہے۔سورۃ الاسراء:36

(ترجمہ) جس بات کا تجھے علم ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

اگلی آیت ہمیں غرور وتکبر سے روکتی ہے۔سورۃ الاسراء:37

(ترجمہ) اور زمین میں اکڑ کر نہ چل حقیقت یہ ہے کہ تم نہ تو زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ ہی

پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی اگر ذرہ برابر بھی غرور کرے گا تو جنت میں نہیں جائیگا۔ (مسلم)

حضرت عیاض بن حمادؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عجز وانکساری اور شرم وحیا کے ساتھ رہنے کی تعلیم دی ہے۔ ہمیں غرور وتکبر سے دور رہنا چاہئے اور کسی دوسرے پر ظلم نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا ہدایات کی نافرمانی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ سورۃ الاسراء:38

(ترجمہ) یہ سب ایسی چیزیں اور باتیں ہیں کہ انکی برائی تمہارے رب کے لئے انتہائی ناپسند اور مکروہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور یہودیوں کو بلکہ تمام بنی نوع انسان کو ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

مسجدوں کا احترام

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر انسان فطرت کے مطابق پیدا ہوتا ہے، البتہ بعض والدین اور اسکا ماحول اسکو صحیح عقائد سے گمراہ کر دیتا ہے۔ اور اسے عیسائی یا یہودی یا کسی اور مذہب کا پیروکار بنا دیتا ہے۔ جبکہ اسلامی تعلیمات عیسائیوں کے غلط عقائد کے بالکل خلاف ہے، مثلاً عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر انسان فطری طور پر گناہ گار پیدا ہوتا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر لٹک کر اپنی جان کا کفارہ دے کر تمام عیسائیوں کے گناہوں کو معاف کروا دیا ہے، خواہ عیسائی کی عملی زندگی گناہوں کا پلندا ہی کیوں نہ ہو۔

اسکے برعکس اسلام اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی مکمل اتباع کی تلقین کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، یہ ہدایت یافتہ لوگ کہاں مل سکتے ہیں، ایسے لوگ اللہ کے گھروں میں ہی مل سکتے ہیں، جسکو ہم مساجد کے نام سے جانتے ہیں۔ اسلئے ہمیں مساجد کا احترام کرنا چاہئے۔ سورۃ النور: 36-38

(ترجمہ) ان گھروں میں جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ بلند کیا جائے یعنی ان کی تعظیم کی جائے۔ اور ان میں اس کا نام لیا جائے۔ ان گھروں میں لوگ صبح وشام تسبیح کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔ اس ارادے سے کہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے بلکہ اپنے فضل سے اور کچھ زیادتی عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۷ میں ان آدمیوں کی صفت بتائی گئی ہے جو مسجدوں کو ہمیشہ آباد رکھتے ہیں۔ اس آیت میں رجال کا لفظ آیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجدیں بطور خاص مردوں کے لئے ہیں۔ جبکہ عورت کی نماز اسکے گھر میں زیادہ بہتر ہے۔ نہ کہ مسجد میں۔

حضرت ام سلمہ یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے کہا عورتوں کے لئے بہترین مسجدیں انکا گھر ہے۔ اور گھر میں بھی بالکل اندرونی حصہ اور بہتر ہے۔ (مسند احمد)

اسکا یہ مطلب ہے کہ ایک عورت کے لئے زیادہ یہ مناسب ہے کہ وہ گھر میں نماز پڑھے۔ ہاں اگر مسجد میں عورتوں کیلئے الگ جگہ کا انتظام ہو تو عورتیں مسجد میں بھی نماز ادا کر سکتی ہیں۔ خصوصاً اگر مسجد

میں تعلیمی مجلس ہوتو عورتوں کو مسجد میں حاضر ہو کر اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا جو کوئی اللہ سے محبت کرتا ہوا سے چاہئے وہ مجھ سے محبت کرے۔ جو مجھ سے محبت کا دعوے دار ہو اسکو چاہئے کے میرے صحابہ کرامؓ کو عزیز رکھے اور جو یہ کہتا ہو کہ وہ میرے صحابہ کرامؓ کو بہت چاہتا ہے وہ قرآن سے زیادہ شغف رکھے۔ اور جو قرآن کو بہت چاہتا ہے تو وہ مسجدوں سے محبت رکھے، مسجدیں اللہ کا گھر ہیں، اللہ نے ان کا ادب واحترام کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان جگہوں اور ان جگہوں میں رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم ہوتا ہے۔ یہ لوگ مساجد میں نمازیں ادا کرتے ہیں اس دوران اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ضروریات اور خواہشات کو پورا کردیتے ہیں۔ اور یہ مسجدیں اور انمیں رہنے والے اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔ (قرطبی)

مسجدوں کی اہمیت زمین کے دیگر ٹکڑوں سے زیادہ ہے۔ حضرت ابوامامہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا جو کوئی مسجد کے لئے گھر سے وضو کر کے نکلے گا اسکو بہت ثواب ملے گا، بلکہ وہ اس آدمی کی طرح ہوگا جو گھر سے حج کے لئے احرام باندھ کر نکلا ہو، اور جو کوئی نماز کے لئے وضو بنا کر مسجد کی طرف جائے گا اسکو عمرے کے برابر ثواب ملے گا، اگر ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتا رہے گا تو اسکا نام علیین میں لکھا جائے گا۔ (مسلم)

حضرت بریدہؓ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا جو کوئی گھٹا ٹوپ اندھیرے میں مسجد کی طرف جائے گا اسکو قیامت کے روز بے حساب نور عطا کیا جائے گا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کہا مسجد میں نماز پڑھنا گھر کی نماز یا کسی اور جگہ کی نماز سے بہتر ہے، اگر کوئی آدمی گھر سے نماز کی نیت کر کے وضو کر کے نکلے، ہر قدم جو مسجد کی طرف بڑھتا ہے اللہ کی نظر میں اسکا مقام اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔ اگر وہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنے کا انتظار کر رہا ہے۔ تو اسکو انتظار کے دوران بھی نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، جب تک وہ انتظار کر رہا ہوتا ہے فرشتے اسکے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اگر وہ وضو کی حالت میں ہو اور کسی کو کوئی تکلیف نہ دی ہو تو فرشتے اللہ سے کہتے ہیں: اے اللہ اس بندے پر رحم فرمائے اور اسکے گناہ معاف فرمائے۔ (مسلم)

حضرت حکم بن عُمیرؓ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: اس دنیا میں مہمان کی طرح رہو،

مسجدوں کو اپنا گھر سمجھو، اپنے دلوں کو نرم اور اللہ کی ہدایات کو قبول کرنے والا بناؤ، اللہ کی عطا کردہ نعمتوں پر غور وفکر کرو۔ اللہ کی یاد سے اسکے خوف سے خوب روؤ۔ دلوں میں دنیا کی رنگینیوں کو جگہ نہ دو۔ اور عالیشان گھروں کی تعمیرات میں نہ لگ جاؤ۔ جہاں شاید تمہیں رہنا تک نصیب نہ ہو۔ علاوہ ازیں اپنی ضرورت سے زیادہ دولت جمع نہ کرو۔ ایسی تمنائیں نہ کرو جو پانہ سکو۔ (قرطبی)

حضرت ابوالدرداءؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ مسجدوں کو اپنا گھر سمجھو۔ کیونکہ انھوں نے اللہ تعالی کے رسول ﷺ کو کہتے سنا تھا کہ جو کوئی مسجدوں کو اپنا گھر سمجھے گا اللہ تعالی اسکے دل کو سکون دے گا۔ اور قیامت کے روز پل صراط پر سے اسکا گذر آسان کر دے گا۔ (قرطبی)

حضرت محمد ﷺ اپنی عمر کے آخری حصے میں کہتے تھے۔ کہ بہت سارے لوگ مسجدوں میں گروپ کی شکل میں بیٹھیں گے۔ اور وہاں صرف دنیا کی باتیں کریں گے۔ اور دنیا سے محبت ان کی گفتگو میں نظر آئے گا۔ تم ان کے ساتھ نہ بیٹھنا کیونکہ اللہ تعالی مسجدوں میں ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ (قرطبی)

حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں۔ جو کوئی اللہ کے گھر میں بیٹھا ہے وہ گویا اللہ تعالی کی مجلس میں بیٹھتا ہے۔ اسلئے اسکو چاہئے کہ وہ وہاں صرف اور صرف اچھی باتیں کرے۔ (قرطبی)

مساجد کے ادب واحترام کے متعلق علماء کرام نے ہمیں مندرجہ ذیل پندرہ نکات دیئے ہیں۔

(۱) مسجد میں داخلے پر لوگوں کو سلام کرو لیکن اگر یہ لوگ نماز یا قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوں تو ان کو سلام نہ کیا جائے۔ اگر مسجد میں کوئی نہ ہو تو ہمیں یہ کہنا چاہئے (السلام علینا و علے عباداللہ الصالحین) یعنی ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ اس سلام کا جواب فرشتے دیں گے۔

(۲) مسجد میں داخلے کے بعد دو رکعت تحیۃ المسجد نماز پڑھیں اگر داخلہ مندرجہ ذیل تین اوقات میں ہو تو تحیۃ المسجد پڑھنا منع ہے۔

(i) طلوع آفتاب۔ (ii) غروب آفتاب۔ (iii) نصف النہار کے وقت۔

(۳) مسجد میں تجارت کی باتیں نہ کی جائیں۔

(۴) وہاں تیر یا تلوار وغیرہ نہ نکالے۔

(۵) اپنی گم شدہ چیزوں کا اعلان مسجد میں نہ کیا جائے۔

(۶) دنیا کی باتیں نہ کی جائیں۔

(۷) اونچی آواز میں بات نہ کی جائے۔

(۸) جھگڑا نہ کیا جائے۔

(۱۱) نمازی کے آگے سے نہ گذریں۔

(۱۰) مسجد میں تھوکنا اور ناک صاف کرنا منع ہے۔

(۱۱) اپنی انگلیاں نہ چٹخائیں۔

(۱۲) بدن کے کسی حصے سے نہ کھیلیں۔

(۱۳) صف میں اگر مناسب جگہ نہ ہوتو دوآدمیوں کے درمیان صف میں نہ گھسیں۔

(۱۴) مسجد کی صفائی کا مکمل خیال رکھیں۔اور چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ لے جائیں۔

(۱۵) اپنے آپ کو ذکراللہ میں مشغول رکھیں۔(قرطبی)

یہاں پر ایک ضروری سوال درج کیا جارہا ہے وہ یہ کہ مسجدوں کے معاملات کا ذمہ دار کون ہو؟ اس سوال کا جواب سورۃ التوبۃ :18 میں دیا گیا ہے۔

(ترجمہ) اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، توقع ہے کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔

ایمان والے لوگوں کی نشانی کیا ہے؟

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تم اس آدمی کے ایمان کی گواہی دے دو جو پابندی سے مسجد آتا جاتا ہے۔(ترمذی)

حضرت سلمان فارسیؓ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا جو کوئی مسجد میں آئے وہ اللہ کا مہمان ہے۔ جو اللہ سے ملنے گیا ہے۔اللہ اسکی مہمان نوازی کرتا ہے۔(مظہری)

سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر 18 میں یعمر کے مندرجہ ذیل معانی ہیں۔

(الف) مسجدوں کی تعمیر۔

(ب) مسجدوں کی صفائی ومرمت وغیرہ کا انتظام کرنا۔

(ج) مسجد کے دیگر تمام معاملات کا انتظام کرنا۔

(د) مسجد کو ذکرواذکار تلاوت قرآن نماز اور تعلیم کے لئے استعمال کرنا۔

پس ان تمام معاملات کے ذمہ دار صرف اور صرف وہی لوگ ہونگے جن کی صفات اوپر بیان کی گئی ہیں۔ ہمیں کسی کو مسجد میں اللہ کا ذکر اور نماز پڑھنے سے نہیں روکنا چاہئے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: 114

(ترجمہ) اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کئے جانے کو روکے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے، ایسے لوگوں کو یہ حق بھی نہیں ہے کہ مسجد میں داخل ہوں مگر ڈرتے ڈرتے۔ ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔

پس کسی انسان کو مسجد میں عبادت وغیرہ نہ کرنے دینا انتہائی بڑا گناہ ہے۔ ایک حدیث میں قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ مسجدیں تو بہت عالی شان ہوں گی۔ لیکن عبادت کرنے والوں کی تعداد بہت کم۔

علامہ اقبال نے یہی بات ایک شعر میں بیان کی ہے

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

اسی طرح کا ایک دوسرا شعر ہے۔

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکے

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ چھ چیزیں ایسی ہیں، جو قابل تعظیم ہیں۔ اور بہترین حسن اخلاق کی مظہر ہیں، ان میں سے تین چیزیں تو گھر میں کرنے والی ہیں، اور دوسری تین سفر میں کرنے والی ہیں۔

(۱) قرآن کی تلاوت۔

(۲) پابندی کے ساتھ مسجدوں کی حاضری۔

(۳) ایسا گروپ بنانا جو اللہ کے راستے میں کام کرے۔

(۴) کھانے میں غریبوں کو شامل کرنا۔

(۵) اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا۔

(۶) مسافروں سے حسن سلوک سے پیش آنا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جن عبادتوں کو مسجدوں میں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے ہمیں انہیں مسجدوں میں ادا کرنے کی توفیق دے۔ اور ہمیں پابندی سے مسجدوں میں جانے والا بنا دے۔ (آمین)

صدقات کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسکی راہ میں صرف خرچ کرنے ہی کی تعلیم نہیں دی بلکہ اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ کہاں کیسے کب اور کتنا خرچ کرنا چاہئے، کسی بھی صدقہ کی مقبولیت کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

(۱) حلال کمائی سے خرچ کیا جائے۔

(۲) خلوص نیت سے خرچ کیا جائے۔

(۳) ایسے لوگوں پر خرچ کیا جائے جو واقعی اسکے مستحق ہوں۔

(۴) حتی الامکان اسے پوشیدہ رکھا جائے۔

اگر آپ کسی کو صدقہ دینے کی طاقت نہیں رکھتے تو بھلے انداز سے اسکو رخصت کر دیں۔ اور اگر صدقہ دیا ہے تو احسان نہ جتائیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے آپ کو صدقہ دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ سورۃ البقرۃ:263

(ترجمہ) نرم بات کہنا اور معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد ایذا رسائی ہو، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بردبار ہے۔

اسی طرح سورۃ البقرۃ آیت 262 پر غور فرمایئے۔

(ترجمہ) جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں نہ ایذا دیتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ان پر نہ تو کچھ خوف ہے نہ وہ اداس ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس چیز سے بھی باخبر کر رہا ہے کہ کسی کو مدد کرنے کے بعد احسان جتانے سے ہمارا دیا ہوا صدقہ بے سود اور بے کار ہو جاتا ہے، در حقیقت ایسے شخص کا اللہ اور آخرت پر ایمان بہت کمزور ہے۔ اسکا صدقہ اسے کچھ فائدہ نہ دے گا، اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک بہترین مثال کی ذریعے بیان کیا ہے۔ ایک ایسی چٹان کا تصور کرو جس پر کچھ مٹی ہو اگر اس پر بارش گرتی بھی ہے تو کھیتی نہیں اگتی۔ کیونکہ بارش اس چٹان کو صاف اور ننگی چھوڑ دیتی ہے۔ اسی طرح احسان جتانے والے انسان کا خرچ کرنا اسکو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ:264

(ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو! جس طرح وہ

شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر، اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زوردار مینہ برسے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے، ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو (سیدھی) راہ نہیں دکھاتا۔

اسی کے برعکس ایک آدمی جو اللہ کی رحمت کی امید کرتے ہوئے خرچ کرے اسکو بہترین انعام ملے گا، یہاں تک کہ اسکا تھوڑا خرچ کرنا بھی اللہ کے پاس زیادہ انعام کا مستحق ہوگا۔ سورۃ البقرۃ: 265

(ترجمہ) ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں دل کی خوشی اور یقین کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اس باغ جیسی ہے جو اونچی زمین پر ہو اور زوردار بارش اس پر برسے اور وہ اپنا پھل دگنا لاوے اور اگر اس پر بارش نہ بھی برسے تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

ایسے آدمیوں کی مزید صفات سورۃ الدہر آیت نمبر 9-8 میں دی گئی ہیں۔

(ترجمہ) اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور یہ کہہ بھی دیتے ہیں کہ ہم یہ کام اللہ کی رضا کے لئے کر رہے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے۔

آپ ٹھنڈے دل سے ان دونوں قسم کے انسانوں کے درمیان مقابلہ کیجئے کہ ایک آدمی جو احسان جتا کر لوگوں کے دلوں کو دکھاتا ہے دوسرا انسان لوگوں سے کسی شکریہ اور کسی بدلہ کی امید نہیں رکھتا۔ کس نے صدقہ ادا کرنے کی صحیح روح پہچانی۔

علاوہ ازیں ہم کسی کو اگر کوئی چیز صدقہ میں دیں تو وہ بہترین قسم کی ہونی چاہئے۔ بہت سارے لوگ صدقہ میں ایسی چیزیں دیتے ہیں جن کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ ایسی چیزیں لوگ صرف بحالت مجبوری قبول کرتے ہیں اور ایسا صدقہ صرف ایک کھیل ہوگا جو اللہ کے یہاں قابل قبول نہ ہوگا۔ سورۃ البقرۃ 267-268

(ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو، ان میں سے بُری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرنا، جسے تم خود لینے والے نہیں ہو، ہاں اگر آنکھیں بند کر لو تو (یعنی صرف تکلفاً قبول کرتے ہو)، اور جان لو کہ اللہ

تعالیٰ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے۔

اگر واقعی ہمیں اللہ کی رضا چاہئے تو ہمیں صدقہ میں اپنی محبوب ترین چیز دینی چاہئے۔ سورۃ آل عمران:92

(ترجمہ) تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم اللہ کی راہ میں اپنی محبوب ترین چیز کو نہ خرچ کرو گے۔

جب ابوطلحہؓ نے اس آیت کو پہلی بار سنا انہوں نے اپنا سب سے محبوب باغ اور اسمیں موجود ایک کنواں اسی لمحہ اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ (مسلم، بخاری)

اس کوئیں کی جگہ کی نشان دہی ابھی تک جدید مسجد نبوی میں موجود ہے۔

اسی طرح حضرت زید بن حارث نے اپنا سب سے محبوب گھوڑا اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ (ابن جریر، طبری)

یہ زیادہ بہتر ہے کہ صدقہ خاموشی سے اور چھپا کر دیا جائے۔ حالانکہ کھلے عام صدقہ دینا گناہ نہیں ہے۔ اگر نیت یہ ہو کہ سب کے سامنے صدقہ دینے سے دیگر لوگوں کو صدقہ دینے کا شوق پیدا ہوگا تو عام پبلک میں کھلے کھلے صدقہ ادا کرنا درست ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ:۲۷۱ میں ارشاد فرماتا ہے۔

(ترجمہ) اگر تم صدقے کو ظاہر کرو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر تم اسے پوشیدہ پوشیدہ مسکینوں کو دے دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خلوص نیت سے اپنی بہترین اشیاء کا صدقہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرماویں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماویں۔

کامیاب زندگی کیلئے انمول نسخہ

ایک کامیاب زندگی گذارنے کے لئے صحیح ہدایت اور حکمت کی ضرورت ہے۔اس ہدایت کے بغیر انسان جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے گا۔اللہ تعالٰی جس پر چاہتا ہے اپنی اس ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔سورۃ البقرۃ:269

(ترجمہ) وہ جسے چاہے حکمت اور دانائی دیتا ہے اور جو شخص حکمت اور سمجھ دیا جائے وہ بہت ساری بھلائی دیا گیا،اور نصیحت صرف عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔

یہ عقلمند لوگ کون ہیں؟دیکھیے سورۃ الزمر:18

(ترجمہ) جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں،پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں،یہی ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں۔

جن لوگوں کو حکمت ملی تھی ان میں سے ایک انسان حضرت لقمان علیہ السلام بھی ہیں۔دیکھیے سورۃ لقمان:12

(ترجمہ) اور ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ تعالٰی کا شکر کر ہر شکر کرنے والا اپنے ہی نفع کے لیے شکر کرتا ہے جو بھی ناشکری کرے وہ جان لے کہ اللہ تعالٰی بے نیاز اور تعریفوں والا ہے۔

جب اللہ تعالٰی نے حضرت لقمان علیہ السلام پر حکمت کے دروازے کھول دیئے۔انھیں حکم دیا گیا تم شکر گذار بنو۔اور اللہ کا احسان یاد کرو۔دوسرے الفاظ میں یہی بات کچھ اس طرح کہی جا سکتی ہے کہ شکر گذاری اور عقلمندی لازم و ملزوم ہیں شکر وہی ادا کرتا ہے جسے اللہ نے عقل و شعور بخشا ہو۔دانا شخص یہ خوب جانتا ہے کہ ہمارے شکر سے اللہ کو کچھ نہیں ملتا،اسمیں صرف ہمارا ہی بھلا ہوتا ہے۔جو کوئی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو اسکو یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالٰی ہر قسم کی خواہشات سے پاک ہے اور ہمارے شکر سے بالاتر ہے،اسی وجہ سے وہ ہر تعریف کے لائق ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو چھ بڑی نصیحتیں کی تھیں۔جو کامیاب زندگی کا ایک بہترین نسخہ ہے۔سورۃ لقمان:13

(۱)(ترجمہ) اور جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

اسلام میں سب سے اہم چیز توحید ہے۔جسکا مطلب یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کرنا۔اور اسکا کسی

بھی شکل میں کوئی شریک نہ ٹھہرانا، اللہ مشرک کو کبھی معاف نہ کرے گا، شرک سے چھوٹے گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف کرسکتا ہے۔سورۃ النساء:116

(ترجمہ) اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

(۲) سورۃ لقمان آیات نمبر 14-15 ہمیں نصیحت کرتی ہیں کہ ہم اپنے والدین کا احترام کریں، اور ان کی پوری اطاعت کریں۔ ہاں اگر وہ کسی قسم کے شرک میں مبتلا ہوں تو ان کی اطاعت نہیں کرنی ہوگی۔سورۃ لقمان:14-15

(ترجمہ) ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے، کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس راہ پر چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو، تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کر دوں گا۔

(۳) کائنات کی ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے چاہے وہ پوشیدہ ہو یا کھلی ہوئی۔سورۃ لقمان:16

(ترجمہ) پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ (بھی) خواہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبر دار ہے۔

ہمیں یہ بات بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ قیامت کے روز ہمارا حساب کتاب ہوگا۔ اور ہمارے ہر چھوٹے اور بڑے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔سورۃ سبأ:3 میں یہی بات کہی گئی ہے۔

(ترجمہ) کفار کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئیگی۔آپ کہہ دیجئے! کہ مجھے میرے رب کی قسم! جو عالم الغیب ہے کہ وہ یقیناً تم پر آئے گی اللہ تعالیٰ سے ایک ذرے کے برابر کی چیز بھی پوشیدہ نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی ہر چیز کھلی کتاب میں درج ہے۔ (یعنی لوح محفوظ میں)

(۴) لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کچھ اہم فرائض کی یاد دہانی کرائی کیونکہ ان کی پابندی کر کے بندہ انتہائی بلندی تک پہنچ جاتا ہے۔ سورۃ لقمان: 17

(ترجمہ) اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، بُرے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آ جائے صبر کرنا، (یقین مان) کہ یہی بڑی ہمت کے کام ہیں۔

(۵) سب سے پہلے ہمیں چاہئے کہ اللہ کے حقوق کو ادا کریں۔ ہمیں یہ کوشش بھی کرنا چاہئے کہ ہم عام لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ حالانکہ یہ کام بہت ہی زیادہ صبر اور اولوالعزمی چاہتا ہے۔ سورۃ لقمان: ۱۸

(ترجمہ) لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اترا کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔

اس ضمن میں چند احادیث ملاحظہ فرمایئے:

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے عمدہ اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (موطا امام مالک)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کی نظر میں سب سے زیادہ قابل قدر کونسا مسلم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا آدمی جسکے اخلاق سب سے بہتر ہوں۔ (بیہقی)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص اپنے اخلاق کی بدولت جنت کے بہت بلند درجات حاصل کر سکتا ہے، چاہے وہ عبادت میں بہت زیادہ آگے نہ ہو۔ اسکے برعکس گو ایک بندہ بہت بڑا عابد ہو لیکن اگر لوگوں کے ساتھ اسکا اخلاق صحیح نہ ہوں تو وہ جہنمی ہوگا۔ (معجم طبرانی)

حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنے رحم و کرم کی لطفِ نظر سے نہیں دیکھتے جو غرور و گھمنڈ کی وجہ سے اپنے کپڑے کو زمین تک لٹکا کر پہنتا ہو۔ (مسلم)

(۶) آخری نصیحت میں حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو چال اور آواز میں اعتدال کی تلقین کی۔ سورۃ لقمان: 19

(ترجمہ) اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز پست کر، یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔

اسی طرح سورۃ الاسراء: 37 کو بھی دیکھیے:

(ترجمہ) اور زمین میں اکڑ کر نہ چل کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے وہ ہیں جب وہ چلتے ہیں تو مکمل حیاء انکساری اور میانہ روی سے چلتے ہیں۔

حضرت حسینؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب حضرت علیؓ سے پوچھا کہ رسول اکرم ﷺ لوگوں سے کس انداز میں پیش آتے تھے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ ہمیشہ خوش مزاجی سے ملتے، آپ ﷺ اپنے رویہ میں انتہائی نرم تھے۔ اور بات چیت میں دوسرے کا دل موہ لیتے تھے۔

نہ آپ ﷺ زبان سے کسی کو تکلیف دیتے تھے نہ ہی عمل سے۔ نہ آپ بہت اونچی آواز میں بات نہ کرتے اور نہ ہی کوئی نازیبا بات کرتے۔ نہ آپ کنجوس تھے۔ نہ کبھی کسی پر الزام رکھتے۔ جو چیز انہیں پسند نہ ہوتی اس سے بے اعتنائی برتتے اور ایسے معاملہ میں خاموشی اختیار فرماتے۔ آپ ﷺ جھگڑا کرنے۔ تکبر کرنے اور کسی فضول معاملہ میں کبھی ملوث نہیں ہوئے۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ:83 میں فرماتے ہیں:

(ترجمہ) اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اسی طرح قرابتداری، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا، نمازیں قائم رکھنا اور زکوۃ دیتے رہا کرنا، لیکن تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا۔

پس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لوگوں سے بھلے انداز اور نرمی سے خطاب کرو۔

مثلاً جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا تو یہ ہدایت دی۔ سورۃ طٰہٰ:44

(ترجمہ) تم دونوں جا کر نرمی سے بات کرو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے اور اللہ سے ڈرے۔

یاد رکھئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے بہتر آج کل کے مقررین ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اور فرعون سے بُرا سامع کوئی نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے ہر مقرر کو چاہئے کہ ہر سامع کے سامنے بھلے انداز میں بات کرے۔ اور **قولوا قولاً کریما** کی نصیحت پر عمل کرے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی ان ہدایات پر عمل کر کے ہر کوئی کامیاب زندگی کی طرف گامزن ہو سکتا ہے۔ یہ نصیحتیں صرف انکے بیٹے کے لئے نہ تھیں، بلکہ یہ نصیحتیں سب کیلئے کارآمد ہیں۔ اس بات کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان ہی کے نام پر اس سورۃ کا نام رکھ دیا گیا۔

مجھے امید ہے کہ ہر باپ اپنے بچے کو ان ہدایات سے روشناس کرتا رہے گا۔

اسلامی تعلیم کی اہمیت

آیئے ہم اپنے پیارے نبی ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی پر غور کریں۔ سورۃ العلق:3-1
(ترجمہ) اے نبی ﷺ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو۔ جس نے پیدا کیا انسان کو (نطفہ مخلوط کے) جمے ہوئے خون سے۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا ہی کریم ہے۔

اس پہلی وحی کا پہلا لفظ اقرأ ہے جسکا مطلب ہے پڑھو۔ یہ نہایت مختصر مگر فصیح و بلیغ ہدایت ہے۔ اس میں حضرت محمد ﷺ اور انکے ماننے والوں کو نہ صرف پڑھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے بلکہ اس تعلیم پر غور وخوض کر کے عمل کرنے اور اسکو پھیلانے کی بھی تلقین کی گئی۔ اس پہلی وحی میں لفظ اقرأ کا تکرار اس بات کا عکاس ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں تعلیم و تربیت بہت اہم ہے۔ اسی سورۃ العلق میں سیکھنے سکھانے کے طریقے کی بھی وضاحت کردی گئی ہے۔ یعنی طبع و اشاعت کا ذریعہ قلم ہے۔ قلم حقیقت میں اللہ کا ایک انمول تحفہ ہے۔ جو کہ صرف بنی نوع انسان کیلئے مخصوص ہے۔ پوری کائنات میں صرف انسان ہی کو یہ صلاحیت دی گئی ہے، کہ وہ اپنے ماضی کو قلمبند کرتا ہے اور اپنے احساسات اور مافی الضمیر کو لکھتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان قدیم نگارشات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور خود ایسے تحریری کارنامے چھوڑ سکتا ہے جو آنے والی نسلوں کے کام آئے۔ آج کے زمانے میں آڈیو اور ویڈیو کیسٹین کمپیوٹر اور دیگر جدید آلات قلم ہی کی دوسری شکلیں ہیں۔ تعلیم و تبلیغ کا کام کب اور کہاں سے شروع ہونا چاہئے۔ حضرت محمد ﷺ پر تعلیم و تبلیغ کو عام کرنے کیلئے مندرجہ ذیل پہلی وحی نازل ہوئی: سورۃ الشعراء:214

(ترجمہ) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

پس اسلامی تعلیم کا کام سب سے پہلے اپنے گھر سے شروع ہونا چاہئے۔ یہی طریقہ ہر رسول کا تھا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں سورۃ التحریم:6 میں فرماتا ہے۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے ڈراؤ۔

اسی آیت کریمہ کو سننے پر صحابہ کرامؓ نے حضرت محمد ﷺ سے پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے کیسے بچائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلامی تعلیمات کے ذریعے۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں پابندی سے نماز ادا کرنے اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کو اسکی تاکید کرنے پر زور دیتا ہے۔ سورۃ طٰہٰ:132

(ترجمہ) تم اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اسکی پابندی کرو۔

اسلامی تعلیم کو اپنے گھر والوں سے شروع کرنے میں بہت بڑی حکمت مخفی ہے چونکہ گھر والے ہمارے اخلاص اور دیگر اوصاف سے واقف ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ ہماری بات کو سنجیدگی سے سنیں گے، اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اس طرح تعلیم کی بنیاد پختہ ہوگی۔ اس کے برعکس باہر کے لوگوں پر اعتماد قائم کرنے میں دیر لگے گی اور وہ بے اعتنائی برتیں گے۔ جبکہ گھر کے لوگ جان و مال سے مدد کریں گے۔

ہمارے سلف صالحین نہ صرف خود تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے، بلکہ یہ بھی چاہتے تھے کہ آئندہ نسلیں اسلامی تعلیم و تربیت سے مزین ہوں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مندرجہ ذیل دعا دیکھئے۔ سورۃ البقرۃ:128

(ترجمہ) اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنی اطاعت گزار رکھ اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما، تو توبہ قبول فرمانے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔

پس ہمارے آباء و اجداد کی زندگی کا مقصد علم حاصل کرنا اور اسے اپنی اولاد تک پہنچانا تھا۔ تا کہ وہ بھی حقیقی طور پر اللہ کے اطاعت گذار بندے بن سکیں۔ اسی لئے اوپر والی دعا میں انھوں نے یہ حصہ بھی بڑھا دیا۔ سورۃ البقرۃ:129

(ترجمہ) اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے، یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا اور اس کام کیلئے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انسانوں پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے ہدایات کا نزول کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس احسان کا ذکر سورۃ آل عمران 164 میں بھی کیا ہے۔

(ترجمہ) بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

حضرت محمد ﷺ نے اس ذمہ داری کو کیسے نبھایا۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی وہاں مسجد تعمیر

کی۔اس وقت وہاں پر مسجد کا ایک حصہ علم سیکھنے سکھانے کے لئے متعین کر دیا گیا تھا۔ جسے صفہ کہتے تھے۔اس جگہ کئی صحابہ کرامؓ دن رات قیام کیا کرتے تھے۔وہ وہاں پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے کے ساتھ ساتھ وہیں رہتے کھاتے پیتے اور سوتے تھے ان مقیم احباب کو اصحاب صفہ کہتے ہیں۔ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اسکور ہائشی یونیورسٹی (Open Resedential University) کا نام دیا ہے۔

اس یونیورسٹی میں طلباء کی تعداد کتنی تھی؟ ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ نے اس یونیورسٹی کے اسی ۸۰ طلبہ کو شام کے کھانے کے لئے بلایا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد اچھی خاصی تھی، یہ یونیورسٹی کیسے چلتی تھی؟ یہ مالدار مسلمانوں کے تعاون سے اور اپنی مدد آپ کے ذریعے چل رہی تھی۔ مثلاً حضرت معاذ بن جبلؓ اللہ کی راہ میں بہت خرچ کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ مقروض ہو گئے۔انھوں نے اپنا قرض ادا کرنے کے لئے اپنا گھر بھی بیچ ڈالا۔اب ان کے پاس رہنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔اسی لئے اب وہ خود بھی اسی یونیورسٹی میں رہنے لگے۔وہ یونیورسٹی پر بوجھ بننا نہیں چاہتے تھے۔اس یونیورسٹی کے طلبہ کے لئے امداد کے طور پر جو کھجوریں آتی تھیں ان کی دیکھ بھال کرنے کی ذمہ داری معاذ بن جبلؓ کو دے دی گئی پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلامی تعلیمی اداروں کی ہر ممکن مدد کریں۔ یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہی حضرت معاذ بن جبلؓ جب یمن کے گورنر بنے آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ قریہ قریہ گاؤں گاؤں تعلیمی ادارے قائم کریں۔اور ان میں تعلیم وتربیت کا اعلےٰ انتظام کریں۔

تعلیم وتربیت کی مزید اہمیت مندرجہ ذیل واقعات سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت محمد ﷺ اپنے گھر سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے،تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ کرام کے دو گروہ مسجد میں بیٹھے ہیں۔ایک گروہ اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔دوسرا گروہ سیکھنے سکھانے یعنی تعلیم کے کام میں لگا ہوا تھا۔یقیناً دونوں گروہ فائدہ مند کام میں مصروف تھے۔پھر بھی آپ ﷺ سیکھنے سکھانے والے گروہ کے ساتھ جا بیٹھے۔اس سے اسلامی تعلیم کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔علاوہ ازیں آپ ﷺ یہ دعا فرماتے "اے اللہ میری زندگی کا کوئی دن ایسا نہ گزرے جس میں میں کوئی نہ کوئی نئی چیز نہ سیکھوں"۔

نوٹ کیجئے غزوۂ بدر میں جب کچھ قیدی اپنی رہائی کے لئے اپنا فدیہ نہ دے سکے تو آپ ﷺ نے ایسے ہر قیدی کو اجازت دے دی کہ کم از کم دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔یہی اس کا فدیہ

ہوگا۔اس سے ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ تعلیم کے لئے غیر مسلموں سے بھی مدد لینے میں مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔یعنی اگر مسلم ٹیچر نہ ہوں تو غیر مسلم اساتذہ سے بھی علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک نو سال کا لڑکا حضرت محمد ﷺ کے پیچھے سفر کررہا تھا۔آپ نے اسکو مخاطب کر کے کہا: اے نوجوان لڑکے سنو میں تمہیں چند عقلمندی کی باتیں سکھاتا ہوں۔اگر دنیا کی ہر چیز اور دنیا کے تمام انسان جمع ہو کر بھی تمہیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں تو بھی وہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔اسی طرح کائنات کی ہر چیز اور ہر انسان مل کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔

ہمیں واقعی اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے کیوں اس کمسن لڑکے کو اتنی زیادہ اہم اور عقل کی باتیں بتائیں۔آپ ﷺ اس نوجوان کی ذہانت اور صلاحیتوں سے خوب واقف تھے۔وہ نوجوان لڑکا حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے۔اسی علمی کمال کی بنا پر حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنی حکومت کی مجلس شوریٰ میں شامل کیا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنی جوانی میں ہی اس وسیع عریض اسلامی حکومت کے روزمرّہ کے مسائل کا حل کیا کرتے تھے۔اس کونسل کے دوسرے ممبران معمر بدری صحابہ کرامؓ تھے۔انھوں نے اس نوجوان کی مجلس شورے میں شمولیت کو قدرے عجیب سمجھا۔تاہم حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کے اس اضطراب کو بھانپ لیا اور مجلس شوریٰ کے معمر ممبران سے یہ سوال کیا بتاؤ سورۃ النصر کا شان نزول کیا ہے۔صحابہ کرامؓ نے کہا کہ یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ اس وقت اکثر لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تھے عمرؓ نے یہی سوال حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کیا۔انھوں نے تمام کے سامنے برجستہ کہا۔میرے خیال میں اس سورۃ کی شان نزول یہ تھی کہ آپ ﷺ کا کام پورا ہو چکا تھا۔اور آپ ﷺ ہم کو چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہونے والے تھے۔حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں بھی اسکا یہی مطلب سمجھتا ہوں معمر حضرات یہ سن کر دنگ رہ گئے۔اور حقیقت بھی یہی تھی کیونکہ سورۃ النصر ہی وہ آخری مکمل سورۃ ہے جو آپ پر ایک ساتھ نازل ہوئی تھی۔اسکے نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنا ذکر بدل دیا تھا۔پہلے آپ پڑھتے تھے۔سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔اس سورۃ کے نزول کے بعد آپ ﷺ یہ پڑھنے لگے۔سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا آپ نے ذکر کیوں بدل دیا؟ جواباً آپ ﷺ نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔یہ کہ کر آپ نے سورۃ النصر کی تلاوت کی۔اس تفصیلی بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نوجوان دانش وروں میں بہت ساری خوبیاں پنہاں ہوتی ہیں اگر ان کو پروان چڑھا کر استعمال کیا جائے تو یہ معجزاتی

طور پر سامنے آتی ہے۔ پس ہمارے بچوں کیلئے معیاری اسلامی اسکول بہت ضروری ہے اور ہمیں ان کے بنانے۔ چلانے اور اعلےٰ تعلیم فراہم کرنے میں مدد کرنی چاہیۓ۔

حضرت محمد ﷺ نے عورتوں کی تعلیم پر بھی بہت زور دیا ہے۔ المغازی جو سیرت کی سب سے پرانی کتاب ہے اسکے مصنف کا نام ابن اسحاق ہے۔ یہ کتاب مراکش سے شائع ہوئی۔ اسمیں لکھا ہے کہ آپ ﷺ پر جب کبھی کوئی آیت نازل ہوتی تو پہلے مردوں کے سامنے پڑھتے۔ پھر وہی عورتوں کو سناتے۔ ان اقدام سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ عورتوں کی تعلیم کی طرف بہت توجہ دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جو شخص اپنی تین بیٹیوں کو صبر کے ساتھ پالے پوسے گا اور انکی صحیح تربیت کرے گا تو یہ قیامت کے روز اسکے لئے جہنم سے بچاؤ کا سامان ہوگا"۔ (بخاری)

دوسری حدیث اس طرح ہے کہ جو شخص اپنی تین بیٹیوں کو پالے پوسے گا اور ان سے رحمدلی کے ساتھ پیش آئے گا اسے ضرور جنت ملے گی۔ (بخاری)

ہمارے سلف صالحین حالات کی ناسازگاری کے باوجود اسلامی تعلیم کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔ مثلاً امام شافعیؒ بچپن ہی میں یتیم ہوگئے تھے۔ ان کی والدہ بالکل نادار تھیں انہوں نے اپنے بیٹے کو اپنے بھائی کے پاس چھوڑ دیا۔ اور خود اپنے والدین کے یہاں چلی گئی تھیں۔ امام شافعی نے سات سال کی عمر میں پورا قرآن مجید حفظ کرلیا اور دیگر اسلامی علوم بھی حاصل کئے۔ پھر آپ اپنے چچا کے ہمراہ مکہ مکرمہ گئے اور وہاں کے سب سے بڑے عالم سے حدیث وغیرہ کا علم حاصل کیا۔ اب آپ نے سوچا کہ امام مالک کی شاگردی اختیار کی جائے۔ جو مدینہ منورہ میں تھے۔ لیکن امام شافعیؒ کے پاس سفر کا خرچ نہ تھا۔ انھوں نے اپنے مکہ مکرمہ کے استاد سے ایک سفارشی خط لکھوایا۔ اور کسی طرح سفر خرچ جمع کرکے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ امام شافعیؒ نے امام مالکؒ کو یہ خط دکھایا۔ انھوں نے خط پڑھ کر غصے سے کہا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اسلامی تعلیم صرف سفارش سے ہی ملتی ہے۔ امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کی صلاحیتوں کو فوراً پہچان لیا اس لئے انھوں نے نہ صرف یہ کہ ان کو اپنا شاگرد بنایا بلکہ اپنی طرف سے ان کو خرچ بھی دیا کرتے تھے۔ امام شافعیؒ امام مالکؒ کے ممتاز ترین شاگردوں میں سے تھے۔

اسی طرح امام سرخسی جو پانچویں صدی ہجری میں گذر چکے ہیں ان کے متعلق ایک دلچسپ واقعہ مشہور ہے۔ آپ فقہی علم میں بہت ماہر تھے۔ آپ بڑے باوقار اور جرأت مند تھے۔ اس وقت کے حکمران نے عوام پر بے جا ٹیکس تھوپ دیا تھا۔ امام سرخسی نے ایک فتویٰ جاری کیا اور عوام کو ٹیکس نہ ادا کرنے کی تلقین کی۔ حکمران ان کو قتل تو نہیں کرسکتا تھا تاہم ان کو ایک بند کنویں میں قید کردیا۔

امام سرخسی چودہ سال تک اس کنویں میں رہے۔ انھوں نے اس کنویں کے محافظ سے اجازت چاہی کہ انکے طلبہ کو دیوار تک آنے دیا جائے امام سرخسی نے اپنے طلبہ کو اسیر الکبیر نامی کتاب کی مکمل تفسیر نوٹ کرائی (اسیر الکبیر ابوحنیفہؒ کے ایک شاگرد کی لکھی ہوئی تھی)۔ یہ تفسیر چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح انھوں نے مبسوط نامی کتاب جو تیں جلدوں پر مشتمل ہے تیار کروائی۔ اس کنویں میں رہتے ہوئے بھی انہوں نے تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رکھا اور انہوں نے کئی درجن دیگر کتابیں تصنیف کر ڈالیں۔

ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں اپنے جیل کے ساتھیوں کو اسلامی تعلیم دیا کرتے تھے۔ پس ناسازگار حالات کے باوجود سیکھنے سکھانے کا یہ کام ہر جگہ اور ہمیشہ چلتے رہنا چاہئے۔

اپنے بچوں کو صحیح اسلامی تعلیم دینے کا انعام کیا ہے۔ سورۃ الطور:21

(ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے۔ اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں رہن ہے۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہ بعض والدین کے بچے اگر جنت میں کم درجے پر ہوں گے تو یہ والدین چاہیں گے کہ سارہ کنبہ جنت میں ایک ساتھ جمع ہو جائیں۔ اللہ نے یہاں ان کو یکجا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ بشرطیکہ ان کی اولاد بھی ان کی طرح عقیدہ اور ایمان رکھنے والے ہوں اور اپنے والدین کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ کچھ لوگ جنت میں بہت ہی اونچے مقام میں داخل کئے جائیں گے۔ ان کو خود حیرت ہوگی کہ ان کو کس طرح اتنا اونچا مقام مل گیا۔ کیونکہ انکے اعمال تو اتنے اونچے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا۔ تم نے اپنے پیچھے جو اولاد چھوڑی ہے وہ تمہارے لئے برابر دعا کرتی رہتی تھی۔ ان کی ایک ایک دعا پر تمہارا جنت میں مقام بلند ہوتا جاتا ہے۔ (مسند احمد)

پس ہمیں نہ صرف خود اعلیٰ اسلامی تعلیم حاصل کرنی چاہئے بلکہ اپنی اولاد کیلئے بھی اسکا خاطر خواہ انتظام کرنا چاہئے کیونکہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے اور ہماری دنیا وآخرت میں کامیابی کا راز بھی اسی میں مخفی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

☆ میں آپ کی کتاب Speeches پڑھ کر حیران رہ گیا کہ آپ نے بہت مشکل امور کو کتنے سادہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ اس کتاب کے مضامین کو وقتاً فوقتاً اپنے کیمونٹی کے اخبار میں شائع کر سکوں۔ محمود نورانی۔ کینیا۔ افریقہ 28 جون 2001

☆ میں نے آپ کی صرف دو کتابیں پڑھی ہیں جو کہ یقیناً عجیب وغریب ہیں۔ میں نے لاتعداد اسلامی کتب کا مطالعہ کیا ہے لیکن آج تک ایسی مفید، سادہ اور واضح طرز تحریر نہیں پایا۔ ان کتابوں کے مضامین میرے جیسی نوجوان مسلمات کے تجسس اور ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ ذکیہ۔ برطانیہ 11 مارچ 2002

☆ میں نے آپ کی کتاب IMY پڑھی۔ اس نے میرے دل ودماغ پر ایسا اثر کیا کہ اس کے مطالعہ کے دوران میری آنکھوں سے بے ساختہ طور پر آنسو بہہ رہے تھے۔ مجھے پتہ چلا کہ میرے مسلمان بھائی اسلامی تبلیغ کا کام نہایت تن دہی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ اور اس عمل سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں۔ جبکہ مجھے بے حد شرمندگی ہوئی کہ میں وہ کام نہیں کر رہا جو مجھے بحیثیت مسلمان کرنا چاہئے۔ عبدالرحیم بابران۔ فلپائن 23 اپریل 2003

☆ میں نے آپ کی کتاب 'Speeches' پڑھی جو کہ مدینہ میں حج کے دوران بطور ہدیہ تقسیم کی گئی۔ مجھے کتاب پڑھ کر دلی مسرت ہوئی یقیناً آپ کی کتاب سبق آموز تبلیغ کی شاہکار اور علمی لحاظ سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اسلام کے فروغ کے لئے آپ کی حکمت اور دوراندیشی بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ اس خط کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی اجازت سے اس کتاب کو افریقہ کی لوکل زبان ہوسا (Hausa) میں ترجمہ کر سکوں۔ اس طرح سے پورا براعظم افریقہ اس سے مستفید ہو سکے گا۔ محمد الامین توقر۔ نائیجیریا۔ افریقہ 13 جولائی 2001

☆ میں نے آپ کی کتاب IMY پڑھی۔ اس نے میرے دل پر بہت اثر کیا۔ مجھ پر اسلام کی سچائی اور اہمیت مزید واضح ہوگئی۔ میں آج سے اسلام پر اور زیادہ کاربند ہوگئی۔ اور آپ کی تعلیم وتبلیغ کی بےلوث خدمات سے بے حد متاثر ہوں۔ صفات بیگم۔ برما 2 مئی 2003

☆ آپ کی کتاب Reminders قرآن وحدیث کی تعلیمات سے بھرپور ہے۔ اس میں روزمرہ کے مسائل اور ان کا حل درج ہے تاکہ انسان ایک پاکیزہ زندگی بسر کر سکے۔ کتاب کا سادہ بیان اور موثر طرز تحریر قابل ستائش ہے۔ ڈاکٹر اصغر علی شیخ۔ مدینہ منورہ۔ جون 2001

☆ آپ کی کتاب 'Speeches' میری پسندیدہ اسلامی کتابوں میں سے ایک ہے۔ میں نے کتاب کے عنوان کو بہت دلکش پایا۔ طرز تحریر اور بیان میں روانی بھی قابل تعریف ہے۔ اس کا ہر مضمون متوازن انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اب مجھے آپ کی کتاب Reminders بھی مل گئی ہے۔ یہ بھی اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر شکیل فاروقی۔ مدینہ منورہ 29 نومبر 2001

☆ میرا نام میڈور سلیمی (Meddour Salima) ہے۔ میری عمر 19 سال ہے۔ میں نے آپ کی کتاب IMY پڑھی اور اسے بے حد دلچسپ پایا۔ میں حیران ہوں کہ ان نوجوانوں نے کیسے اسلام قبول کیا۔ پھر ان کی زندگیوں میں کیا تغیر آیا اور بالآخر انہوں نے اسلام کی خدمات کتنی خوبی اور محنت سے سرانجام دیں۔ میں دعا کرتی ہوں کہ میری شادی بھی کسی ایسے نوجوان سے ہو۔ میڈور سلیمی۔ الجزائر دسمبر 2003